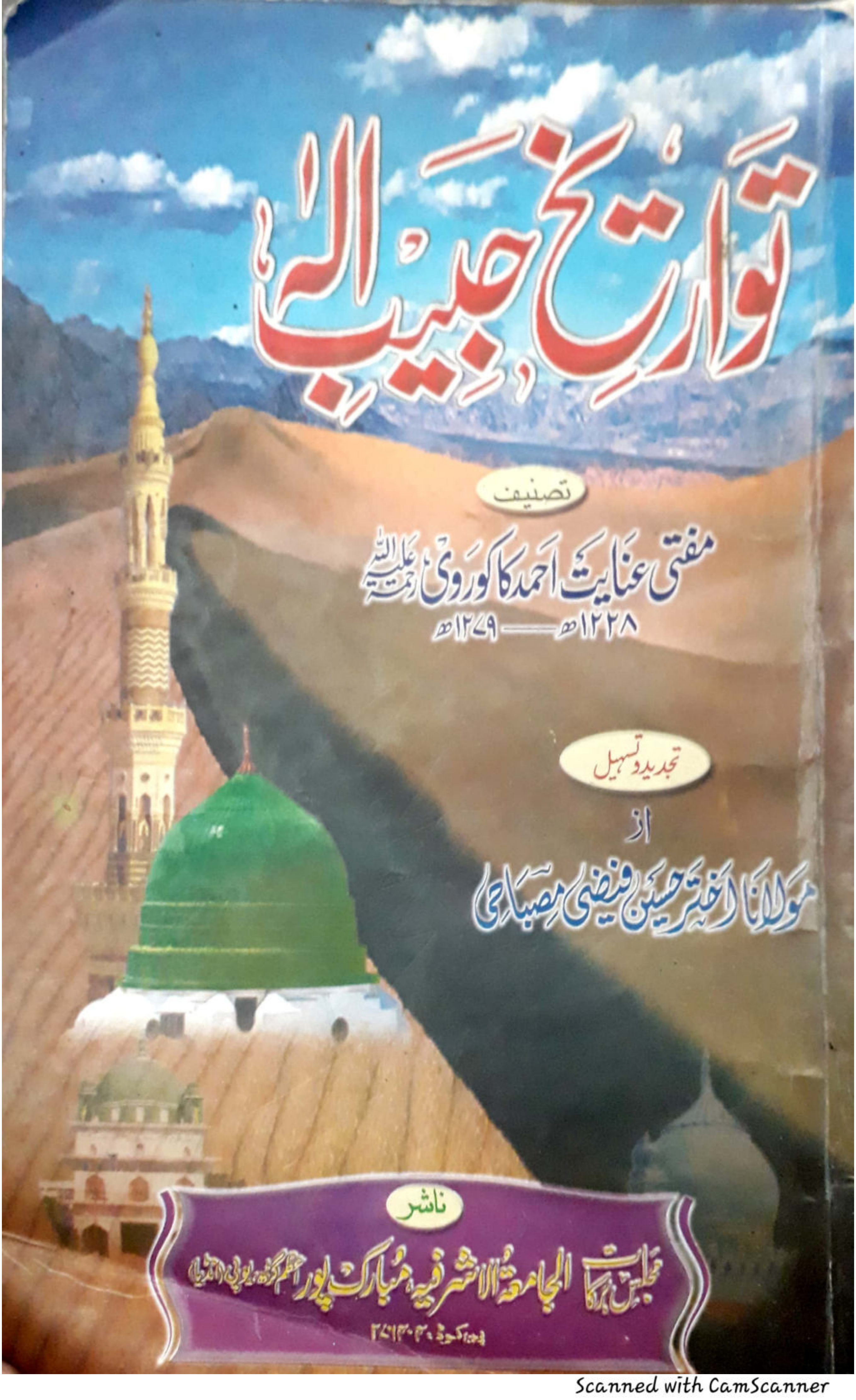

تواریخِ حبیبِ الٰہ

تصنیف

مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۲۸ھ ——— ۱۲۷۹ھ

تجدید و تسہیل

از

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی

ناشر

مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی (انڈیا)

پن کوڈ ۲۷۶۴۰۴

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تسہیل
تواریخ حبیبِ الٰہ

تصنیف

علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمہ

تسہیل

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی

جامعہ اشرفیہ مبارک پور

ناشر

مجلس برکات

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ۔ یوپی

پن کوڈ: ۲۷۶۴۰۴

بار چہارم ـــــ ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء

Scanned with CamScanner

پیش لفظ

فن سیرت میں حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور ترین کتاب "تواریخ حبیب الٰہ" ۱۲۷۵ھ کی تصنیف ہے۔ جو اس زمانے کی اردو زبان کا عظیم شاہکار ہے۔ اس کی افادیت کے پیش نظر آج بھی مدارس اسلامیہ کے مبتدی طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے۔ اس وقت ۱۴۲۳ھ چل رہا ہے۔ اس حساب سے اس کتاب کی زبان ایک سو اڑتالیس سال پرانی ہے۔ جس کا لب ولہجہ آج کی مروجہ اردو زبان سے میل نہیں کھاتا۔ زبان غیر مانوس ہونے کی وجہ سے طلبہ خصوصاً ابتدائی طلبہ اور عام قارئین کو عبارت سمجھنے اور جملوں کا ربط ملانے میں دشواری ہوتی ہے۔ اس دشواری کو استاذی الکریم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی شیخ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے شدت سے محسوس کیا۔ اور مجھے حکم دیا کہ یہ کتاب جو افادیت کے پیش نظر بڑی ہی عمدہ اور نفع بخش ہے اسے آج کی مروجہ اردو میں منتقل کر دو تو زبان و بیان سے انسیت پیدا ہوگی اور استفادہ آسان ہو جائے گا۔ چونکہ کتاب معتبر اور روایات صحیحہ پر مشتمل ہے اس لیے اسے نئے انداز سے منظر عام پر آنا چاہیے۔ حکم پاتے ہی میں اس کام پر لگ گیا۔ بعد تکمیل جب آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور جا بجا مفید اصلاح بھی فرمائی۔

اب یہاں کتاب کی اصل عبارت اور تبدیل شدہ عبارت کے نمونے پیش کیے جا رہے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ حتی الامکان حضرت مصنف ہی کے مفہوم و بیان بلکہ بیش تر الفاظ کو بھی باقی رکھا گیا ہے۔ صرف اسلوب میں تبدیلی ہوئی ہے اور عبارت میں سلاست اور روانی پیدا کر دی گئی ہے۔ حضرت مصنف نے کتاب کی ابتدا اس طرح فرمائی:

> "ہزار ہزار حمد جناب رب العزت کو کہ جس نے سب سے پہلے نور اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیدا کیا اور سارے عالم کو اس نور سے ہویدا کیا۔ اور درود لا محدود نثار جناب محبوب رب العالمین سید المرسلین۔ جن کی ہدایت سے گم گشتگان بادیۂ ضلالت راہ پر آئے۔ اور ان کی آل واصحاب پر جن کی سعی وکوشش سے دین قوی ہوا۔ اور اکاسرہ اور قیاصرہ تھرتھرائے۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے کہتا ہے نیاز مند درگاہ رب الصمد المعتصم بذیل سید الانبیاء محمد عنایت احمد غفرلہ الاحد کہ مطلع ہونا احوال برکت اشتمال جناب حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موجب سعادت وہزاروں برکت ہے۔ جیسا کہ وارد ہے۔ عِنْدَ ذِكْرِ الْاَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ۔ یعنی وقت ذکر اولیا اللہ کے رحمت نازل ہوتی ہے۔ پس وقت ذکر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ رحمت نازل ہوتی ہے۔"

اسی عبارت کی تبدیل شدہ عبارت جو آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے یہ ہے۔

> "ہزار ہزار حمد ہے بارگاہ رب العزت میں جس نے سب سے پہلے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا۔ اور اس نور سے سارے عالم کو وجود بخشا۔ بے شمار درود وسلام نازل ہو محبوب خدا جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی بدولت گم گشتگان راہ، ہدایت یاب ہوئے۔ اور ان کی آل واصحاب پر جن کی سعی وکوشش سے دین قوی اور مضبوط ہوا۔ اور قیصر وکسریٰ تھرتھرا اٹھے۔"

بعد حمد وصلوٰۃ نیاز مند بارگاہ رب صمد، المعتصم بذیل سید الانبیا محمد عنایت احمد غفرلہ الاحد عرض پرداز ہے کہ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک حالات کی معرفت، سعادت وبرکت کا سبب ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

Scanned with CamScanner

عِنْدَ ذِکْرِ اَوْلِیَاءِ اللہِ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ اولیا اللہ کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔
یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب اولیاء اللہ کے ذکر کے وقت رحمتوں کا نزول ہوتا ہے تو ہمارے آقا جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر کے وقت اس سے کہیں زیادہ رحمتیں نازل ہوں گی۔
مصنف نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں جلوہ گر ہونے کی منظر کشی اس انداز میں کی ہے۔
''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں پہونچ کر محلۂ قبا میں منازل بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور وہ دن دوشنبہ تاریخ بارہویں ربیع الاول کی تھی۔ چودہ دن آپ وہاں رہے۔ حضرت علی بعد ادا کرنے امانتوں کے آپ کے تیسرے دن محلۂ قبا میں حضور میں جا ملے۔ قبا محلّہ تھا کنارے شہر مدینے میں، مسجد قبا جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ۔ یعنی بے شک وہ مسجد جس کی بنیاد ہوئی تقویٰ پر پہلے ہی دن سے لائق ہے اس بات کے کہ تم اس میں نماز پڑھو۔ وہیں بنی، اور جب تک آپ وہاں رہے اسی مسجد میں نماز پڑھتے رہے۔''
اس کی متبادل عبارت یوں پیش کی گئی ہے:
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو دوشنبہ کے دن مدینہ کے ایک محلہ قبا میں پہنچے اور بنی عمرو بن عوف کی بستی میں قیام فرمایا: وہاں چودہ دن قیام رہا۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اہل مکہ کی امانتیں ان کے حوالے کر کے تیسرے دن قبا میں حاضر ہو گئے۔ قبا شہر مدینہ کے کنارے آباد ہے۔ جہاں پر مسجد قبا ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ. (۱۱/۱۲/توبہ) — بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ (نماز پڑھو) (کنزالایمان)

آپ جب تک وہاں قیام پذیر رہے اسی مسجد میں نماز ادا فرماتے رہے۔
کتاب میں مفہوم عبارات اور مصنف کی ترتیب علیٰ حالہ باقی رکھتے ہوئے صرف زبان تبدیل کی گئی ہے۔ موجودہ عنوانات کے علاوہ مضامین کی مناسبت سے نئے عنوانات بھی قائم کیے گئے ہیں۔ جیسے معجزات کے بیان میں حضرت مصنف نے ہر معجزہ کے شروع میں صرف لفظ معجزہ لکھا ہے۔ وہاں مضمون کی مناسبت سے سرخیاں قائم کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح اور دیگر جگہوں پر اہتمام ہے۔
آیات قرآنیہ کے ترجمے امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان سے لیے گئے ہیں۔ کچھ دوسری خوبیاں بھی ملحوظ رکھی گئی ہیں جن کا اندازہ دونوں کتابوں کے مقابلہ کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔ دعا ہے پروردگار عالم اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، عوام و خواص میں پذیرائی بخشے، لوگوں کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ، اور میرے لیے نجات آخروی کا سبب بنائے۔
آمین بجاہ سید المرسلین صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ اجمعین۔

اختر حسین فیضی مصباحی
جہانا گنج۔ ضلع اعظم گڑھ
استاذ: جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۶/ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ
۸/فروری ۲۰۰۳ء شنبہ

Scanned with CamScanner

حالات مصنف

حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی نور اللہ مرقدہ

۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء ------------ ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء

از: پروفیسر آفتاب احمد نقوی شعبۂ اردو۔ گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج۔ سیالکوٹ [۱]

ولادت اور نشوونما: حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسباً قریشی مسلکاً حنفی اور مولداً دیووی تھے۔ والد ماجد منشی محمد بخش اور جد امجد منشی غلام محمد، دیوہ (ضلع بارہ بنکی) کے علما وفضلا میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۹رشوال المکرم ۱۲۲۸ ہجری بمطابق ۱۵را کتوبر ۱۸۱۳ء میں ہوئی [۲] گویا آپ نے برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کے سیاسی اور معاشرتی دورِ زوال کو اپنی نوجوانی کے عالم میں دیکھا جس کے اثرات اُن کی آنے والی زندگی میں واضح طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ چھوٹی عمر میں ہی اپنے خاندان اور اعزہ واقربا کے ہمراہ ترکِ سکونت اختیار کر کے کاکوری چلے آئے [۳] جو لکھنؤ سے چند میل کے فاصلے پر مغرب کی جانب ایک مردم خیز قصبہ ہے۔

تحصیل علم: مفتی صاحب نے ابتدائی دینی کتب کا مطالعہ اپنے آبائی قصبے دیوہ اور کاکوری میں کیا۔ تیرہ برس کی عمر میں مزید دینی تعلیم کے لیے رامپور تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا سید محمد رامپوری سے صرف ونحو، مولوی حیدر علی ٹونکی اور مولوی نور الاسلام سے دیگر کتب متداولہ کا مطالعہ کیا۔ کتب احادیث کے مطالعہ کے لیے دہلی روانہ ہوئے جہاں مولانا شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) کے شاگرد ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنی قابلیت اور استاذ کی خصوصی عنایت وشفقت سے سندِ فضیلت حاصل کی۔ دہلی میں شیخ الحدیث سے کسبِ فیض کے بعد علی گڑھ چلے گئے جہاں علامۂ عصر حضرت مولانا بزرگ علی مارہروی سے قلعہ کی جامع مسجد میں معقولات کا درس لیا [۵] مولانا بزرگ علی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبد العزیز اور حضرت شاہ رفیع الدین علیہما الرحمہ کے نامور شاگردوں میں سے تھے۔ ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۸ء میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے۔

ذہانت وقابلیت: مفتی عنایت احمد کاکوروی اپنے زمانۂ طالب علمی میں کس قدر ذہین اور زیرک تھے اور آپ کے استاذ حضرت مولانا بزرگ علی مارہروی اپنے شاگرد رشید کے علم وفضل کے کس قدر معترف تھے اس کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا کی بعض کتب پر مفتی عنایت احمد کاکوروی کے قلم سے لکھی ہوئی نہ صرف عبارتیں موجود ہیں بلکہ مولانا کے ایک قلمی رسالے کا دیباچہ بھی آپ نے تحریر کیا تھا۔ نواب محمد حبیب الرحمٰن شروانی اپنی تالیف ''استاذ العلما'' میں لکھتے ہیں:

---

[۱] اس مقالے کی ترتیب وتدوین کے سلسلے میں حضرت مولانا محمد اشرف صاحب مجددی، حضرت علامہ عبد الحکیم صاحب شرف قادری، حضرت مولانا محمد منشا صاحب تابش قصوری نے مواد کی فراہمی کے لیے اعانت فرمائی، جس کے لیے راقم ان کا ممنون ہے۔ ۱۲۔ آفتاب احمد نقوی۔

[۲] حیات وحید الزماں ص ۱۷ مؤلف جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نے صفحہ ۴۴۵ اور بعض دوسرے مورخین نے آپ کی پیدائش کاکوری میں لکھی ہے۔

[۳] استاذ العلماء ص ۱۱، حیات وحید الزماں ص ۱۷، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۴۴۵

[۴] تذکرہ مصنفین درس نظامی ص ۱۷۷۔

[۵] حیات وحید الزماں ص ۱۷۔ استاذ العلما ص ۱۱۔

Scanned with CamScanner

”ایک اور قلمی رسالہ میرے یہاں ہے۔ یہ ایک قلمی معما کی شرح ہے جو قاضی القضاۃ نجم الدین علی خاں نے تفضل حسین کے نام پر لکھا تھا اور جس میں بہت سی علمی اصطلاحیں درج کی ہیں۔ اس کا دیباچہ مفتی عنایت احمد نے استاد کی زندگی میں ہی لکھا تھا۔ اس پر بھی مفتی صاحب کے قلم کی عبارتیں ہیں۔“[1]

تدریس: آپ حضرت مولانا بزرگ علی مارہروی کے وصال کے بعد استاد کی مسند تدریس پر متمکن ہوئے اور ایک عرصے تک تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ عہدۂ افتا پر بھی فائز رہے۔ آپ کا یہ مدرسہ محمد شاہ کے عہد میں نواب ثابت خاں والیِ کول (علی گڑھ) نے اپنی تعمیر کردہ مسجد میں بنایا تھا۔ استادِ محترم کے فیض نظر اور مفتی صاحب کے خصوصی اہتمام کی وجہ سے دور ونزدیک سے طالبانِ علمِ دین اس دینی درسگاہ میں جوق در جوق آنے لگے اور زیورِ تعلیم سے جھولیاں بھر کرلے جانے لگے۔

علمی شغف: علی گڑھ میں قیام کے دوران تدریسی خدمات کے انجام دینے کے ساتھ ساتھ سرکاری ملازمت بھی اختیار کی۔ پہلے منصف و مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے اور کچھ ہی عرصے کے بعد صدر امین کی حیثیت میں بریلی تبادلہ ہوگیا۔ سرکاری ملازمت کے ساتھ ساتھ بریلی میں بھی ترویج واشاعت علم دین میں منہمک رہے۔ آپ کی علمی اور دینی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے نواب حبیب الرحمٰن شروانی لکھتے ہیں:

”وہاں (بریلی) کے تلامذہ میں قاضی عبدالمجید صاحب قاضی شہر اور مولوی فدا حسین منصف شامل تھے۔ بڑا کارنامہ نواب عبدالعزیز خاں کو (باوجود اس کی آزادی منشی وصاجزادگی) پڑھا دینا تھا۔ نواب صاحب نواب رحمت خان حافظ الملک شہید مرحوم کے پوتے تھے۔“[2]

۱۸۵۵ء میں بریلی میں سرکاری سرپرستی سے قائم ہونے والے کتب خانے کی مجلس انتظامیہ میں آپ کو آپ کے علمی مقام ومرتبہ کے پیش نظر رکن منتخب کیا گیا[3] جو اس دور میں آپ کے لیے ایک بڑا اعزاز تھا۔ بریلی ہی میں ترقی پاکر آگرہ کے صدر الصدور مقرر ہوئے۔

جنگ آزادی: علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی صدر الصدور کے عہدے پر ترقی حاصل کر کے آگرہ جانے والے ہی تھے کہ جنگ آزادی کے شعلے بھڑک اٹھے۔ غیر ملکی تاجروں کے روپ میں آنے والے برطانوی سامراج کے خلاف متحدہ ہندوستان کی تمام اقوام نے علم بغاوت بلند کیا۔ نظامِ حکومت کے درہم برہم ہوجانے اور عام افراتفری کے باعث آپ آگرہ نہ جاسکے البتہ بریلی اور رامپور میں قیام کیا اور جنگ آزادی میں لڑنے والے بریلی کے مجاہدین آزادی کے ساتھ معرکوں میں بھر پور حصہ لیا۔ میاں عبدالرشید نے اپنے ایک مضمون میں آپ کے جہادِ آزادی میں اہم کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”آپ بریلی میں نواب بہادر خاں کے زیر قیادت جہادِ حُریت کی تنظیم کے لیے سرگرمِ عمل رہے۔ ان دنوں روہیل کھنڈ بریلی مجاہدینِ آزادی کا اہم مرکز تھا اور مولانا

---

[1] استاذ العلماص ۱۱ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور۔ [2] استاذ العلماص ۹۔ [3] عمدۃ الاخبار بحوالہ معارف ج ۶۹۔ ش ۳ بحوالہ تذکرۂ مصنفین درس نظامی۔

Scanned with CamScanner

احمد رضا خاں بریلوی کے جدامجد مولانا رضا علی خاں اِس تحریک کے قائدین میں سے تھے۔ مفتی عنایت احمد نے مجاہدین کی تنظیم پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ نواب بہادر خاں کے دستِ راست کی حیثیت میں مختلف معرکوں میں عملی حصہ بھی لیا۔"[1]

پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے آپ کے اس تاریخ ساز کردار کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"(بریلی میں) تحریک ۱۸۵۷ء کے شروع ہوتے ہی انگریزوں کے خلاف وہاں بڑا جوش وجذبہ تھا اور بڑے خاص انداز سے تیاریاں جاری تھیں۔ قائدین تحریک حالات کا بالکل اندازہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ انقلاب سے پہلے بریلی میں اس تحریک کے دو ممتاز کارکن موجود تھے۔ امام المجاہدین مولوی سرفراز علی اور دوسرے مفتی عنایت احمد کاکوروی۔"[2]

اسیری: ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی بعض وجوہ کی بنا پر کامیاب نہ ہوسکی البتہ فرنگی سامراج کو براہِ راست اقتدار حاصل ہوگیا۔ تحریک کے مجاہدین کے خلاف انتقامی کارروائیوں کا آغاز ہوا۔ مفتی صاحب کا فتویٰ برائے فراہمی مالیات برائے مجاہدین انگریزوں کے ہاتھ لگ گیا۔ چنانچہ بغاوت کے الزام میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا اور اس طرح بطلِ حریت مفتی عنایت احمد کاکوروی کو حبس دوام کی سزا سنا کر جزیرۂ انڈمان بھیج دیا گیا۔

انڈمان: جنگ آزادی ہند کے اس نامور مجاہد نے آزاد وخودمختار وطن کا خواب دیکھنے کے "جرم عظیم" میں جزیرۂ انڈمان میں عمر کا ایک بڑا حصہ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے گزارا۔ آپ کے ایک ساتھی علامہ فضل حق خیر آبادی نے انڈمان کی آب وہوا اور ماحول کی تصویر ان الفاظ میں پیش کی ہے:

"(انڈمان) کی نسیم صبح بھی گرم وتیز ہوا سے زیادہ سخت اور اس کی نعمت زہرِ ہلاہل سے زیادہ مضر تھی۔ اس کی غذا حنظل سے زیادہ کڑوی، اس کا پانی سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرر رساں، اس کا آسمان غموں کی بارش کرنے والا، اس کی زمین آبلہ دار، اس کے سنگریزے بدن کی پھنسیاں اور اس کی ہوا ذلت وخواری کی وجہ سے ٹیڑھی چلنے والی تھی۔ ہر کوٹھری پر چھپر تھا جس میں رنج ومرض بھرا ہوا تھا۔ میری آنکھوں کی طرح اس کی چھتیں ٹپکتی تھیں۔ ہوا بدبودار اور بیماریوں کا مخزن تھی۔"[3]

یہ وہ موسمی کیفیت اور ماحول تھا جس میں اگر کچھ مبالغہ بھی تسلیم کرلیا جائے تب بھی قید وبند کی زندگی اور وہ بھی جزیرہ انڈمان میں اس سے کیا کم ہوگی۔ اس ماحول میں مفتی عنایت احمد کاکوروی نہ معلوم کن کن امراضِ جسمانی میں مبتلا ہوئے ہوں گے لیکن ان کے رفقا میں علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی مظہر کریم، مفتی سید احمد بریلوی اور مولوی ایوب کیفی جیسی نابغۂ روزگار شخصیات شامل تھیں اس لیے یہ قید خانہ بھی مرکزِ علم وادب بن گیا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کی "الثورۃ الہندیہ" (باغی ہندوستان) اور "قصائد فتنۂ ہند" اسی دور کی یادگار ہیں۔ مفتی مظہر کریم نے "مراصد الاطلاع" کا اردو ترجمہ کیا اور مفتی صاحب نے کلام مجید حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ سیرت کے موضوع پر "تواریخ حبیب اللہ" حکیم محمد امیر خان نیٹو ڈاکٹر انڈمان کی فرمائش پر تحریر کیا۔ کتاب کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

---

[1] ترجمان اہل سنت۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۱۱۸۔ [2] جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۱۱۸۔ [3] باغی ہندستان۔ ترجمہ عبدالستار خاں شروانی ص ۲۹۲۔

Scanned with CamScanner

''راقم الحروف نیرنگ تقدیر سے فی الحال جزیرہ پورٹ بلیرانڈمین میں وارد ہے اورکوئی کتاب کسی طرح کی پاس اپنے نہیں رکھتا۔ بپاس خاطر شفیق وغمگسار، مصدرِ عنایات برحال زار حکیم محمد امیر خان صاحب نیٹو ڈاکٹر کے یہ رسالہ ''تواریخ حبیب الٰہ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۲۷۵ھ میں لکھتا ہے اور تاریخی نام اس کا تواریخ حبیب الٰہ ہے۔''[۱]

یہ کتاب مفتی صاحب نے محض اپنی یادداشت کے بل بوتے پر تحریر کی۔ وطن واپس آ کر اصل مآخذ سے ملایا۔ اردو زبان میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک اعلیٰ درجے کی کتاب ہے۔ ''تواریخِ حبیب الٰہ'' کے علاوہ آپ نے انہی ایامِ اسیری میں علم الصیغہ کے نام سے عربی صرف کے موضوع پر ایک گرانقدر رسالہ ۱۲۷۶ھ میں ترتیب دیا۔ اس رسالے کا سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایں رسالہ ایست در علم صرف کہ بپاس خاطر شفیق محسن مجمع محاسن حافظ وزیر علی صاحب بجزیرۂ انڈمین بمعرضِ تحریر در آمد۔ و رود حقیر در آں جزیرہ از نیرنگِ تقدیر بودہ و کتابے از ہیچ علم نزدِ خود نداشت۔''[۲]

مفتی صاحب نے انہی ایام اسارت میں ایک انگریز کی فرمائش پر عربی کی ضخیم کتاب تقویم البلدان کا اردو ترجمہ بھی کیا جو دو سال کی مدت میں مکمل ہوا اور یہی ترجمہ آپ کی رہائی کا باعث بنا۔[۳]

رہائی: ۱۲۷۷ھ میں تقویم البلدان کے اردو ترجمے کے صلے میں چار سالہ قیدِ فرنگ سے رہائی نصیب ہوئی۔ انڈمان سے واپسی پر اپنی بیش قیمت کتب ورسائل کے علاوہ علامہ فضل حق خیر آبادی کے رسائل الثورۃ الہندیہ'' اور فتنۃ الہند'' بھی ساتھ لائے اور آپ کے نامور فرزند مولانا عبدالحق کے سپرد کیے[۴] اس طرح یہ بیش قیمت تاریخی نوادرات۔ جن سے جنگِ آزادی میں علمائے دین کے عدیم النظیر کردار پر روشنی پڑتی ہے اور اس جنگ کے مقاصد ونتائج کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔ محفوظ ہو گئے۔ آپ کے شاگرد رشید اور نامور عالم دین حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے اس پُر مسرت موقع پر تاریخ کہی اور خود کاکوری پہنچ کر پیش کی۔

چوں بفضلِ خالقِ ارض وسما اوستادم شد ز قید غم رہا
بہر تاریخ خلاصِ آنجناب بر نوشتم اِنّ اُستاذِی نَجا''[۵]
۱۲۷۷ھ

بعض روایات کے مطابق رہائی کے بعد حکومت نے بحالی ملازمت اور صدر الصدور کے منصب پر ترقی دینے کی پیشکش کی جسے اُن کی غیرتِ ملی نے قبول نہ کیا۔ سرکاری افسر کے زیادہ مجبور کرنے پر بادل ناخواستہ یہ پروانہ ملازمت لے لیا۔ لیکن حج کے لیے جہاز پر سوار ہو کر اس کو مسکراتے ہوئے پھاڑ کر اسے ہمیشہ کے لیے سمندر کی لہروں کے سپرد کر دیا۔[۶]

مدرسہ فیض عام: علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی نے وطن واپس آ کر کانپور میں مستقل قیام کیا اور یہیں ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں فیض عام کے نام سے ایک دینی مدرسے کی بنیاد

---

۱ تواریخ حبیب الٰہ ص ۲۔ ۲ علم الصیغہ ص ۲۔ ۳ استاذ العلما ص ۱۴۔ ۴ باغی ہندوستان ص ۱۵۴ جنگ آزادی ۱۸۵۷ ص ۴۳۸۔ ۵ استاذ العلما ص ۱۴۔ ۶ معارف ج ۶۹، ش ۳ بحوالہ تذکرۂ مصنفین درس نظامی ص ۱۸

Scanned with CamScanner

رہی اور پھر سے زندگی کے تلخ ترین ایام اسارت گزارنے کے بعد اشاعتِ علم دین میں مصروف ہو گئے۔ مفتی صاحب علم دین کی اشاعت اور اسلامی علوم وفنون کی ترویج کے ساتھ کس قسم کے افراد تیار کرنا چاہتے تھے۔ گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کے مجلّہ ''علم وآگہی'' کے خصوصی شمارے ''ادارے'' میں اس کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

''اس زمانے میں مفتی صاحب کی ساری توجہ مدرسہ فیض عام کی ترقی اور اسلامی علوم وفنون میں کامل تعلیم وتربیت سے مزین ایسے افراد کی تیاری پر مرکوز تھی جو سائنٹیفک بنیادوں پر مختلف میدانوں میں اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی خدمات سرانجام دے سکیں۔''[1]

اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے مفتی صاحب نے جس خصوصی انہماک اور محنت کا مظاہرہ کیا تاریخ میں اس کی کم ہی مثالیں ملتی ہیں۔ یہ آپ ہی کے حُسن سیرت اور حسن اخلاق کا فیضان تھا کہ اس مدرسے میں برِصغیر کے نامور علما اور آپ کے شاگرد تعلیم وتدریس سے وابستہ ہو گئے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے مولوی سید حسین شاہ، واصف بخاری، مولانا لطف اللہ علی گڑھی، نواب عبدالعزیز اور مولوی سید عزیز الدین شکارپوری نے اپنے استاد محترم کے سامنے تدریسی فرائض انجام دینے شروع کیے۔ مؤلف ''استاذ العلماء'' لکھتے ہیں:

''مفتی صاحب شاگردوں کی بہاریں دیکھ کر باغ باغ ہوتے تھے۔ بالآخر مولوی سید حسین شاہ صاحب کو مدرس اوّل اور مولوی لطف اللہ صاحب کو مدرس ثانی مقرر فرما کر حج کو روانہ ہو گئے۔''[2]

مفتی صاحب مرحوم کا قائم کیا ہوا یہ مدرسہ ''مدرسہ فیض عام'' فیض عام انٹرمیڈیٹ کالج کی شکل اختیار کر چکا ہے۔[3]

سفرِ حرمین اور وصال:

حج بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش مفتی صاحب کے دل میں ایک عرصے سے مچل رہی تھی۔ جس کا اظہار اپنی کتاب ''علم الصیغہ'' کے آخر میں ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

''حقیر گناہگار، نامہ سیاہ، تباہِ روزگار را از مکارہ دنیویہ برآوردہ۔ عافیت تامہ عنایت فرمودہ۔ برآستانۂ خود وآستانہ حبیب خود برساند۔''[4]

مفتی صاحب کی یہ دیرینہ خواہش ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء میں پوری ہوئی اور آپ حج حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے۔ قافلے کا امیر بھی آپ ہی کو منتخب کیا گیا۔ جہاز سرزمینِ حجاز میں پہنچ کر جدّہ کے قریب ناموافق آب وہوا کی وجہ سے بھٹک گیا اور ایک چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ آفتاب شریعت و ماہتابِ طریقت بطل حریت حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی بحالت نماز احرام باندھے سمندر کی لہروں کی نذر ہو کر مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ یہ حادثۂ فاجعہ ۱۷ رشوال ۱۲۷۹ھ/۱۷ اپریل ۱۸۶۳ء کو پیش آیا جب آپ کی عمر صرف باون سال تھی۔[5]

عملی سرگرمی:

حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی کی تمام تر حیاتِ مستعار تبلیغ واشاعت علم دین سے عبارت ہے۔ آپ نے جہاں بہت سی کتب ورسائل کے ذریعے علم دین کی ترویج

---

[1] علم وآگہی (۷۵-۱۹۷۴ء) ص ۳۳۳۔ [2] استاذ العلماء ص ۱۴۔ [3] تذکرہ مصنفین درس نظامی ص ۱۴۱۔ [4] علم الصیغہ ص ۱۰۰۔ [5] استاذ العلماء ص ۱۵۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۴۴۸، حیات وحید الزماں ۱۸، مہر منیر ص ۴۷۔

واشاعت میں حصہ لیا وہاں آپ نے عملی میدان میں جہادِ آزادی میں بھی بھر پور حصہ لیا جس کے صلے میں چار سال تک جزیرہ انڈمان میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ علی گڑھ کے قیام سے لے کر مدرسہ فیض عام کانپور تک کی تاریخ کا مطالعہ مفتی صاحب کی جہد مسلسل کی گواہی دیتا ہے۔ وہ جہاں اشاعتِ دین میں سرگرم رہے وہاں انھوں نے عام مسلمانوں کی اصلاح و ترقی اور فکر و نظر میں وسعت پیدا کرنے کے سلسلہ میں بھی بہت سا کام کیا۔ بریلی میں قیام کے دوران ''جلسۂ تائید دین متین'' کے نام سے ایک اصلاحی ادارہ قائم کیا۔ جس نے عام مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کے لیے بہت سی خدمات سرانجام دیں۔ مؤلف ''جنگ آزادی ۱۸۵۷ء'' نے آپ کی ان خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''مفتی صاحب نے اپنی صدارت میں بریلی میں دینی لٹریچر کی نشر واشاعت کے لیے ایک انجمن کی بھی تشکیل کی تھی۔ جس میں بریلی، بدایوں، پیلی بھیت، مراد آباد، آنولہ، امروہہ وغیرہ کے امراء و شرفاء کی امدادی رقوم سے لٹریچر تیار کر کے تقسیم کیا جاتا تھا۔ اور زیادہ تر یہ کتابیں مفتی عنایت احمد کاکوروی کی تالیف ہوتی تھیں۔ یہ کتابیں اصلاحی اور تبلیغی تھیں اور حقیقت یہ ہے کہ جنگ آزادی سے پہلے ہندوستان کے مسلمانوں کی سب سے پہلی یہ اصلاحی انجمن تھی۔''[1]

مہارت علوم: حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی علم و فضل کے بحر بے کنار تھے۔ ایام اسیری میں بھی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کی یادداشت کس قدر تیز تھی اس کا اندازہ ''تواریخ حبیب الٰہ'' سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے محض اپنی یادداشت اور حافظے کے بل بوتے پر تحریر کی تھی۔ عربی زبان میں آپ کی مہارت تامہ کا اندازہ اُن کتب سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جن کا آپ نے اردو ترجمہ کر کے اردو نثر میں گرانقدر اضافہ کیا۔ عربی سے آپ کی گہری واقفیت کے سلسلے میں آپ کی نامکمل تالیف ''لوامع العلوم واسرار العلوم'' کا ذکر کیا جاسکتا ہے جس میں چالیس مختلف علوم و فنون کا خلاصہ پیش کرنا مقصود تھا اور تمام کتاب کو بے نُقط حروف میں لکھنا۔ لیکن زندگی نے وفا نہ کی اس لیے اسے مکمل نہ کر سکے۔ حج کے سفر میں اصل مسودہ بھی ساتھ لے گئے تھے اس لیے یہ نامکمل مسودہ بھی سمندر کی لہروں کی نذر ہو گیا۔

علم ہیئت و ہندسہ میں آپ کی مہارت تامہ کے سلسلے میں آپ کی تصنیف مواقع النجوم کو پیش کیا جاسکتا ہے جس کا موضوع ہیئت جدید (فیثاغورس) تھا جسے ہیئت کے ماہر انگریزوں نے بھی تحسین کی نظروں سے دیکھا ہے۔

اسلامی علوم (جن میں قرآن وحدیث، فقہ و تفسیر شامل ہیں) میں آپ کی مہارت کلیہ کے لیے آپ کی دوسری کتب و رسائل کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ جن کی تعداد موجودہ تحقیق کے مطابق بیس سے زائد ہے۔ آپ کے کمالاتِ علمیہ کے ساتھ ساتھ آپ کی برجستہ گوئی اور ذوق شعری کے بھی بے شمار واقعات ملتے ہیں۔

''معارف'' جلد ۶۹ شمارہ ۳ سے ایک واقعہ مؤلف ''تذکرہ مصنفین درس نظامی'' نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

''ایک دفعہ کچھ افراد بیٹھے اس مصرعہ کی خوبی سے لطف اٹھا رہے تھے اور گرہ لگانے کی

---

[1] جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ص ۱۱۸۔ علم و آگہی (۷۵۔۱۹۷۴ء) ص ۳۳۲

''ایک دفعہ کچھ افراد بیٹھے اس مصرعہ کی خوبی سے لطف اٹھا رہے تھے اور گرہ لگانے کی فکر میں غلطاں تھے۔''

سحر برخاستم از خواب و بوسیدم درِ خود را

اتنے میں مفتی صاحب تشریف لے آئے۔ انھوں نے مصرعہ سن کر فی البدیہہ مصرع لگا کر شعر مکمل کر دیا۔

برشب درخواب دیدم بردرِ خود دلبر خود را — سحر برخاستم از خواب و بوسیدم در خود را[1]

تصانیف: حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی کثیر التصانیف مصنف تھے۔ آپ کی کتابیں جہاں اردو نثر کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہیں وہاں ان کے موضوعات میں خاصا تنوع اور رنگارنگی بھی پائی جاتی ہے۔ آپ کے منفرد اسلوب تحریر کا ذکر کرتے ہوئے نواب محمد حبیب الرحمٰن شروانی لکھتے ہیں:

''اردو میں بہت سے مفید عام رسالے جن کے نام عموماً بے تکلف اور تاریخی ہیں۔ عام مولویوں کی روش کے خلاف ان رسالوں کی زبان صاف اور بامحاورہ ہے۔ مضامین عملی اور اخلاقی ہیں۔ اس زمانہ کی مقبولِ عام روش سے بچ کر پیرایۂ بیان ایسا اختیار کیا ہے جو دلنشیں ہے دلپذیر ہے۔ ہنگامہ آرائی سے پاک ہے۔ خلاصہ یہ کہ مصری کی ڈلیاں بھڑوں کے چھتے میں نہیں رکھی ہیں۔''[2]

آپ کی ان کتب کے علمی اور تحقیقی ہونے کے سلسلے میں اتنا عرض کرنا ہی کافی ہے کہ آج تک کسی بھی کتاب پر کسی بھی عالم اور مصنف نے اعتراض کے طور پر قلم نہیں اٹھایا بلکہ آپ کی ان شاہکار کتابوں کے بعض مؤلفین نے جابجا حوالے دے کر اپنی تصانیف کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔[3] آپ کی کچھ کتابوں کو عہدِ حاضر کے بعض علما نے نام کی تبدیلی اور مواد کے معمولی رد و بدل کے ساتھ اپنے نام سے بھی شائع کرایا ہے۔[4] آپ کی تمام تصانیف کے نام تاریخی ہیں:

(۱) علم الفرائض (۲) ملخصات الحساب (۳) تصدیق المسیح (۴) الکلام المبین فی آیاتِ رحمۃ للعالمین (۵) ضمان الفردوس (۶) رسالہ در مذمت میلہ ہا (۷) بیان شب قدر (۸) محاسن العمل الافضل (در بیان نماز) (۹) ہدایت الاضاحی (۱۰) فضائل درود و سلام[5] (۱۱) الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید (۱۲) احادیث الحبیب المتمر کہ (۱۳) تواریخ حبیب الٰہ[6] (۱۴) خجستہ بہار (نثر فارسی بہ انداز گلستان) (۱۵) وظیفہ کریمہ (۱۶) علم الصیغہ (۱۷) فضائل علم و علماے دین (۱۸) ترجمہ تقویم البلدان (۱۹) نقشہ مواقع النجوم۔

مؤلف ''استاذ العلماء'' نے آپ کے ان تین کتابوں پر حواشی لکھنے کا ذکر بھی کیا ہے:

(۲۰) شرح ہدایۃ الحکمۃ صدر شیرازی (۲۱) تصدیقات حمد اللہ (۲۲) شرح چغمینی[7] (۲۳) زینت القاری (۲۴) لوامع العلوم و اسرار العلوم (نامکمل)[8]

تلامذہ: علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی کے تلامذہ کی فہرست بنانا بذاتِ خود ایک موضوع تحقیق ہے۔ آپ نے علی گڑھ اور کانپور کے مدرسوں کے علاوہ سرکاری ملازمت کے دوران بھی علم و ادب

---

[1] تذکرہ مصنفین درس نظامی ص ۱۸۲ [2] استاذ العلماء ص ۱۵ [3] اس سلسلے میں مولانا اشرف علی کی کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ [4] یہاں کسی کی توہین مقصود نہیں، محض ظاہر کرنا ہے کہ سچائی کو کسی طور پر چھپایا نہیں جاسکتا۔ [5] مرکزی مجلس رضا کی جانب سے دوبارہ شائع ہو رہی ہے۔ [6] مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ کی جانب سے دوبارہ شائع ہو رہی ہے۔ [7] استاذ العلماء ص ۱۵۔ [8] مسودہ سفر حج میں شہادت کے ساتھ ہی ضائع ہو گیا۔

کی شمع کو فروزاں رکھا۔ آپ کے ایک شاگرد مولانا سید حسین شاہ بخاری نے ہدایہ کی تعلیم آپ سے اس وقت حاصل کی جب آپ مفتی منصف کے عہدے پر علی گڑھ میں فائز تھے۔ شاہ صاحب مولانا کے طریق تدریس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے:

"مفتی صاحب مجھ کو ہدایہ اجلاس میں پڑھاتے۔ میں حاضر رہتا جب دوران مقدمہ فرصت ملتی اشارہ ہوتا۔ میں پڑھنا شروع کر دیتا۔ اسی اثنا میں پھر کام میں مصروف ہو جاتے۔ باوجود اس کے ایسا پڑھایا کہ ساری عمر اُس کی یاد رہی۔"[1]

مورخین آپ کے جن شاگردوں کے نام تاریخ میں درج کر سکے ہیں اُن میں مولانا وحید الزماں[2]، مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی[3]، مولوی سید حسین شاہ بخاری مصنف "خلعۃ الہنود" نواب عبدالعزیز خاں، مولوی سید عزیز الدین شکارپوری، قاضی عبدالجمیل اور مولوی فدا حسین شامل ہیں۔"[4]

خراجِ تحسین: حضرت علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی کے علم و فضل، سیرت و کردار اور کارہائے نمایاں کا ہر دور میں اعتراف کیا گیا ہے۔ چند نامور اہلِ قلم اور صاحبانِ علم و فضل کی آراء یہاں پیش کی جاتی ہیں:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں آپ کے علم و فضل اور شخصیت و کردار کے کس قدر معترف تھے اس کا اندازہ اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے جسے مؤلف "استاذ العلماء" نے ان الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے:

"اس موقع پر جو رسالہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے پیش کیا تھا اُس میں مفتی عنایت احمد کاکوروی صاحب، مولوی لطف اللہ صاحب اور مولوی احمد حسین صاحب کی بڑی شاندار الفاظ میں مدح و ثنا کی تھی۔"[5]

ممتاز مؤرخ محمد علی حیدر نے اپنی تالیف "تذکرہ مشاہیر کاکوری" میں ان الفاظ کے ذریعے آپ کی ہمہ گیر شخصیت کا احاطہ کیا ہے:

"یہ نہایت ہی متقی و متورع و متبحر فاضل تھے۔ علمائے ربانیین میں شمار کیے جاتے تھے۔"[6]

مؤلف تذکرہ مشاہیر کاکوری کے بقول آپ کی علم ہیئت کے موضوع پر کتاب "نقشہ مواقع النجوم" کی تالیف کے صلے میں آپ کو حکومتِ وقت کی طرف سے خان بہادر کا خطاب دیا گیا تھا۔[7]

لیکن اس روایت کی تصدیق کسی دوسرے ماخذ سے نہیں ہوتی۔ ویسے بھی علمی خدمات کے اعتراف میں شمس العلماء یا ایسا ہی کوئی خطاب ملنا چاہیئے تھا۔ خان بہادر کا خطاب اس مقصد کے لیے نہیں دیا جاتا تھا۔

مولانا فیض احمد فیض گولڑوی آپ کی شخصیت و کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ ایک اعلیٰ پیمانہ کے مصنف و مدرّس ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مدبّر اور مجاہد بھی تھے۔"[8]

1۔ استاذ العلماء ص ۱۲۔ 2۔ آپ کی سوانح حیات وحید الزماں کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ 3۔ آپ کی سوانح استاذ العلما کے نام سے حال ہی میں مکتبہ قادریہ لاہور نے دوبارہ شائع کیا ہے۔ 4۔ استاذ العلماء ص ۴۷۔ 5۔ استاذ العلماء ص ۱۲۔ 6۔ 7۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری ص ۲۹۰۔ 8۔ مہر منیر ص ۱۴۔

جناب عبدالشاہد خاں شروانی مترجم الثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان) آپ کی تالیفات ''تواریخ حبیب ا
اور ''علم الصیغہ'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان دونوں کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کے سینے علم کے سفینے بن گئے تھے۔ تاریخی یادداشت، ترتیب واقعات، قواعد فنون، ضوابط علوم سبھی حیرت انگیز کرشمے دکھارہے ہیں۔''[۱]

پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری آپ کے حالات وتصانیف کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے ایک لافا
شاہکار ''تواریخ حبیب الہ'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''اردو زبان میں سیرت مبارکہ پر شمالی ہند میں یہ پہلی قابلِ ذکر کتاب ہے۔''[۲]

مؤلف ''سخنورانِ کاکوری'' نے آپ کی عظیم شخصیت اور کارہائے نمایاں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''وہ اگرچہ شہید ہوئے لیکن آج بھی اُن کا فیض جاری ہے۔ انکی زندگی اس مصرعہ کی مصداق تھی۔ ''صلۂ شہید کیا ہے تب وتابِ جاودانہ۔''[۳]

دورِ حاضر کے قادر الکلام شاعر امیر البیان سہروردی نے بطل حریت مفتی عنایت احمد کاکوروی کو خرا
عقیدت پیش کرتے ہوئے جو منقبت لکھی ہے اس کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

اللہ اللہ اس رہِ حق کے مسافر کا چلن — جو رہا باطل کے ہر ظلم وستم پر خندہ زن
وہ نشانِ عظمت اسلام، بطل حریت — جس کی ٹھوکر میں رہا تاج سلاطین زمن
شیر دل، بے باک، جرأت آزما، جنگ آشنا — مردِ میداں، قوّت بازوئے حق، باطل شکن
موت کا رسیا، طلبگار شہادت، مرد حق — زندگی سے کھیلنے والا شہید بے کفن
جس نے بنیادیں ہلادیں قصرِ استعمار کی — کاٹ ڈالے جس نے محکوموں کے زنجیر ورسن
کعبۂ اہلِ صفا و قبلۂ اربابِ دین — ماحیِ کفر وضلالت، حامیِ دینِ حَسَن
تادمِ آخر عنایت جس پہ احمد کی رہی — اب بھی جس کی قبر پر ''بے سایہ'' ہے سایہ فگن

جس سے تاریخ جہادِ حریت تابندہ ہے
نام جس کا زندہ ہے جس کا عمل پائندہ ہے [۴]

---

۱ باغی ہندوستان ص ۱۵۴ ۔ ۲ جنگ آزادی ص ۱۸۵۷ء ۔ ۳ سخن وران کاکوری ص ۲۷۲ ۔ ۴ ترجمان اہل سنت جنگ آزادی (۱۸۵۷ء نمبر) ص ۱۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ اور سبب تالیف

از مصنف: حضرت مفتی **عنایت احمد** کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ہزار ہزار حمد ہے بارگاہ رب العزت میں جس نے سب سے پہلے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا، اور اس نور سے سارے عالم کو وجود بخشا۔ بے شمار درود وسلام نازل ہو محبوب خدا جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جن کی بدولت گم گشتگانِ راہ ہدایت یاب ہوئے، اور ان کی آل واصحاب پر جن کی سعی وکاوش سے دین قوی اور مضبوط ہوا، اور قیصر[1] وکسریٰ[2] تھرتھرا اُٹھے۔

بعد حمد وصلوٰۃ نیازمند بارگاہ رب الصمد المعتصم بذیل سید الانبیا محمد عنایت احمد غفرلہ الاحد عرض پرداز ہے کہ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک حالات کی معرفت، سعادت وبرکت کا سبب ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

عِنْدَ ذِکْرِ اَولیاءِ الله تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ. اولیاء اللہ کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب اولیاء اللہ کے ذکر کے وقت رحمتوں کا نزول ہوتا ہے تو ہمارے آقا جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت اس سے کہیں زیادہ رحمتیں نازل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : (آل عمران پ ۳ ع ۱۲)

اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی آپ کے حالات پر مطلع ہوئے بغیر ممکن نہیں اور سیرت رسول سے واقفیت بندے کے مقبول ومحبوب خدا ہونے کا سبب ہے اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ۔

لہٰذا راقم حروف نیرنگ تقدیر سے فی الحال ''جزیرہ پورٹ بلیر انڈمین'' میں محبوس ہے، اس زمانے میں شفیق غمگسار، مصدر عنایت برحال زار، حکیم محمد امیر خاں صاحب نیٹو ڈاکٹر کی خاطر سیرت میں اس نے یہ رسالہ لکھا جس کا تاریخی نام ''تواریخ حبیب الٰہ'' (۱۲۷۵ھ) ہے۔ واضح رہے کہ اس وقت ناچیز کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، صرف یادداشت پر اعتماد کر کے لکھا ہے[3]

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. اے ہمارے رب! تو ہماری (یہ کاوش) قبول فرما تو سننے والا دانا ہے۔

یہ رسالہ تین باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

باب اول: نور مبارک، ولادت باسعادت، طفولیت، شباب، آغاز نبوت، اور ہجرت کے بیان میں۔

---

[1] قیصر: فارس کا بادشاہ۔ جمع قیاصرہ ۱۲۔ [2] کسریٰ: روم کا بادشاہ۔ جمع اکاسرہ ۱۲۔ [3] اس کے بعد رسول کریم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے اس بلا سے نجات ملی، وطن واپسی کے بعد کتاب کی حرف بحرف کتب احادیث وسیر سے مطابقت کر لی۔

Scanned with CamScanner

باب دوم: ہجرت سے وفات تک کے حالات میں۔
باب سوم: حلیہ مبارکہ، اخلاق کریمہ اور معجزات کے بیان میں۔
خاتمہ: شفاعت کبریٰ کے بیان میں۔
ہر باب کو متعدد فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اول:

پہلی فصل: نور مبارک ولادت باسعادت

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ یعنی اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا، نیز کتب احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کے نور کو پیدا کیا اور اس نور سے پوری کائنات کو وجود بخشا، آسمان، زمین، ستارے، چاند، سورج، اور تمام انبیا و اولیا اسی نور کے پرتو ہیں اور حقیقت محمدی سب کا منشا۔

ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے، یعنی خدائے تعالیٰ نے سب سے پہلے ہمارے سرکار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی، اگرچہ آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا۔

آسمان و زمین اور دیگر چیزوں کی پیدائش کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے زمین میں اپنا خلیفہ اور نائب بنانا چاہا، اور نور محمدی سے عالم کو روشنی بخشنا چاہا تو اس نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اور نور محمدی ان کی پیشانی میں ظاہر فرمایا۔ پھر وہ نور حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا، آپ بڑے ہی برگزیدہ پیغمبر، آدم علیہ السلام کے جانشین اور ان کی اولاد میں اشرف و اکرم تھے، پھر وہ نور اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا ہوا سارے عالم کے سردار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کی صلب اطہر میں پہنچا۔

انبیاے کرام میں سے حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام ہمارے آقا کے اجداد میں ہیں۔ اور آپ کے آباء و اجداد اس نور مبارک کی برکت سے ہمیشہ رئیس اعظم اور معظم و مکرم رہے، اور اس نور کی عظمت و برکت ان کے چہروں سے نمایاں تھی۔

اصحاب فیل کا واقعہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی تعظیم:

جب اصحاب فیل کا بادشاہ ابرہہ خانۂ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تو رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد امجد عبد المطلب قریش کے چند افراد کو لے کر جبل ثَبِیر[۱] پر چڑھ گئے۔ اس وقت نور محمدی عبد المطلب کی پیشانی میں بشکل ہلال نمودار ہو کر اتنا روشن و درخشاں ہوا کہ اس کی شعاع سے خانۂ کعبہ منور و تاباں ہو گیا۔ عبد المطلب نے یہ کیفیت دیکھ کر قریش سے کہا کہ یہ نور جو میری پیشانی سے چمک کر خانۂ کعبہ پر اپنی روشنی بکھیر رہا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ ہم غالب رہیں گے۔

---

[۱] ثبیر: "ث" کے زبر اور "ب" کے زیر کے ساتھ، مکہ معظمہ میں کئی پہاڑیاں ہیں اضافت سے ان کی تمیز ہوتی ہے۔ جیسے: ثبیر الخضراء، ثبیر الزنج وغیرہ کذا فی القاموس۔ ۱۲ منہ

Scanned with CamScanner

ابرہہ کے لشکریوں نے عبدالمطلب کے اونٹ پکڑ لیے تھے، انھیں حاصل کرنے کے لیے عبدالمطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے چہرے سے عظمت و بزرگی نمایاں تھی۔ ابرہہ دیکھتے ہی تخت سے تعظیم و تکریم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، اور عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھایا، اور پوچھا آنے کا مقصد کیا ہے؟ آپ نے کہا کہ آپ کے فوجی میرے اونٹ پکڑ لائے ہیں، انھیں کے لیے حاضر ہو گیا ہوں۔ ابرہہ نے فوراً انھیں اونٹ واپس کرنے کا حکم دیا، اور کہا کہ تمہاری عزت وعظمت میرے دل میں اس طرح جاگزیں ہو چکی تھی کہ اگر تم کعبہ کی حفاظت کے سلسلے میں کوئی بات کرتے تو میں اسے منہدم نہ کرتا، عبدالمطلب نے کہا یہ گھر خدا کا ہے، وہ خود ہی اس کو بچائے گا۔ چنانچہ جب بادشاہ کا لشکر ہاتھیوں پر سوار ہو کر کعبہ کی طرف بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر طیرِ ابابیل کو بھیجا اور ان پرندوں نے سارے لشکریوں کو ہلاک و تباہ کر دیا۔

حاصل کلام نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی عظمت و بزرگی تھی کہ اس کے سبب بڑے بڑے بادشاہ ہیبت زدہ ہو جاتے اور تعظیم و تکریم بجالاتے۔

چاہ زمزم کا سراغ اور حضرت عبداللہ کی قربانی: عبدالمطلب نے خواب میں چاہ زمزم کی جگہ دیکھی، چاہ زمزم کی اصل تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہے، جب ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام انھیں اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بے آب و گیاہ میدان میں بحکم الٰہی چھوڑ آئے، اور گزارے کے لیے ایک مشک پانی اور کچھ چھوہارے دے گئے، پانی ختم ہونے کے بعد جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بے قرار ہوئے تو اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پَر مارنے سے یہ پانی نکلا، اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے گھیر دیا تو اس کی صورت ایک کنویں کی ہو گئی۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہاجرہ پانی نہ گھیرتیں تو اس پانی سے سارا عالم سیراب ہوتا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانے کے بعد ایک مدت تک یہ کنواں رہا۔ پھر پٹ گیا، یہاں تک کہ لوگ وہ جگہ بھول گئے۔ عبدالمطلب نے وہ جگہ خواب میں دیکھی اور اسے کھودنے کا ارادہ کیا تو قریش نے رکاوٹ پیدا کر دی اور لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ اس موقع پر عبدالمطلب کا کوئی معاون نہ تھا ان کی اولاد بھی ایسی نہ تھی جو ساتھ دے سکے، صرف ایک بیٹا تھا، وہ اور عبدالمطلب قریش سے لڑے، بفضلہٖ تعالیٰ غالب ہوئے اور چاہ زمزم کی کھدائی شروع کر دی۔ اس دن عبدالمطلب کو قلتِ اولاد کا کافی رنج ہوا، انھوں نے مَنّت مانی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوں اور میں چاہِ زمزم کھود نکالنے میں کامیاب ہو جاؤں تو ایک بیٹے کو قربان کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو دس بیٹے دیے، اور انھوں نے چاہ زمزم بھی برآمد کر لیا، تب عبدالمطلب نے منت پوری کرنے کے لیے بیٹے کی قربانی پیش کرنا چاہی، تعیین کے لیے قرعہ ڈالا گیا، نام عبداللہ کا نکلا، عبدالمطلب، عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر قربان گاہ لے گئے، اور قربانی کرنا چاہا لیکن قریش مانع ہوئے چونکہ عبداللہ کی پیشانی میں نور محمدی جلوہ گر تھا اس لیے آپ کی خوبصورتی کا جواب نہ تھا۔ انھیں سب چاہتے، بھائی بھی نہیں چاہتے کہ عبداللہ ذبح ہوں۔ آخر کار یہ معاملہ ایک کاہنہ کے پاس گیا اس نے کہا کہ اس طرح قرعہ ڈالو کہ دس اونٹوں کا نام لکھو اور عبداللہ کا نام لکھو اگر اونٹوں کا نام نہ نکلے تو دس اونٹ اور بڑھاؤ اور بڑھاتے جاؤ یہاں تک کہ اونٹوں کے نام پر قرعہ نکلے۔ عبدالمطلب نے ایسا ہی کیا، ہر بار عبداللہ کا نام قرعہ میں نکلتا یہاں تک کہ جب سو اونٹ کی گنتی پوری ہوئی تب اونٹوں کا نام نکلا، عبدالمطلب نے اونٹوں کی قربانی پیش کی اور نذر پوری ہوئی۔

Scanned with CamScanner

حدیث: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَـا ابُـنُ الـذَّبِيُـحَيُـنِ میں دوذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ایک ذبیح سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام مراد ہیں اور ایک سے آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ۔

برکات نبوت: جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت عبداللہ سے منتقل ہو کر آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے شکم اطہر میں آیا اور آپ پُر امید ہو گئیں۔تو اس سال قریش پر بہت ہی زیادہ خیر و برکت کا نزول ہوا۔قحط سالی دور ہوئی ، بارش کا نزول ہوا، اور زمینیں شاداب ہوئیں جس کی وجہ سے قریش نے اس سال کا نام "سَنَةُ الْفَتحِ وَالْاِبْتِهَاجِ" رکھا یعنی فتح اور خوشحالی کا سال۔ابھی حمل کے دو مہینے ہی گزرے تھے کہ حضرت عبداللہ کا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔واقعہ یوں پیش آیا کہ آپ قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام گئے ہوئے تھے، واپسی پر بیمار ہو گئے، اور اپنے ماموں کے پاس مدینہ میں رک گئے ،اور وہیں آپ کی وفات ہو گئی۔

ایام حمل میں آپ کی والدہ ماجدہ کو کوئی تکلیف اور گرانی جیسی کہ حمل والیوں کو ہوا کرتی ہے محسوس نہیں ہوئی۔ اسی دوران آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ تیرے حمل میں ایسا بچہ ہے جو سارے عالم کا سردار ہے، جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام "محمّد" رکھنا، اور وقت ولادت آپ نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس کی روشنی سے انھیں شام کے محلات دکھائی دیے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میری والدہ نے جو دیکھا تو اس سے یہی نور مراد ہے، اور دعائے ابراہیم سے وہ دعا مراد ہے جو حضرت ابرہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مکہ میں کعبہ کی تعمیر سے فراغت کے بعد مانگی تھی۔وہ یہ ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ٥ (پ ۱ : ع ۱۵ : سورة البقرة)	اے رب ہمارے !اور بھیج ان میں ایک رسول انھیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انھیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے ،اور انھیں خوب ستھرا فرمادے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا۔ (کنزالایمان)

اور بشارت عیسیٰ سے وہ بشارت مراد ہے جو انجیل میں ہے، اور سورۂ صف میں اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:

وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِ اسْمُهٗ اَحْمَدُ . (پ۲۸، ع۹ سورة الصف)	اور (میں)ایک پیغمبر کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہو گا۔

Scanned with CamScanner

باب اول:

دوسری فصل:

حالات ولادت

جس سال اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا اسی سال ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت ہمارے آقا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اور آپ کے نور سے سارا عالم روشن ہوا۔

اس رات بہت سے عجائب اور خوارق عادات ظہور پزیر ہوئے، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ نے بیان کیا کہ میں ولادت کی شب حضرت آمنہ کے پاس تھی۔ میں نے دیکھا کہ ستارے لٹک آئے اور زمین حرم سے اس قدر قریب ہوگئے گویا کہ وہ زمین پر گر پڑیں گے۔

(۲) اس شب روئے زمین کے سارے بت سرنگوں ہوگئے۔ یہ بات اہل اسلام کے علاوہ زردشتیوں کی تاریخ میں بھی ملتی ہے۔ زردشتی، مجوسی جو زردشت کو پیغمبر مانتے ہیں۔

(۳) فارس کی آگ جو گبران آتش پرست نے بڑے ہی اہتمام کے ساتھ ہزاروں برس سے روشن کر رکھی تھی وہ بجھ گئی۔

(۴) نوشیرواں بادشاہِ ایران کے ایوان میں زلزلہ آیا، اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔

نکتہ: ستاروں کے زمین سے قریب ہونے میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کی ولادت کے سبب سارے انوار و برکات زمین کی طرف متوجہ ہوگئے جس کی وجہ سے زمین روشن اور منور ہوجائے گی۔ بتوں کا سرنگوں ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس مولود مسعود کے سبب بت پرستی ختم ہوجائے گی۔ آگ کا بجھ جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی وجہ سے آتش پرستی دور ہوجائے گی۔ نوشیرواں کے ایوان میں زلزلہ آنا اور چودہ کنگروں کا گرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خاندان نوشیرواں کی سلطنت ختم ہوجائے گی۔ واضح رہے کہ اس زمانے میں روئے زمین پر اتنی بڑی سلطنت نہیں تھی۔ نیز اس کے خاندان میں چودہ بادشاہ مزید ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نوشیروانیوں کا سارا ملک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں مسلمانوں کے زیر تصرف آیا، اور اس خاندان کا بادشاہ یزدگرد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہلاک ہوا، اس کے بعد ان میں کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔

نکتہ: آپ کے جمعہ کے دن یا ماہ رمضان میں یا کسی اور مشہور و متبرک دن میں پیدا نہ ہونے میں یہ نکتہ پنہاں ہے کہ لوگوں کے ذہن سے یہ بات دور ہوجائے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عظمت و فضیلت دن اور مہینے سے ملی ہے بلکہ آپ جس مہینے اور دن میں پیدا ہوئے اس مہینے اور دن کو آپ کی وجہ سے عظمت و بزرگی نصیب ہوئی، لہٰذا ماہ ربیع الاول کو اور روز دوشنبہ کو آپ کے سبب فضل و شرف حاصل ہوا۔

محفل میلاد: حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلام میں یہ رواج ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد پاک منعقد کی جاتی ہے جس میں ولادت کا بیان اور کثرت سے درود شریف کا ورد ہوتا ہے، اور بطور دعوت شیرینی بھی تقسیم ہوتی ہے۔ یہ عمل باعث خیر و برکت اور رسول عالی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادتِ محبت کا سبب ہے۔

Scanned with CamScanner

بارہویں ربیع الاول کی یہ محفل مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر منعقد ہوتی ہے اور مکہ معظمہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائے پیدائش پر۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی [رحمۃ اللہ علیہ] نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ میں اس محفل میں حاضر ہوا جو مکہ معظمہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائے ولادت پر منعقد ہوئی تھی، اس میں ولادت اور وقت ولادت کے خوارق عادات کا بیان ہو رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ محفل سے یکبارگی کچھ انوار بلند ہوئے، میں نے اس پر غور وفکر کیا تو انکشاف ہوا کہ یہ فرشتوں کے انوار تھے، جو اس طرح کی مبارک محفلوں میں حاضر ہوا کرتے ہیں، اس کے علاوہ رحمت خداوندی کے اور بھی انوار وبرکات منکشف ہوئے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ بہ تقاضائے محبت رسول محفل میلاد منعقد کیا کریں، اور اس میں شریک ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ خلوص نیت سے کریں اس میں ریا اور نمائش کا کوئی دخل نہ ہو، نیز اس میں صحیح اور معتبر روایات ہی بیان کی جائیں۔ اکثر لوگ جو اس محفل میں صرف شعر خوانی ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ یا غیر معتبر روایات بیان کرتے ہیں یہ عمل اچھا نہیں، اور علما نے یہ بھی لکھا ہے اس میں وفات شریف کا ذکر نہ کیا جائے اس لیے کہ یہ محفل میلاد شریف کی خوشی میں منعقد ہوتی ہے، اس میں غم جانکاہ کا بیان نازیبا ہے حرمین شریفین میں اس موقع سے ذکر وفات کی عادت بالکل نہیں۔

باب اول:

تیسری فصل: ایام رضاعت اور زمانہ طفولیت

ہمارے آقا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا، پھر ابولہب کی باندی ثُوَیبَہ کا دودھ پیا۔ ثُوَیبَہ نے محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری جب ابولہب کو دی تو ابولہب نے خوشی میں اسے آزاد کر دیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابولہب کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا اور خیریت پوچھی تو اس نے کہا سخت عذاب میں مبتلا ہوں، مگر دوشنبہ کی شب عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ وہ اس لیے کہ میں نے اپنی باندی ثُوَیبَہ کو محمد بن عبداللہ کی ولادت کی خوشخبری سنانے کے صلے میں انگشتہائے شہادت و وسطیٰ کے اشارے سے آزاد کیا تھا تو اس کا ثمرہ مجھے یہ ملا کہ ان دونوں انگلیوں کے درمیان سے کچھ پانی چوسنے کو مل جاتا ہے جس سے میں راحت محسوس کرتا ہوں۔

محدثین کرام نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کے اظہار پر ایک ایسے کافر کے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے جس کی قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ مذمت فرمائی تو جو مسلمان آپ کی ولادت باسعادت کی خوشی منائے تو اسے کتنے ثواب وبرکات سے نوازا جائے گا۔ (اللہ ہی بہتر جانتا ہے)

Scanned with CamScanner

محمد عربی ﷺ حلیمہ کی گود میں: ثویبہ کے بعد آپ کو حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ عرب کا دستور تھا کہ رئیس گھرانے کے لوگ اپنے بچوں کو دائیوں کے حوالے کردیتے وہ اپنے گھر لے جاتیں اور انھیں دودھ پلاتیں، ایام رضاعت ختم ہونے کے بعد وہ انھیں ان کے والدین کے پاس پہنچادیتیں، اور بچوں کے والدین انھیں انعام واکرام سے نوازتے۔

حلیمہ سعدیہ جو طائف کے ایک نواحی قبیلہ سعد کی رہنے والی تھیں، شیر خوار بچہ کے لیے عورتوں کے ساتھ مکہ آئیں، ساتھ والیوں نے مالداروں کے بچے لے لیے اور آمنہ کے بیٹے کو یتیم سمجھ کر چھوڑ دیا۔ حلیمہ سعدیہ کی قسمت بیدار تھی یہ سعادت ان کے حصے میں آئی جب وہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گود میں لے کر چلی ہیں تو اسی وقت سے برکتوں کا ظہور بھی شروع ہوگیا۔ حلیمہ کی گھوڑی لاغری اور کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتی تھی جب آپ حضرت حلیمہ کے ساتھ اس پر سوار ہوئے تو وہ ایسی تیز رفتار ہوگئی کہ قافلہ کی ساری سواریوں سے آگے نکل گئی، اور جب آپ حلیمہ کے گھر پہنچے تو وہ گھر فیوض وبرکات کا گہوارہ بن گیا۔ حلیمہ کی بکریاں خوب تازہ اور فربہ ہوگئیں۔ اس وقت لوگ قحط سالی کے شکار تھے ان کے مویشی جنگل سے بھوکے واپس آتے جس کی وجہ سے لاغر رہتے۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے۔ تم بھی اپنی بکریاں وہیں چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں۔ دیکھو وہ کیسی شکم سیر ہوکر آتی ہیں اور کتنی تازہ وفربہ ہیں۔

ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داہنی پستان سے دودھ پیتے، اور بائیں اپنے رضاعی بھائی یعنی حلیمہ کے بیٹے کے لیے چھوڑ دیتے، گویا کہ بچپن ہی سے عدالت آپ کی فطرت میں موجود تھی۔

بچپن میں آپ نے پیشاب پائخانہ کبھی کپڑے میں نہیں کیا، بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے، انھیں وقتوں میں آپ کو پیشاب پائخانہ کرادیا جاتا۔ کبھی سترعورت برہنہ نہ ہوا اور اگر اتفاقاً کبھی کپڑا اٹھ بھی گیا تو فرشتے ستر چھپادیتے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ چاند آپ کے اشارے پر جھک جاتا اور آپ کو رونے سے بہلاتا۔ محدث صابونی نے اسے باب معجزات میں حَسَن لکھا ہے۔

شقِ صَدر: جب آپ چلنے کے قابل ہوگئے اور عمر دوسال کی ہوگئی تو حلیمہ کے لڑکوں کے ساتھ بکریاں چرانے جاتے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ آپ جنگل میں تھے، دو فرشتے آئے انھوں نے آپ کو چت لٹا کر سینہ مبارک ناف تک چاک کردیا۔ اس میں سے دل نکال کر دھویا اور اسے سکینہ سے پُر کیا، سکینہ پسی ہوئی دوا کی طرح عالم قدس کی کوئی چیز تھی، اس کے بعد دل کو سینے میں رکھ کر شگاف کو بند کردیا۔ اس سے آپ کو تکلیف کا بالکل احساس نہ ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت حلیمہ کا بیٹا گھبرا کر حلیمہ کے پاس گیا اور کہا کہ ہمارے مکہ والے بھائی کا دو آدمیوں نے آکر پیٹ پھاڑ دیا ہے یہ سن کر حضرت حلیمہ جلدی سے وہاں پہنچیں دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں اور چہرے کا رنگ اترا ہوا ہے، پوچھا بیٹا کیا ہوا، آپ نے پورا واقعہ بیان فرمایا۔ پھر آپ انھیں اپنے ساتھ لے کر گھر آئیں، چونکہ اس واقعے سے حضرت حلیمہ گھبرا سی گئی تھیں اس لیے آپ کو آپ کی والدہ کے پاس مکہ پہنچادیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے تفسیر سورۂ الم نشرح میں لکھا ہے کہ شق صدر چار بار واقع ہوا۔ پہلی بار جب آپ حلیمہ کے گھر تھے...... دوسری بار دس برس کی عمر میں جب آپ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والے تھے...... تیسری بار قبل نزول وحی...... چوتھی بار شب معراج میں۔

Scanned with CamScanner

اس میں نکتہ یہ ہے کہ، پہلی بار شق صدر اس لیے تھا کہ لہو ولعب کی محبت جو لڑکوں کے دل میں ہوتی ہے، آپ کے دل سے نکل جائے۔ دوسری بار اس لیے تھا کہ ایام جوانی میں آپ کا دل ایسے کاموں کی طرف رغبت نہ کرے جو نوجوانی کی ترنگ میں مرضیِ مولیٰ کے خلاف سرزد ہوتے ہیں۔ تیسری بار اس لیے تھا کہ آپ کا دل وحی کا بار برداشت کرلے۔ اور چوتھی بار اس لیے تھا کہ آپ کے اندر عالم ملکوت اور عالم لاہوت کے مشاہدے کی طاقت پیدا ہو جائے۔

حضرت آمنہ اور عبدالمطلب کا انتقال: جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر مدینہ میں ایک رشتہ دار کے پاس گئیں، واپسی پر مقام ابواء[1] میں والدہ کا انتقال ہو گیا۔ انھیں وہیں دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش اور کفالت کی، وہ انھیں اپنے بیٹوں سے زیادہ چاہتے اور ہزار جان سے آپ پر عاشق تھے۔ ابھی آپ آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ دادا کا بھی سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اب چچا ابو طالب کی کفالت میں آئے وہ بھی آپ کو بہت چاہتے، اور ہر طرح سے خیال کرتے۔ آپ نے ان کی کفالت میں بڑے ہی حسن وخوبی سے نشو ونما پائی۔

سرکار کے وسیلے سے بارش: آپ کے بچپن میں ایک بار مکہ میں خشک سالی پڑی، ابو طالب آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک میدان میں لے گئے، اور آپ کے وسیلے سے پانی کی دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی برکت سے اتنا پانی برسایا کہ سارا عالم سیراب ہو گیا اور قحط سالی دور ہوگئی، اس کے تعلق سے ابو طالب نے ایک قصیدہ لکھا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالَ الْيَتَامٰى عِصْمَةً لِّلْاَرَامِلِ

وہ گورے رنگ والے جن کے چہرے کی برکت سے ابر باراں کی سیرابی طلب کی جاتی ہے، جو یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

یہ ایک طویل قصیدہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت بیان کی گئی ہے۔

بحیرا راہب اور شہادتِ نبوت: جب آپ کی عمر بارہ سال کی ہوئی تو آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کے سفر میں تشریف لے گئے، اتفاقاً نصرانیوں کے راہب بحیرا کی خانقاہ کے پاس قیام ہوا، راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچان لیا اور پورے قافلہ والوں کی ضیافت کی، اور ابو طالب سے کہا کہ یہ پیغمبر ہیں، سارے عالم کے سردار ہیں۔ انھیں ملک شام نہ لے جاؤ، اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) ان کے دشمن ہیں، انھیں قتل کر دیں گے۔ اتنا سننے کے بعد ابو طالب آگے نہیں بڑھے، اپنا مال تجارت وہیں بیچا، کافی نفع حاصل کیا، اور وہیں سے مکہ واپس چلے آئے۔

ترجمۂ مشکوٰۃ میں بروایت ترمذی وحاکم مرقوم ہے کہ جب شام کے نصرانیوں کو یہ معلوم ہوا کہ اس راستے سے سردار دو جہاں کا گذر ہونے والا ہے تو نصرانیوں میں سے سات آدمی آپ کے قتل کے لیے آئے، یہ صورت حال دیکھ کر بحیرا نے ان سے کہا کہ وہ پیغمبر برحق ہیں ان کی اطاعت کرو، اور جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ انھیں مراتب علیا سے سرفراز کرے تو تمہارے ٹالنے سے نہیں ٹل سکتا، اور یہ سن لو کہ تم انھیں کسی قیمت پر مار نہیں سکتے، بحیرا کی یہ گفتگو سن کر وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ اس ناپاک ارادے سے باز رہے۔

---

[1] ابواء: بفتح الف وسکون بائے موحدہ آخر میں الف اور ہمزہ، ایک جگہ کا نام ہے۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ

Scanned with CamScanner

باب اول:

چوتھی فصل: ایام جوانی کے حالات

جب آپ نے جوانی کی منزل میں قدم رکھا، تو ان خلاف تہذیب امور سے دور رہے جو عموماً نوجوانوں میں پائے جاتے ہیں۔ صداقت، امانت، دیانت اور تمام اوصاف حمیدہ واخلاق حسنہ کے آپ حامل تھے، نوجوان آپ کو لہو ولعب کی طرف بلاتے لیکن آپ ان کے ساتھ ہرگز نہ جاتے، قریش کو آپ کی صداقت وامانت کا اعتراف تھا، جس کی وجہ سے وہ آپ کو "امین" کہتے۔

تجارتی سفر اور خدیجہ سے شادی: حضرت بی بی خدیجہ جو قریش کی ایک مالدار اور نیک سیرت خاتون تھیں، ہمارے آقا نے ان سے مال تجارت لیا اور سفر میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ اس سفر میں نسطورا راہب کے پاس سے آپ کا گذر ہوا، اس نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ نبی آخر الزماں ہیں، جن کا ذکر انبیائے سابقین کی کتابوں میں ملتا ہے۔ حضرت خدیجہ کا غلام مُیَسَّرَہ بھی شریک سفر تھا، اس نے اس سفر میں آپ کے بہت سے خرق عادت والی باتیں دیکھی، جب آپ سفر سے واپس آرہے تھے تو حضرت خدیجہ بالا خانے پر بیٹھی ہوئی آمد کا پُر کیف منظر دیکھ رہی تھیں، آپ نے دیکھا کہ سرکار چلے آرہے ہیں اور دو فرشتے ان پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ میسرہ نے بیان کیا کہ میں نے پورے سفر میں ایسا ہی دیکھا ہے اور سفر کی دوسری خرق عادت والی باتیں بھی بیان کیں۔ یہ سن کر حضرت خدیجہ کا دل ان کی طرف کھنچنے لگا اور سرکار دو جہاں سے نکاح کی پیش کش کی، جب ابوطالب کو اطلاع ہوئی تو معاملات طے ہونے کے بعد وہ چند اشراف قریش کو لے کر حضرت خدیجہ کے گھر پہنچے۔ خدیجہ کی طرف سے ان کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل ذمہ دار تھے، ابوطالب نے خطبہ پڑھا، دوران خطبہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سے فضائل ومناقب بیان کیے اور نکاح منعقد ہوگیا۔

لاجواب فیصلہ: خانہ کعبہ کی عمارت سیلاب اور بارش کی وجہ سے کمزور اور خستہ ہو چکی تھی اس لیے قریش نے اس کی تعمیر نو شروع کردی جب عمارت اس جگہ پہنچی جہاں حجر اسود نصب تھا تو قریش کے قبیلوں کے درمیان ایک جھگڑا سا کھڑا ہوگیا، ہر قبیلہ یہ چاہتا کہ حجر اسود کو اٹھا کر ہم اس کی جگہ نصب کریں تاکہ یہ عمل ہمارے قبیلہ کے لیے فخر وشرف کا باعث ہو۔ اس سلسلے میں تناؤ بڑھتا گیا یہاں تک کہ تلوار نکلنے کی نوبت آگئی، آخر کار سارے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ صبح حرم شریف میں جو سب سے پہلے داخل ہوجائے گا اس کے فیصلے پر عمل کیا جائے گا۔ خدا کی شان کہ سب سے پہلے ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم میں داخل ہوئے، آپ کو دیکھتے ہی قریش بہت خوش ہوئے، اور بیک زبان پکار اُٹھے، بخدا! یہ امین وصادق ہیں، یہ جو فیصلہ کریں گے ہم اس پر راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فہم کامل اور عقل سلیم عطا فرمائی تھی، آپ نے ایسا خوبصورت فیصلہ فرمایا کہ قریش فوراً رضامند ہوگئے۔ آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھیں اور اس چادر کو قبائل قریش سے ایک ایک فرد پکڑ کر اس جگہ لے چلے جہاں حجر اسود نصب تھا تو اس طرح سارے قبائل کی شرکت ہوجائے گی۔ اس کے بعد ہر آدمی مجھ کو اپنی طرف سے وکیل بنادے، اس لیے کہ وکیل کا فعل مؤکل کا فعل ہوتا ہے۔ اس طرح حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف ہر ایک کو حاصل ہوجائے گا۔ قریش نے بدل وجاں اس فیصلے کو قبول کیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔

Scanned with CamScanner

باب اول:

پانچویں فصل: حالاتِ نبوت

جب آپ کی عمر تقریباً چالیس سال کی ہوگئی اور اظہار نبوت کا زمانہ قریب آیا تو آپ کو اچھے اچھے خواب نظر آنے لگے، جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے وہ سپیدۂ صبح کی طرح ظہور پزیر ہوتا، اس کے بعد آپ گوشہ نشینی اختیار کرنے لگے، کئی کئی روز کا توشہ لے کر غار حرا[1] میں تشریف لے جاتے اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ (بروایت ابن عبدالبر)

آٹھویں ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام غار حراء میں آپ کے پاس آئے اور وحی لائے، حضرت جبرئیل نے کہا پڑھیے، آپ نے کہا: ''میں نہیں پڑھوں گا'' اس کے بعد انھوں نے آپ سے معانقہ کیا اور طاقت بھر خوب دبوچا، پھر چھوڑ کر کہا: پڑھیے، آپ نے کہا: ''میں نہیں پڑھوں گا'' اس کے بعد پھر دبوچا اور کہا پڑھیے آپ نے کہا: ''میں نہیں پڑھوں گا'' تیسری بار پھر فرشتے نے دبوچا اور کہا پڑھیے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o

(سورہ علق، پ ۳۰، ع ۲۱)

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا، پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ ت (کنز الایمان)

یہ سب سے پہلی وحی تھی جس کی وجہ سے آپ کے بدن کو بڑی تکلیف ہوئی، وحی کے یہ کلمات یاد کر کے آپ اپنے دولت خانہ تشریف لائے اور کہا کہ مجھے چادر اڑھادو، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو چادر اڑھادی آپ نے حضرت خدیجہ سے غار کے حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے، حضرت خدیجہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ پھر اوصاف حمیدہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ آپ غریبوں کی مدد کرتے ہیں، مفلسوں کی خیر خواہی کرتے ہیں، اور راہ حق میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ انھیں اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں وہ کتب سابقہ کے عالم تھے ان کے سامنے واقعہ کی تفصیل بیان کی گئی، یہ سن کر ورقہ نے کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا، تم اس امت کے پیغمبر ہو۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا جب کفار قریش تمہیں مکہ سے نکال دیں گے۔ [تو میں تمہارا ضرور ساتھ دیتا] آپ نے تعجب سے پوچھا کیا یہ لوگ مجھے مکہ سے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا کہ ہاں! جو بھی اس طرح کی بات لایا جیسی کہ تم پر نازل ہوئی تو لوگ اس کے دشمن ہوگئے پھر کچھ دنوں کے بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا۔

سردار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ کے بارے میں پوچھا کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کی تصدیق تو کی تھی لیکن آپ کا زمانہ نبوت نہیں پایا اور نہ آپ کے احکام کی پیروی ہی کی تو ان کے ایمان اور کفر کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے انھیں خواب میں سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر ان کی نجات نہ ہوتی اور وہ مسلمانوں میں شمار نہ ہوتے تو سفید کپڑے میں ملبوس نظر نہ آتے۔

[1] حرا: حائے مہملہ، رائے مہملہ، اور آخر میں ہمزہ۔ حراء بروزن کتاب، اور حا کا زبر بغیر ہمزہ کے حَرا بروزن علیٰ مکہ میں ایک پہاڑ کا نام۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ

Scanned with CamScanner

نزول سورۂ فاتحہ: ابتدائے نبوت میں آپ پر سورہ فاتحہ نازل ہوئی، ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورہ فاتحہ پڑھ کر سنایا وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، زمین پر پَر مار کر پانی نکالا اور وضو کیا، آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی وضو کیا اور حضرت جبرئیل کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی۔

سب سے پہلے اسلام سے کون سرفراز ہوا: آزاد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق، عورتوں میں حضرت خدیجہ، لڑکوں میں حضرت علی، غلاموں میں حضرت بلال اور آزاد غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم دولت ایمان سے مشرف ہوئے، اس کے بعد لوگ روز بروز حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

علانیہ دعوت اسلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کارنامہ: پہلے ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پوشیدہ طور پر اسلام کی دعوت دیتے، جب یہ آیت کریمہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے محبوب! آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا اسے علی الاعلان بیان فرما دیجیے اس کے بعد آپ نے علانیہ دعوت اسلام دینا شروع کر دیا۔ اور بت پرستی کی برملا مذمت بیان کرنی شروع کر دی، جب کفار نے بتوں کی مذمت سنی تو مسلمانوں کے جانی دشمن ہو گئے اور انھیں ایذائیں دینے لگے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو قریش کے ایک سردار امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ امیہ انھیں بڑی تکلیف دیتا دوپہر کے وقت گرم ریت میں پتھر باندھ کر لٹا دیتا، اور کہتا کہ عقیدۂ توحید سے منحرف ہو جا اور لات وعزیٰ کی الوہیت کا اقرار کر، وہ شدت تکلیف سے بے ہوش ہو جاتے مگر جب ہوش آتا تو اَحَد اَحَد کی صدا بلند کرتے یعنی میں خدائے وحدہ لاشریک ہی کو مانتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت بلال کو اسلام لانے کی وجہ سے تکلیف میں دیکھا تو انھیں امیہ سے ایک غلام اور بھاری رقم کے عوض خرید لیا اور اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہیں گے۔ انھوں نے کہا کہ میں خدمت رسول ہی میں رہوں گا آپ اس کی شرط لگائیں یا نہ لگائیں ایسے ہی آپ نے اور بہت سے غلام اور باندی خرید کر آزاد کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے حساب مال خرچ کیا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر کے مال نے مجھے جتنا نفع دیا کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔ اسی موقع سے پروردگار عالم نے سورہ والیل نازل فرمائی جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہت ہی زیادہ تعریف وتوصیف مذکور ہے اور اسی سورہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اَتْقٰی فرمایا۔ یعنی بہت بڑا پرہیز گار۔ جس طرح سورہ والضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رضامند کرنے کا اس طرح وعدہ فرمایا: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى یعنی اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (کنزالایمان)

Scanned with CamScanner

اسی طرح آپ کے طفیل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سورہ واللیل میں وعدہ فرمایا وَلَسَوْفَ يَرْضٰى یعنی اللہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔

فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

علماء نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر سورہ واللیل سے لطیف استدلال کیا ہے۔ اس طور پر کہ اس سورہ میں خدائے تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "اَتْقٰى" فرمایا:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى۔ اور بہت اس (دوزخ) سے دور رکھا جائے گا جو (اَتْقٰى) سب سے بڑا پرہیزگار (ہے)۔ جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں اَتْقٰى سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور سورہ حجرات میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ (ہے) جو تم میں (اتقی) زیادہ پرہیزگار ہے۔ (کنز الایمان) (پ ٢٦، ع ١٤)

ان دونوں آیتوں کو ملانے سے یہ حاصل ہوا کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس امت میں افضل و اکرم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

سورۂ تَبَّتْ يَدَا کا نزول:

جب آیت کریمہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اپنے قریبی کنبہ والوں کو ڈراؤ) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور سارے قبیلوں کو پکارا، لوگ اکٹھا ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے اور تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے؟ سب نے بیک زبان کہا کہ ضرور مانیں گے۔ اس لیے کہ تم سے ہمیشہ سچ ہی سنا ہے، جھوٹ کبھی نہیں سنا۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا اے افراد قریش! میں تمھیں سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، عذاب آخرت سے ڈراتا ہوں۔ یہ سن کر ابولہب نے کہا: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا تمہارا پورا دن برا ہو کیا تم نے اسی لیے ہمیں اکٹھا کیا تھا۔ ابولہب کی اس بات پر سارے لوگ منتشر ہو گئے۔ اسی موقع سے سورہ تبت یدا نازل ہوئی جس میں اسے اور اس کی بیوی "حمالة الحطب" کو جہنمی فرمایا گیا۔ "حمالة الحطب" کا معنی ہے ایندھن ڈھونے والی، خسّت کی وجہ سے وہ اپنے سر پر جنگل سے لکڑی کا گٹھر لاتی تھی اسی وجہ سے اس کا لقب "حمالة الحطب" پڑ گیا۔

ابولہب کی طرح وہ بھی رسول کی دشمن تھی اور ایذا رسانی کے لیے آپ کی راہ میں کانٹے ڈال دیا کرتی۔ سورۂ تبت یدا کے نزول کے بعد وہ ایک دن ہاتھ میں پتھر لے کر مسجد حرام میں داخل ہوئی، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی، صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وہاں دیکھا اور کہا ابوبکر! میں نے سنا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے میری ہجو کی ہے۔ سن لو! اگر میں انھیں یہاں پا جاتی تو یہ پتھر ان کے سر پر دے مارتی۔ اتنا کہنے کے بعد واپس چلی گئی۔ زوجہ ابولہب کا سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھنا آپ کا معجزہ ہے۔

Scanned with CamScanner

ابولہب کے بیٹے کا انجام: عُتْبہ اور عُتَیْبَہ یہ ابولہب کے دولڑکے تھے۔ ان دونوں کے نکاح میں ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں تھیں۔ عتبہ کے نکاح میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور عتیبہ کے نکاح میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت میں سورہ تبت یدا نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم دونوں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دو گے تو مجھ سے اور تم سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔ دونوں نے باپ کے حکم پر عمل کیا اور طلاق دے دی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ عتبہ نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جا کر بڑی گستاخیاں کیں اور بے جا کلمات بکے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْهِ کَلْباً مِنْ کِلَابِکَ اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس کے اوپر مسلط کردے۔

ابولہب نے ایک مرتبہ شام کا تجارتی سفر کیا اس کے ساتھ اس کا لڑکا عتبہ بھی تھا۔ قافلہ ایک جگہ ٹھہرا ابولہب نے سنا کہ یہاں شیر بہت ہیں جو لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا کہ اے لوگو! مجھے اپنے اس بیٹے پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی دعا کا خوف ہے۔ اس لیے تم لوگ اس کی تدبیر کرو۔ قافلہ والوں نے قافلے کا تمام مال واسباب اکٹھا کر کے ایک اونچا سا ٹیلا بنا دیا اور عتبہ کو اس پر بٹھا دیا اور قافلہ کے افراد اس کے اردگرد سوئے، رات کو شیر آیا اور عتبہ کو چیر پھاڑ کر چلا گیا اور ان کی تدبیر کچھ کام نہ آئی۔ قافلہ کے سارے لوگوں کو چھوڑ کر صرف عتبہ پر حملہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شیر بحکم خدا صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا پوری کرنے آیا تھا۔

کافروں کا عجیب حال تھا ان کے دلوں میں یہ بات نقش تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچے ہیں، ان کی دعا رد نہیں ہوتی وہ مقبول الدعا ہیں، لیکن وہ عداوت قلبی اور شقاوت ازلی کے سبب ایمان نہ لاتے تھے۔

ہجرت حبشہ: کفار مسلمانوں کو بڑی تکلیفیں دیا کرتے۔ ان کی شرارت سے عاجز آ کر چند مسلمانوں نے رسول کریم ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت جعفر بن ابو طالب اور حضرت عثمان بن عفان اپنی زوجہ رقیہ بنت رسول کے ہمراہ اس سفر میں شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ کی راہ میں اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت عثمان کو نصیب ہوئی ہے۔

حبشہ میں نجاشی بادشاہ تھا، جو نصرانی مذہب کا پابند تھا، اس نے وہاں مسلمانوں کو بڑی اچھی طرح رکھا، کفار مکہ یہ خبر سن کر جل بھن اٹھے، انہوں نے نجاشی کے پاس چند افراد کو ہدیہ اور تحفہ دیکر بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک میں جگہ نہ دے۔ ان میں عمرو بن عاص بھی تھے، وہ لوگ تحائف لیکر نجاشی کے پاس پہنچے آنے کا مقصد بیان کیا۔ نجاشی نے مسلمانوں کو ان کے سامنے بلایا۔ مسلمانوں کی جانب سے حضرت جعفر بن ابی طالب نے گفتگو کی اور کہا۔ ہم لوگ گمراہی میں مبتلا تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، اور حرام وحلال میں کچھ فرق نہ کرتے تھے، ہم جہالت میں گھرے ہوئے تھے، اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ہم میں اپنا ایک نبی بھیجا جن کا اسم گرامی محمد (ﷺ) ہے اس نے اپنا مبارک کلام ان پر نازل فرمایا۔ اور انہیں اولین وآخرین کا علم عنایت فرمایا۔ ان کے سبب ہم راہِ راست پر آئے۔ وہ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

نجاشی نے کہا جو کلام ان پر اترا اس میں سے کچھ پڑھو۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیتیں پڑھنی شروع کیں جب اس آیت پر پہنچے فَکُلِی وَ اشْرَبِی وَ قَرِّی عَینًا۔ (کھاؤ اور پیو اور آنکھ ٹھنڈی کرو) تو نجاشی بادشاہ پر کمال رقت طاری ہوگئی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس کی داڑھی تر بتر ہوگئی۔ اور کہا کہ یہ کلام اور وہ کلام جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا دونوں کی روشنی ایک روشن دان سے ہے۔ جاؤ مسلمانوں سے کہو کہ وہ بخوشی بے خوف ہو کر میرے ملک میں رہیں۔ اور کفار مکہ کی ایک نہ سنی وہ جب اس طرح ناکام ہوگئے تو نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں بادشاہ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ نجاشی نے اس سلسلے میں مسلمانوں سے پوچھا حضرت جعفر نے جواب دیا کہ ہم ان کے حق میں یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ نے ان کو بحکم کن بغیر باپ کے مریم طاہرہ کے شکم اطہر سے پیدا کیا۔ حضرت جعفر نے اس سلسلے میں آیتیں بھی سنائیں۔ نجاشی نے یہ سن کر کہا کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایسی ہی صفت بیان کی گئی ہے۔ جیسی کہ تم نے بیان کی۔ مبارک بادی ہے تمہارے لیے اور ان کے لیے جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ وہ یقیناً پیغمبر ہیں۔ ان کی تعریف وتوصیف انجیل میں ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی بشارت دی ہے۔ قسم خدا کی اگر امور سلطنت مجھ سے متعلق نہ ہوتے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور ان کو وضو کراتا۔

نجاشی نے قریش کے بھیجے ہوئے تحفے واپس کر دیے۔ قریش کا وفد محرومی کے ساتھ واپس آیا اور مسلمان خوش وخرم نجاشی کے ملک میں رہنے لگے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مالک بن دُغُنَّہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تھا اور مکہ سے نکل کر چار منزل دور برک الغماد تک پہنچے تھے کہ قوم قارہ کے سردار مالک بن دُغُنَّہ سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے پوچھا ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ مکہ والوں کے ظلم وستم سے عاجز ہو کر حبشہ جا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ تمہارا مکہ سے نکل جانا اچھی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ حضرت ابوبکر کو ان کے گھر پہنچا کر شرفائے قریش میں اعلان کر دیا کہ میں نے ابوبکر کو پناہ دی۔ قریش نے کہا کہ ہم اس شرط کے ساتھ منظور کریں گے کہ یہ قرآن گھر سے باہر اور بلند آواز سے نہ پڑھیں۔ قرآن سن کر ہمارے لڑکے اس پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے چند روز ان کی شرط کا پاس ولحاظ کیا۔ اس کے بعد گھر کے صحن میں باہر ایک مسجد بنائی، تہجد اور دیگر نمازوں میں بہ آواز بلند قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اور ابوبکر صدیق کی یہ عادت تھی کہ جب قرآن مجید پڑھتے تو بے اختیار ان پر رقت طاری ہو جاتی۔ ہمسایہ کی عورتیں اور لڑکے اکٹھا ہو کر سننے لگتے۔ محلہ کے کفار نے ان کے پناہ دہندہ کو اس کی خبر دی اس نے آ کر ابوبکر سے کہا کہ عہد شکنی کرتے ہو۔ میری پناہ باقی نہیں رہے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا کہ مجھے سوائے خدا کی پناہ کے اور کسی کی پناہ میں رہنا منظور نہیں۔ وہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر امان الٰہی میں محفوظ رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

ابتدائے اسلام میں رسول کریم ﷺ اور ان کے رفقاء چھپ چھپ کر رہا کرتے جب مسلمانوں کی

تعداد انتالیس ہوگئی تو اس وقت آپ ارقم کے گھر میں تھے، عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام یہ دونوں قریش کے بڑے سردار تھے، اللہ کے حبیب ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ تو عمر اور ابو جہل میں سے کسی کو اسلام کی دولت سے نواز کر اسلام کو عزت دے حضرت عمر کے حق میں وہ دعا قبول ہوئی۔ اور دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک دن ابو جہل لعین نے خانہ کعبہ کے پاس ایک مجمع میں کہا کہ جو کوئی محمد (ﷺ) کا سر کاٹ لائے میں اسے سو اونٹ اور چالیس ہزار درہم بطور انعام دوں گا۔ حضرت عمر نے کہا کہ میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ ابو جہل نے مذکورہ شرط پر سو اونٹ دینے کی قسم کھائی اور کعبہ میں جا کر ہُبل کو گواہ بنایا۔ اب عمر قتل کے ارادے سے روانہ ہوگئے۔ راستے میں نعیم بن عبد اللہ نامی ایک شخص ملے۔ جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، انہوں نے پوچھا عمر! کہاں کا ارادہ ہے۔ کہا محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ نعیم نے کہا کہ بنی ہاشم کے انتقام سے کیسے بچ سکو گے۔ عمر نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی دین بدل دیا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو پہلے تمہارا ہی صفایا کر دوں انہوں نے کہا کہ میں اپنے آباء واجداد کے دین پر ہوں۔ نیت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے دین پر ہوں۔ اور ظاہراً معلوم ہوتا تھا کہ مشرکین آبا کے دین پر ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ تمہاری بہن اور بہنوئی سعید بن زید مسلمان ہو چکے ہیں پہلے اپنے گھر سے قتل کرنا شروع کرو۔ عمر نے کہا کیسے معلوم کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ کہا کہ تمہارے ہاتھ کا ذبیحہ نہیں کھائیں گے۔ یہ بات سن کر عمر طیش میں آگئے۔ اور بہن کے گھر پہنچے۔ اس وقت حضرت خباب صحابی ان دونوں کو سورہ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ جو انہیں دنوں نازل ہوئی تھی۔ حضرت عمر نے دروازہ کھلوایا اندر گئے۔ حضرت خباب چھپ گئے صحیفہ بھی چھپا دیا۔ عمر نے پوچھا کیا پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا باتیں کر رہے تھے۔ اس کے بعد عمر نے ایک بکری ذبح کی۔ اور اس کا گوشت بھون کر بہن بہنوئی سے کھانے کو کہا دونوں نے عذر پیش کیا، عمر کو ان کے اسلام کا یقین ہوگیا۔ انہیں مارنا شروع کیا، یہاں تک کہ بہن کا سر اور چہرہ خون آلود ہوگیا۔ بیتاب ہو کر انہوں نے کہا کہ عمر! تم ہمیں مار ڈالو یا چھوڑو۔ ہم محمد ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں یقیناً وہ نبی برحق ہیں۔ عمر نے جب دین اسلام پر ان کی مضبوطی دیکھی اور بہن کا خون آلود چہرہ دیکھا تو انہیں رحم آگیا۔ دور ہوگئے اور ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا اچھا جو تم پڑھ رہے تھے وہ میرے پاس لاؤ۔ تب وہ صحیفہ نکالا گیا عمر نے چاہا کہ اسے ہاتھ میں لیکر پڑھیں۔ ان کی بہن نے کہا کہ تم نجاست شرک سے آلودہ ہو اس لیے اسے نہیں چھو سکتے۔ اسے پاک صاف لوگ ہی چھوا کرتے ہیں۔ عمر نے غسل کیا اس کے بعد ہاتھ میں لیکر ایک طرف سے پڑھنا شروع کیا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے۔ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔ (یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے اچھے نام ہیں۔) عمر نے اس کلام معجز نظام سے متاثر ہو کر کہا کہ کیا ہی اچھا کلام اور پاکیزہ بیان ہے۔ حضرت خباب حضرت عمر کی یہ کیفیت دیکھ کر نکل آئے اور کہا کہ کل نبی برحق ﷺ نے تمہارے اور ابو جہل کے حق میں اسلام کے لیے دعا فرمائی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ دعا تمہارے حق میں قبول ہوگئی اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت خباب کے ساتھ ارقم کے گھر گئے جہاں نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ خبر پا کر دروازے سے باہر نکلے اور عمر سے بغل گیر ہو کر خوب دبایا یہاں تک عمر کا جوڑ جوڑ ہل گیا اور فرمایا اے عمر مسلمان ہو جا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ

Scanned with CamScanner

مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ. مارے خوشی کے رسول اکرم ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور گھر میں موجود سارے مسلمانوں نے آواز میں آواز ملا کر اَللّٰہُ اَکْبَر کی آواز بلند کی۔ آج سارے مسلمان بے حد خوش تھے۔ حضرت عمر نے پوچھا اب تک کتنے آدمی مسلمان ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے چالیس کی تعداد پوری ہو رہی ہے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ مشرکین لات وعزیٰ کی عبادت علانیہ کریں۔ اور ہم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کیوں پوشیدہ کریں؟ آپ اسی وقت رسول اکرم (ﷺ) کے ساتھ سارے مسلمانوں کو لیکر مسجد حرام میں آئے اور برملا جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔ اسی دن سے مسلمانوں کو بڑی طاقت اور عزت ملی۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ مَازِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ (یعنی جب سے عمر اسلام لائے ہم ہمیشہ باعزت رہے)

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں ایک بت خانے میں تھا۔ مشرکین نے بت کے لیے قربانی کی۔ بت کے پیٹ سے یہ آواز آئی۔ یَا جَلِیحُ اَمرٌ نجیحٌ رجُلٌ فصیحٌ یَقُولُ لاالٰہ الا اللہ۔ اے شخص ایک کام کی بات یہ ہے کہ ایک مرد فصیح کہہ رہا ہے لاالٰہ الا اللہ لوگ یہ آواز سن کر بھاگ گئے میں ٹھہرا رہا۔ دوسری بار میں نے پھر وہی آواز سنی پھر مجھے انہیں دنوں معلوم ہوا کہ محمد (ﷺ) لاالٰہ الا اللہ کی دعوت دیتے ہیں۔

بعض کتب تواریخ میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے دن کا ہے۔ اور صحیح بخاری کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کا ہے۔

بہر کیف یہ رسول کریم (ﷺ) کا معجزہ ہے، جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام سے پہلے مشاہدہ کیا۔

شِعْبِ بنی ہاشم:

ابو طالب رسول اکرم (ﷺ) کی بہت حمایت کرتے تھے۔ ان کی حمایت کی وجہ سے کفار تمام تر عداوت کے باوجود ان پر قابو نہیں پاتے تھے۔ ابو طالب سے ہمیشہ عدم حمایت کی گزارش کرتے لیکن وہ ان کی ایک نہ سنتے۔ ایک مرتبہ سارے کافروں نے جمع ہو کر ابو طالب سے کہا کہ محمد کو ہمارے حوالے کر دو یا ہم سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ابو طالب نے محمد عربی (ﷺ) کو حوالے کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ کے قتل کا پختہ ارادہ بنالیا۔ ابو طالب حضور (ﷺ) کو لیکر بنی ہاشم اور بنی مطلب کے ساتھ پہاڑ کی ایک شعب (گھاٹی) میں چلے گئے۔ تاکہ وہاں قریش کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ کفار نے آپ سے برادرانہ تعلق توڑ لیا۔ اور اس بات کے کوشاں رہے کہ کوئی بھی بنی ہاشم اور بنی مطلب سے راہ ورسم نہ رکھے بلکہ بنیوں اور سوداگروں کو بھی منع کر دیا تھا کہ وہ انہیں کوئی چیز مہیا نہ کریں۔ ان سے قطع تعلق کے سلسلے میں ایک عہد نامہ لکھا گیا جسے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔ رسول کریم (ﷺ) بنی ہاشم اور بنی مطلب تین سال تک بڑی دشواریوں کے ساتھ اس گھاٹی میں رہے۔ آخر کار آپ کو وحی الٰہی کے ذریعہ یہ اطلاع ہوئی کہ عہد نامہ کو کیڑوں نے کھالیا ہے صرف وہ جگہیں باقی رہ گئی ہیں جہاں اللہ کا نام لکھا ہے۔ آپ نے ابو طالب کو بتایا۔ ابو طالب گھاٹی سے باہر نکلے اور رسول کریم (ﷺ) کی بیان کردہ ساری باتیں قریش کو سنائیں اور کہا کہ اس عہد نامے کو دیکھو اگر محمد کا بیان غلط ہے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اور اگر صحیح نکلے تو اتنا تو کرو کہ اس بے رحمی اور عہدِ بد سے باز آؤ۔ قریش نے اس عہد نامہ کو اتار کر دیکھا تو واقعی کیڑوں نے پورے عہد نامے کو کھالیا تھا

صرف اللہ کا نام باقی تھا۔ دیکھ کر قریش اپنے ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو چاک کر دیا۔ اس کے بعد رسول کریم (ﷺ) بنی ہاشم اور بنی مطلب گھاٹی سے باہر آئے۔

فائدہ: عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ ہاشم، مطلب، عبد الشمس اور نوفل۔ رسول اللہ (ﷺ) ہاشم کی اولاد سے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ہاشم کے بیٹے عبد المطلب، عبد المطلب کے بیٹے عبد اللہ اور عبد اللہ کے نور نظر رسول اکرم (ﷺ)۔

مطلب کی اولاد میں بنی المطلب ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ انہیں کی اولاد سے ہیں۔ عبد الشمس کی اولاد سے بنی امیہ ہیں۔ امیہ عبد الشمس کا بیٹا تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بنی امیہ میں سے ہیں۔ اور نوفل کی اولاد میں جبیر بن مطعم صحابی اور سعید بن جبیر تابعی ہیں۔

بنی مطلب حالت کفر میں بھی بنی ہاشم کی طرح رسول کریم (ﷺ) کے ساتھ رہے۔ اسی لیے جب رسول اللہ ﷺ نے ذوی القربیٰ کا حصہ تقسیم فرمایا تو اس میں بنی مطلب کو بھی شریک کیا۔ اور عبد الشمس اور نوفل کی اولاد کو نہیں دیا۔ حضرت عثمان اور جبیر بن مطعم نے اس سلسلے میں عرض کیا کہ بنی ہاشم کی ترجیح کا ہمیں انکار نہیں۔ اس لیے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو انہیں میں پیدا فرمایا مگر بنی مطلب اور ہم آپس میں ایک طرح کی قرابت رکھتے ہیں ان کی ترجیح کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ بنی مطلب اور بنی ہاشم ذات واحد کی طرح ہیں۔ اور ہر حال میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہی ترجیح کی وجہ ہے۔

وفات ابوطالب:

نبی برحق (ﷺ) ہمیشہ ابو طالب کو اسلام کی دعوت دیتے اسلام کی صداقت اور حقانیت ان کے دل میں بیٹھ چکی تھی، مگر وہ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑنا عار سمجھتے تھے۔ اس لیے اسلام قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ ان کی موت کا وقت بالکل قریب آ گیا رسول اکرم (ﷺ) نے فرمایا اے چچا ایک بار کلمہ لاالٰہ الااللّٰہ کہہ لو تا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کا ٹھکانا مل جائے ابوطالب نے آپ کی بات نہ مانی اور بے جا عار سے بچنے کے لیے نار کو اختیار کیا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس (ﷺ) سے حضرت عباس نے دریافت کیا کہ آپ کے سبب ابو طالب کو کوئی فائدہ پہنچا؟ وہ تو آپ کی بڑی حمایت کرتا تھا، آپ نے فرمایا کہ وہ ٹخنوں تک کی آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

رسول کریم ﷺ کو ابو طالب کی وفات پر بڑا رنج ہوا اس لیے کہ وہ آپ کے بہت بڑے حمایتی تھے۔ اسی سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہوا اس کا بھی آپ کو کافی رنج رہا۔ اس لیے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) ہو گیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا رتبہ بہت بڑا تھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ حضرت خدیجہ کو جنت کی بشارت دی اور سلام کہلا بھیجا جسے رسول اکرم ﷺ نے ان تک پہنچایا۔

حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ کے دو نکاح ہوئے۔ ایک حضرت عائشہ بنت ابو بکر سے جو کنواری تھیں، اس وقت ان کی عمر چھ برس کی تھی۔ مکہ میں نکاح ہوا۔ اور جب نو برس کی ہوئیں، تو رخصتی ہوئی اور

Scanned with CamScanner

زفاف[1] مدینہ میں ہوا۔ اور دوسری شادی سودہ[2] بنت زمعہ[3] سے ہوئی جو ثیب[4] تھیں، مکہ میں نکاح ہوا آپ کے ساتھ مدینہ آئیں۔ اور تاحیات ازواج مطہرات میں شامل رہیں۔

سفر طائف: رسول اکرم (ﷺ) دعوت اسلام میں بڑی کوشش کرتے۔ مکہ میں کفار آپ کو بڑی تکلیفیں پہنچاتے۔ اور راہ راست پر نہ آتے۔ ایک بار آپ طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی، طائف کے تین سردار تھے، عبدیالیل، مسعود اور حبیب آپ نے انہیں اور وہاں کے شرفا کو بھی اسلام کی دعوت دی لیکن کسی نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ اس پر مزید یہ ظلم کیا کہ چند اوباش قسم کے نوجوانوں کو للکار دیا ان سب نے آپ کو بڑی بڑی تکلیفیں دیں۔ آپ وہاں سے کبیدہ خاطر ہو کر واپس آ گئے۔ مکہ اور طائف کے راستے میں عتبہ اور شیبہ (سرداران قریش) کا باغ تھا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو درختوں کے سایہ میں آرام کے لیے ٹھہر گئے۔ اس وقت عتبہ اور شیبہ بھی باغ میں تھے۔ انہوں نے قرابت رحم کا خیال کرتے ہوئے اپنے غلام عداس نصرانی کے ہاتھ انگور بھیجے۔ آپ نے کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ عداس نے کہا کہ اس بستی میں تو میں نے یہ نام کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ نے پوچھا تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ اس نے کہا نینوی[5] کا۔ آپ نے کہا میرے بھائی یونس کی بستی میں۔ اس نے پوچھا کہ یونس تمہارے بھائی کیسے ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ یونس نبی تھے۔ اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس نے آپ کا نام پوچھا۔ آپ نے فرمایا محمد عداس نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں نے تمہارے اوصاف انجیل اور توراۃ میں پڑھے ہیں۔ مدت سے میں تمہارے مبعوث ہونے کا منتظر تھا۔ اس کے بعد عداس مسلمان ہو گیا اور آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ عتبہ اور شیبہ دور بیٹھے عداس کی یہ کیفیت دیکھ رہے تھے۔ جب وہ واپس گیا تو ان دونوں نے کہا کہ اس نے فریب دیا۔ عداس نے جواب میں کہا کہ یہ پیغمبر ہیں۔ پوری زمین میں ان سے بہتر کوئی نہیں۔ جب بطن نخلہ میں پہنچے جو مکہ سے ایک دن کا راستہ ہے تو رات کو آپ نے وہاں قیام کیا۔ نماز میں آپ نے قرآن کی تلاوت فرمائی۔ نینوا کے سات یا نو جن وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر رک گئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ ظاہر ہوئے۔ آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی وہ سب فوراً مسلمان ہو گئے۔ اور اپنی قوم کی طرف جا کر اپنے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ سورہ احقاف کی آیت کریمہ وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ[6] میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ پھر آپ مکہ تشریف لے گئے۔ اور بدستور خلق خدا کی ہدایت اور دعوت اسلام میں مشغول ہو گئے۔

---

[1]: زفاف: دلہن کا شوہر کے پاس رہنا۔

[2]: بفتح سین مہملہ وسکون واؤ اس کے بعد دال مہملہ کا فتح۔

[3]: زمعہ: بفتح زائے معجمہ ومیم وعین مہملہ۔

[4]: ثیب: جو عورت کنواری نہ ہو۔

[5]: نینوی بکسر نون وسکون یائے مثنات تحتیہ وفتح نون وواو والف مقصورہ یونس علیہ السلام کی بستی کا نام)

[6]: (پارہ ۲۶ رع ۴ر آیت ۲۹ احقاف) اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے۔ (کنز الایمان)

باب اول:

چھٹی فصل:

بیان معراج

اعلان نبوت کے گیارہویں سال رسول اکرم (ﷺ) کو معراج سے سرفراز کیا گیا۔ آپ ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف فرما تھے۔ چھت شق[1] ہوئی، حضرت جبرئیل تشریف لائے اور آپ کو اٹھا کر مسجد حرام میں لے گئے وہاں آپ کا سینہ اور شکم مبارک شق کیا۔ آب زمزم سے شکم، دل اور تمام اندرون سینہ دھویا، اور قلب اطہر کو ایمان و حکمت سے پر کیا جسے سونے[2] کے طشت میں سجا کر لائے تھے۔ اور آپ کی سواری کی لیے براق پیش کیا۔ جو خچر سے قد میں کچھ نیچا اور دراز گوش سے اونچا، ایسا تیز رفتار کہ اس کا قدم تا حد نگاہ پہنچتا۔ جب آپ نے اس پر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا تو وہ شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرئیل نے کہا اے براق! کیوں شوخی کرتا ہے۔ تجھ پر ایسا شخص سوار ہو رہا ہے جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بلند رتبہ ہے۔ اس بات سے براق مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ (صحیح ترمذی)

اور بعض کتب تواریخ میں یہ لکھا ہے کہ براق نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ قیامت کے دن بھی آپ میری پشت پر سوار ہوں تو آپ نے اس کی درخواست قبول فرمائی ہے اس کے بعد آپ سوار ہو کر مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تشریف لے گئے، حضرت جبرئیل بھی ہمراہ تھے، وہاں انبیائے کرام کی ارواح طیبات حاضر تھیں۔ بحکم الٰہی سرور کائنات (ﷺ) نے امامت فرمائی اور دو رکعت نماز پڑھی تمام پیغمبران عظام نے حمد الٰہی کی، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ حضرت داؤد، حضرت سلیمان، اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے حمد الٰہی میں بلیغ خطبے ارشاد فرمائے اور ان نعمتوں کا بیان فرمایا جو ان سے متعلق تھیں ہمارے آقا محمد عربی (ﷺ) نے بھی حمد الٰہی بیان فرمائی اور ان نعمتوں کا اظہار فرمایا جو آپ سے متعلق تھیں یہ ایسا خطبہ تھا جس سے تمام انبیائے کرام پر آپ کی افضلیت ثابت ہوتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان صفات کو سن کر انبیائے کرام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ بھٰذا فَضَلَكُم محمد (انہیں صفات کے سبب محمد تم سے افضل ہوئے)۔ اس کے بعد سرکار آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے۔ جب پہلے آسمان پر پہنچے حضرت جبرئیل نے دروازہ کھلوایا فرشتے (جو دربان فلک تھا) نے پوچھا کون؟ کہا جبرئیل۔ کہا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ کہا ہاں کہا مَرحَباً بِهٖ فَنِعمَ المَجِیٔ جَاء (خوش آمدید) اور دروازہ کھولا۔ آپ آسمان اول میں داخل ہوئے وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا۔ حضرت جبرئیل نے کہا یہ آپ کے باپ آدم ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا۔ مرحباً بالابن

---

[1]: چھت شق ہونا: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اوپر کی جانب سے تمام حجابات اٹھ گئے۔ ورنہ جبرئیل علیہ السلام دروازے سے بھی خدمت اقدس میں حاضر ہو سکتے تھے۔

[2]: سونے: سونے کے برتن کا استعمال ناجائز ہے بلکہ چاندی کے برتن بھی۔ اس جگہ سونے کا طشت استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک ان برتنوں کا استعمال حرام نہیں تھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے برتن کا استعمال اس عالم میں ناجائز ہے نہ کہ عالم آخرت میں۔ جیسا کہ کلام اللہ سے ثابت ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کی معراج عالم آخرت کی قبیل سے ہے۔ جیسا کہ حضرات صوفیہ اہل تحقیق کے نزدیک محقق ہے۔ ۱۲ منہ)

Scanned with CamScanner

الصَّالِح و النبیِّ الصَّالِح یعنی فرزند صالح اور نبی صالح کو خوش آمدید۔آپ نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے داہنے کچھ گوری گوری صورتیں ہیں اور بائیں طرف کالی کالی صورتیں ہیں۔جب حضرت آدم علیہ السلام داہنی طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں غمگین ہو جاتے ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ داہنی طرف ان کی نیک اولاد کی صورتیں نظر آتی ہیں جو بہشتی ہیں۔اس لیے انہیں دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف ان کی اولاد بد کی صورتیں نظر آتی ہیں جو دوزخی ہیں۔اس لیے انہیں دیکھ کر ناخوش ہو جاتے ہیں۔پھر دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا دربان فرشتہ نے پوچھا کون؟ کہا جبرئیل۔کہا ساتھ میں کون ہے؟ کہا محمد۔کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا ہاں۔کہا مَرْحَباً بِہٖ فَنِعْمَ الْمَجِیُٔ جَآءَ (خوش آمدید) وہاں آپ نے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) ہیں۔انہیں سلام کیجئے۔آپ نے سلام کیا ان حضرات نے جواب دیا۔اور کہا مَرْحَباً بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ یعنی برادر صالح اور نبی صالح کو خوش آمدید۔

اس کے بعد تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے،حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بدستور دروازہ کھلوایا وہاں کے دربان نے بھی وہی سوالات کئے جیسا کہ پہلے اور دوسرے آسمان کے دربان نے کئے تھے۔وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔آپ نے فرمایا کہ انہیں حسن کا ایک شطر ملا ہے۔شطر کے معنی ہیں نصف اور یہی ایک حصہ یعنی نصف حسن حضرت یوسف کو ملا اور نصف سارے عالم کو،یا حسن کا ایک کامل حصہ انہیں ملا۔حضرت جبرئیل نے کہا یہ یوسف ہیں۔انہیں سلام کیجئے۔آپ نے سلام کیا،انہوں نے جواب دیا۔اور کہا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ یعنی برادر صالح اور نبی صالح کو مبارکباد پیش ہے۔پھر چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اور دربان فرشتہ کے درمیان حسب سابق گفتگو ہوئی۔وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سے حسب سابق سلام و جواب اور مرحبا ہوا۔مگر انہوں نے آپ کو الاخ الصالح کہا۔حالانکہ وہ آپ کے اجداد میں ہیں۔قیاس تو اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ الابن الصالح کہتے۔جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔علما نے اس کی یہ توجیہ پیش کی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے الاخ الصالح براہ تعظیم کہا۔

اس کے بعد آپ پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے حضرت جبرئیل اور دربان کے درمیان معمول کی گفتگو کے بعد جب آسمان میں داخل ہوئے تو حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ان سے بھی بدستور سابق سلام و جواب اور مرحبا ہوا۔اس کے بعد چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے۔وہاں بھی دربان سے مثل سابق گفتگو ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔حسب دستور سلام و جواب و مرحبا بھی ہوا۔جب آپ وہاں سے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رو پڑے اور کہا کہ یہ نوجوان میرے بعد پیغمبر ہوا اور اس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ بہشت میں جائیں گے۔یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی امت پر افسوس تھا کہ یہ نافرمانیوں کے سبب جنت میں جانے سے محروم رہی۔پھر ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے۔دروازہ کھلوانے

کے بعد حسب سابق گفتگو ہوئی ،اس آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ۔وہ بیت المعمور سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔حدیث میں آیا کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نئے داخل ہوتے ہیں جو دوبارہ اس میں نہیں آتے ۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم ہیں انہیں سلام کیجئے۔آپ نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا مَرْحَباً بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ ۔اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔سدرۃ المنتہیٰ بیری کا ایک بڑا عظیم الشان درخت ہے۔آپ نے فرمایا اس کے پتے ایسے ہیں جیسے ہاتھی کے کان ۔اور اس کے بیر ہجر کے مٹکے کی طرح۔ہجر ایک شہر کا نام ہے وہاں کے مٹکے بہت بڑے ہوتے۔اور آپ نے فرمایا کہ اس پر سونے کے بے شمار پتنگے تھے ۔یعنی اس صورت کے فرشتے۔

آپ نے آگے جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وہیں رک گئے۔آپ نے سبب پوچھا تو کہا کہ مجھے یہاں سے اوپر جانے کی طاقت نہیں ۔

اگر یک سر موئے بر تر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی اگر بال برابر بھی میں آگے بڑھوں تو تجلی کی روشنی میرے بال و پر جلا دے۔

کتب سیر میں لکھا ہے کہ آپ نے براق کو اسی جگہ چھوڑ دیا۔اور ایک دوسری سواری ''رَفْرَفْ'' آئی جس کا رنگ سبز تھا،اس کی روشنی آفتاب کی روشنی پر غالب تھی ۔اس پر آپ کو بیٹھایا گیا۔

رفرف لغت میں بچھونے کو کہتے ہیں۔گویا وہ رفرف نورانی اور سبز زرین تخت رواں کی طرح ایک مسند تھا۔آپ اس پر سوار ہوئے اور وہ آپ کو کرسی وغیرہ سارے مقامات آسمانی اور حجابات نورانی کی سیر کرا کر عرش تک لے گیا۔

دیدار الٰہی اور التحیات:

آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے ایسا قرب خاص حاصل ہوا کہ نہ دوسرے انبیا کو وہ مرتبہ حاصل ہوا نہ کسی فرشتے کی رسائی وہاں تک ہو سکی۔اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا اور اپنے دیدار سے شرف بخشا۔ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جب قرب الٰہی اور دیدارِ خداوندی سے شرف یاب ہوئے تو آپ نے بالہام ربانی عرض کیا۔اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ ۔ساری بدنی، زبانی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا۔اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ۔اے نبی تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔آپ نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۔ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر۔تب فرشتوں نے کہا۔اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

آپ کا بارگاہ خداوندی میں التحیات کہنا ایسے ہی ہے جیسے لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے وقت آداب وتسلیمات بجالاتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرمانا ایسے ہی ہے جیسے بادشاہ اپنے مقرب بارگاہ کا سلام بکمال مہربانی وعزت افزائی لیتا ہے۔پھر آپ کا السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین کہنا اس طرح تھا جیسے مقربان بادشاہ میں جو عالی ہمت ہوتے ہیں اپنی طرف بادشاہ کی توجہ

Scanned with CamScanner

اور مہربانی کے وقت اور لوگوں کو بھی یاد کرلیا کرتے ہیں تاکہ ان پر بھی شاہی الطاف واکرام کی بارش ہو جائے۔ پھر ملائکہ کا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ کہنا ایسے ہی ہے جیسے حاضرین دربار شاہی کسی مقرب امیر پر خاص عنایت اور مخصوص تکریم دیکھ کر بادشاہ کی مدح وثنا کرتے ہیں اور اس امیر کی تعریف وتوصیف میں ایسے کلمات ادا کرتے ہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ شخص مستحق تقرب ہے۔

چونکہ نماز معراج المومنین ہے اس لیے جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی معراج کی یاددہانی کے لیے حکم ہوا کہ قعود میں یہ کلمات پڑھے جائیں۔ اور قعود کی تخصیص اس لیے ہے کہ نماز کی ساری ہیئتوں کے مقابلہ میں قعود کے اندر بندوں کی تعظیم وتوقیر زیادہ ہے۔ چونکہ بادشاہ کے حضور بندے کو کمال عنایت کے سبب بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کلمات التحیات کمال توقیر کے وقت حاصل ہوئے تھے۔ اسی لیے ان کلمات کا قعود میں پڑھنا مقرر رہا۔

ایک شبہہ کا ازالہ: کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ خلجان پیدا ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مبارک وقت میں عباد اللہ الصالحین فرما کر صرف نیک بندوں کو یاد فرمایا۔ اور گنہگاروں کا ذکر نہ فرمایا جب کہ وہ زیادہ محتاج کرم ہیں، ہمارے بعض بزرگوں نے اس کا بڑا ہی عمدہ جواب ارشاد فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ایسے مبارک ومسعود موقع سے آپ گنہگاروں کو فراموش کردیں۔ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ اور آپ کی نظر عنایت گنہگاروں پر بہت زیادہ رہتی۔ اس لیے آپ نے اس مقام قرب میں گنہگاروں کو صالحین سے پہلے یاد فرمایا۔ آپ نے السلام علینا۔ صیغۂ جمع متکلم کے ساتھ ارشاد فرمایا۔ اس انداز تکلم میں متکلم کے علاوہ دوسرے افراد بھی شامل ہوتے ہیں۔ جس کا معنی ہوا کہ ہم سب پر سلامتی ہو۔ آپ نے اَلسَّلامُ عَلَیَّ نہ فرمایا یہ صیغہ واحد متکلم کا ہے۔ جس کا معنی ہے کہ صرف مجھ پر سلامتی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر صیغہ واحد استعمال کیا ہوتا تو مذکورہ شبہہ درست تھا لیکن آپ نے جمع کا صیغہ استعمال فرما کر سب کو شامل کرلیا۔ اس سے پتہ چلا کہ آپ نے غریب پروری کے طور پر اپنے ساتھ گنہگاروں کو شامل فرمالیا اور گنہگاروں کا مرتبہ ایک طرح سے صالحین سے بڑھا دیا۔ ع

که مستحق کرامت گنہگار انند

شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے علوم وفیوض سے نوازا کہ اس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔ اسے خدائے تعالیٰ نے خود مبہم اور پوشیدہ رکھا۔ ارشاد فرماتا ہے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (کنز الایمان)

فرضیت نماز پنجگانہ: اس شب اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی۔ آپ وہاں سے تحفۂ نماز لے کر واپس ہوئے اور چھٹے آسمان پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا آپ نے پوچھا کہ آپ کی امت پر کیا فرض ہوا؟ آپ نے کہا ہر روز پچاس وقت کی نماز۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی امت پر پچاس وقت کی نماز گراں گزرے گی۔ میں نے بنی اسرائیل کا

Scanned with CamScanner

معاملہ خوب جانچا ہے۔ ان کی ہدایت اور اطاعت کی بہت ساری تدبیریں کرتا رہا۔ لیکن وہ نہ سدھرے مجھے قوم کا حال خوب معلوم ہے۔ اس لیے آپ اپنے رب کے پاس پھر جائیے اور امت کے لیے نماز میں تخفیف کرائیے۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے اور تخفیف کی درخواست کی درخواست منظور ہوئی اور دس نمازوں کی تخفیف ہوئی۔ چالیس باقی رہ گئیں۔ پھر موسی علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے پھر وہی بات کہی کہ آپ کی امت یہ بار برداشت نہ کر پائے گی۔ پھر جائیے اور کمی کرائیے۔ آپ پھر حاضر بارگاہ ہوئے۔ عرضی پیش کی اور دس نمازیں کم ہوئیں۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر جاتے رہے اور نمازوں کی تعداد کم ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ دس بچ گئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اب بھی آپ کی امت کے لیے بوجھ ہے جائیے اور کم کرائیے۔ اس مرتبہ پانچ کم ہوئیں۔ اب پانچ وقت کی نماز رہ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی امت سے یہ پانچ وقت کی نماز بھی نہ ہو سکے گی۔ پھر جائیے اور تخفیف کی درخواست کیجئے۔ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا اب تک جاتا رہا لیکن اب جانے میں شرم محسوس ہو رہی ہے اس لیے میں نے پانچ قبول کر لی۔ اسی وقت عرش سے ندا آئی۔ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِى وَ خَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کی۔ یعنی ہر نیکی کا دس گنا ثواب ہوتا ہے۔ تو گویا پانچ نمازیں ثواب کے حساب سے پچاس ہوئیں۔ جتنی کہ خدائے تعالیٰ نے پہلے فرض فرمائی تھی۔ اس طرح بندوں کو آسانی ہوگئی کہ پڑھیں گے پانچ نمازیں اور ثواب ملے گا پچاس کا۔

فائدہ: صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ شب معراج پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر بعد تخفیف پانچ تک آئیں۔ یہاں روزوں کا ذکر نہیں ہے۔ مگر بعض کتابوں میں ہے کہ شب معراج چھ مہینے کے روزے فرض ہوئے۔ پھر بعد تخفیف ایک مہینہ کے فرض ہوئے۔

فائدہ: شب معراج آپ کی خدمت میں تین پیالے پیش ہوئے۔ ایک دودھ کا۔ ایک شہد کا۔ اور ایک شراب کا۔ آپ نے دودھ کا پیالہ لیا تو حضرت جبرئیل نے کہا اِخْتَـرْتَ الْفِطْرَة۔ آپ نے فطرت اسلام کو اختیار کیا۔ دودھ کو اللہ تعالیٰ نے بہت لطیف اور نفع بخش بنایا ہے، آدمی کا مدار حیات کھانے اور پینے پر ہے۔ تو دودھ کے اندر کھانا اور پانی دونوں ہے۔ تو پتہ چلا کہ دودھ مادۂ حیات جسمانی ہے جس طرح ایمان مادۂ حیات روحانی۔ دودھ ایمان اور اسلام کی مثالی صورت تھی۔ آپ نے اسے اختیار کیا تا کہ آپ کی امت میں ایمان اور اسلام قائم رہے۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ پیالے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پیش کئے گئے تھے۔ اور بعض میں بیت المقدس مذکور ہے۔ دونوں روایتوں میں تطبیق کے لیے علما نے لکھا ہے کہ دونوں جگہ پیش ہوئے تھے۔

مشاہدۂ عجائبات:

شب معراج ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و دوزخ کی سیر کی اور وہاں بہت سے عجائبات کا مشاہدہ فرمایا۔ مگر تاریخ کی کتابوں میں بہت سے ایسے امور کا ذکر ملتا ہے جن کا ثبوت حدیث کی معتبر کتابوں میں نہیں۔ مشکوۃ شریف کتاب الرویا میں بروایت بخاری ایک حدیث مذکور ہے کہ سرکار نے خواب میں اس طرح کے امور دیکھے۔ جنہیں عموماً لوگ شب معراج میں بیان کرتے ہیں۔ یہاں وہ حدیث پیش کی جا رہی ہے۔

Scanned with CamScanner

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد فجر لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی اپنا خواب بیان کرتا تو آپ اس کی تعبیر ارشاد فرماتے۔ایک روز آپ نے حسب معمول پوچھا کہ آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو کسی نے کوئی خواب بیان نہیں کیا خاموشی طاری رہی۔آپ نے فرمایا کہ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میرے پاس دو شخص آئے اور مجھے اٹھا کر لے چلے یہاں تک کہ ایک میدان میں پہنچے وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور اس کے سر کے پاس ایک شخص کھڑا ہے اس کے ہاتھ میں ایک انکڑا ہے۔اس انکڑے کو اس بیٹھے ہوئے شخص کے منہ میں ڈال کر ایک طرف کا کلپھڑا پشت تک چیرتا ہے۔پھر وہ انکڑے نکال کر دوسرا کلپھڑا چیرتا ہے اتنی دیر میں پہلا کلپھڑا درست ہو جاتا ہے۔آپ نے پوچھا یہ کون ہیں۔ہمرائیوں نے کہا آگے چلو۔آپ آگے بڑھے دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی چت لیٹا ہے۔اور ایک آدمی اس کے سر کے پاس کھڑا ہے اور وہ لیٹے ہوئے شخص کے سر پر اس زور سے پتھر مارتا ہے کہ اس کا سر زخم آلود ہو جاتا ہے۔اور دماغ پاش پاش ہو جاتا ہے اور پتھر لڑھک کر ایک طرف گر جاتا ہے۔وہ شخص وہ پتھر اٹھانے جاتا ہے جب تک وہ پتھر لے کر واپس آتا ہے اس کا سر درست ہو جاتا ہے۔پھر وہ پتھر مارتا ہے اور اس کا سر زخم آلود ہو جاتا ہے۔اور پتھر لڑھک کر ایک طرف گر جاتا ہے۔وہ پتھر اٹھانے جاتا ہے۔اور اس کا سر درست ہو جاتا ہے۔پھر پتھر مارتا ہے۔آپ نے پوچھا یہ کون ہیں۔انہوں نے کہا آگے چلئے۔آپ آگے بڑھے دیکھتے ہیں تنور کی طرح اوپر سے تنگ اور اندر سے کشادہ ایک غار ہے اس میں آگ روشن ہے اور اس میں کچھ ننگے مرد اور ننگی عورتیں ہیں۔جنہیں آگ جلاتی ہے۔اور آگ کے زور سے وہ نیچے سے اوپر آتے ہیں اور اتنی اوپر آ جاتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ کہیں باہر نہ نکل جائیں۔پھر اندر چلے جاتے ہیں۔آپ نے پوچھا یہ کون ہیں انھوں نے کہا آگے چلئے۔آپ آگے بڑھے دیکھا کہ ایک خون کی نہر ہے اس میں ایک آدمی غوطہ لگا رہا ہے اور باہر نکلنا چاہتا ہے اور کنارے ایک دوسرا آدمی ہے جس کے ہاتھ میں پتھر ہے وہ اسے مارتا ہے جس کی وجہ سے وہ پھر واپس چلا جاتا ہے۔آپ نے پوچھا یہ کون ہے۔انہوں نے کہا آگے چلئے۔آپ آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک سبز باغ ہے جس میں ایک بڑا درخت ہے اس کی جڑ میں ایک سن رسیدہ آدمی بیٹھا ہے اور اس کے اردگرد کچھ بچے ہیں۔اور قریب ہی ایک شخص آگ جلا رہا ہے۔وہ آپ کو درخت پر چڑھا لے گئے۔درخت کے بیچ میں ایک خوشنما، دلکش اور نہایت قابل تعریف گھر تھا، اس میں لے گئے دیکھا کہ اس میں کچھ بوڑھے جوان مرد، عورتیں اور لڑکے ہیں۔اس گھر سے نکل کر درخت کے اور اوپر چڑھے ایک دوسرے گھر میں داخل ہوئے جو پہلے والے سے زیادہ خوشنما تھا۔دیکھا کہ اس میں بوڑھے اور جوان ہیں۔آپ نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں نے مجھے رات بھر گھمایا آخر ان چیزوں کی حقیقت تو بیان کرو جو دیکھنے میں آئیں۔انہوں نے کہا کہ جس کے کلپھڑے چیرے جا رہے ہیں وہ ایسا شخص ہے جو جھوٹ بولتا ہے اور اس کی جھوٹی بات مشہور ہو جاتی ہے۔اور جس آدمی کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے۔وہ ہے جو قرآن مجید یاد کرے اور رات کو قرآن سے غافل ہو کر سو رہے۔اور دن کو اس کے مطابق عمل نہ کرے قیامت تک اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوگا۔برہنہ مرد اور عورتیں جو مثل تنور غار میں جلتی ہوئی دکھائی دیں۔وہ زناکار مرد اور عورتیں ہیں اور خون کی ندی والا آدمی سود خور ہے۔اور جو سن رسیدہ آدمی درخت کی جڑ میں دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔اور ان کے اردگرد لڑکے یہ عام لوگوں کے لڑکے ہیں۔اور آگ جلانے والا یہ داروغہ

جہنم مالک تھا۔ اور جو پہلا گھر دیکھا یہ جنت میں عام مومنین کا گھر ہے۔ اور جو اس سے بہتر دوسرا گھر ہے وہ شہداء کا گھر ہے۔ اور ہم دونوں جبرئیل اور میکائیل ہیں۔ پھر کہا سر اٹھا کر دیکھئے آپ نے دیکھا تو ایک سفید سا بادل نظر آیا۔ کہا یہ آپ کا گھر ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے اپنے مکان میں داخل ہونے دو۔ کہا ابھی آپ کی عمر باقی ہے۔ عمر پوری کئے بغیر اس گھر داخل نہ ہوں گے۔

معراج میں کتنا وقت لگا:

ہمارے آقا ﷺ معراج میں اللہ تعالیٰ کے قرب تمام، شرف ہم کلامی، دیدار اور دیگر عظیم نعمتوں کے حصول کے بعد واپس آئے۔ اس سلسلے میں مشہور ہے کہ ابھی بستر مبارک گرم تھا اور حجرے کی زنجیر بھی ہل رہی تھی۔

روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ رسول ﷺ کی آمد و رفت کل تین ساعت میں ہوئی تھی۔ اس عالم میں توقف اور طول سیر کا اثر معلوم نہ ہوتا تھا۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی اور دیگر صوفیۂ کرام نے لکھا ہے کہ آپ کا معراج میں تشریف لے جانا عالم آخرت کی قبیل سے ہے اس عالم میں بڑی گنجائش ہے کہ ایک لمحے میں سیکڑوں سال کے کام ہو سکتے ہیں۔

معراج اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

ہمارے آقا (ﷺ) نے جب صبح معراج کا واقعہ بیان فرمایا تو کفار نے جھٹلایا اور آپ کی ہنسی اڑانے لگے۔ ان میں سے بعض جلدی کر کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا کہ کیا تم اب بھی محمد (ﷺ) کو سچا کہو گے؟ بتاؤ وہ کہتے ہیں کہ رات میں بیت المقدس اور سارے آسمانوں کی سیر کر آیا ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر وہ یہ بات کہتے ہیں تو بیشک وہ سچے ہیں اور درست فرماتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے معراج کے حالات سنے اور تصدیق کی۔ اسی دن سے آپ کا لقب صدیق ہوا جیسا کہ حاکم کی روایت میں ہے اس موقع سے بعض ضعیف الایمان مرتد بھی ہو گئے۔

کافروں کا امتحان:

واقعہ معراج سننے کے بعد کافروں کے دلوں میں ہلچل مچ گئی، انہوں نے کہا کہ آسمانوں کا حال تو ہمیں معلوم نہیں، مگر بیت المقدس کو ہم نے دیکھا اور خوب جانتے ہیں۔ اے محمد تم وہاں کبھی نہیں گئے ہو اگر تمہارا دعویٰ درست ہے تو بیت المقدس کا نقشہ اور اس کے مکانات کی تفصیل تو بیان کرو۔ آپ رات میں تشریف لے گئے تھے۔ اور نقشہ دیکھنے، یاد رکھنے کی آپ کو کچھ ضرورت نہ تھی۔ اس وجہ سے آپ کو نقشہ بیان کرنے میں ذرا تامل ہوا۔ اللہ کی شان کہ اس نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا۔ آپ نے دیکھ کر بحسن و خوبی نقشہ بیان کر دیا۔ کافر لا جواب ہو گئے۔ اور کافروں کا تجارتی قافلہ جو ملک شام گیا تھا آپ نے اس کے بارے میں بتایا کہ وہ واپس آ رہا ہے۔ بدھ کے روز مکہ میں داخل ہو جائے گا۔ اس روز قافلہ شام تک نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کو اتنا بڑھا دیا کہ قافلہ اسی دن مکہ میں داخل ہو گیا۔ حاصل کلام اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے اس عطیہ عظمیٰ کی تصدیق کے طریقے نمایاں کر دیے۔

باب دوم:
پہلی فصل:
ہجرت اور اس کے اسباب

موسم حج میں جب قبائل عرب حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ آتے تو نبی کریم (ﷺ) انہیں اسلام کی دعوت دیتے اور انہیں اپنا قریبی بناتے۔ نبوت کا گیارہواں سال تھا مدینہ سے کچھ لوگ حج کے لیے آئے ہوئے تھے۔ نبی اکرم (ﷺ) نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے مدینہ کے یہودیوں سے سن رکھا تھا کہ عنقریب ایک نبی تشریف لائیں گے اور ہم یہودی ان کے ساتھ ہو کر تم بت پرستوں کا قتل کردیں گے مدینہ کے انصار نے آپ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کیا کرتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں۔ یہ سوچ کر ان میں سے چھ آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے اور یہ اقرار کیا کہ سال آئندہ ہم پھر آئیں گے۔ مدینہ پہنچ کر ان حضرات نے آپ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ کا نام پہنچا دیا۔

نبوت کے بارہویں سال اہل مدینہ کے بارہ آدمیوں نے آکر آپ سے ملاقات کی اور اسلام سے سرفراز ہوئے ان میں سے پانچ تو وہی تھے جو پہلے آچکے تھے ان کے علاوہ سات اور تھے۔ انہوں نے احکام اسلام اور آپ کی اطاعت پر بیعت کی۔ آپ نے ان کی درخواست پر حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) کو قرآن سکھانے اور احکام اسلام بتانے کے لیے مدینہ بھیج دیا۔ حضرت مصعب نے مدینہ پہنچ کر تعلیم قرآن، احکام دین اور دعوت اسلام کی خوب خوب اشاعت کی جس کا اثر یہ ہوا کہ انصار کے بیشتر افراد ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔ ان میں سے کچھ ہی باقی رہ گئے۔

نبوت کے تیرہویں سال شرفائے انصار میں سے ستر آدمی خدمت رسول میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے، اور یہ عہد و پیمان کیا کہ اگر آپ مدینہ تشریف لے آئیں تو ہم آپ کی خدمت گزاری میں کوئی کوتاہی نہ کریں گے۔ اور اگر آپ کا کوئی دشمن مدینہ پہ چڑھائی کرے گا تو ہم اس سے لڑیں گے اور جانثاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے۔

یہ دونوں بیعتیں ترتیب وار بَیْعَتِ عَقَبَہ اُولیٰ اور بَیْعَتِ ثانیہ کہلاتی ہیں عقبہ کا معنی گھاٹی ہے، یہ بیعتیں ایک گھاٹی پر ہوئی تھیں اس لیے انہیں بیعت عقبہ کہا جاتا ہے۔ نیز اولیٰ کا معنی پہلی اور ثانیہ کا معنی دوسری ہے۔

بیعت عقبہ ثانیہ کی بعد رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف عام ہجرت کی اجازت دیدی۔ مسلمان مدینہ کی طرف روانہ ہونے لگے، مگر یہ روانگی خفیہ طور پر تھی تا کہ کفار کے شر سے محفوظ رہیں۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو ایک نرالی شان کے ساتھ، آپ نے تلوار لی اور مسلح ہو کر خانہ کعبہ میں آئے طواف کیا اس کے بعد جماعت کفار سے مخاطب ہو کر کہا کہ خرابی ہو ان لوگوں کے لیے جو پتھروں کو پوجتے ہیں۔ اس کے بعد پھر کہا کہ جسے اپنی بیوی کو بیوہ اور اپنی اولاد کو یتیم کرنا ہو۔ میرا راستہ روکے، یہ کہہ کر آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ قریش میں سے کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ کا راستہ روکے اور مقابلہ کرے۔ سارے مسلمان ہجرت کر گئے۔ صرف حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما باقی رہ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ہجرت کے بارے میں رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے انہیں خوشخبری دی کہ تم میری رفاقت میں چلو گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر بے حد خوش ہوئے۔

Scanned with CamScanner

قریش کی سازش: کعبہ کے قریب ایک گھر تھا جس میں قریش کسی بھی مشورہ کے لیے اکٹھا ہوتے اسے دار الندوہ کہا جاتا تھا۔ ایک دن ابو جہل اور دیگر کفار قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے، تاکہ ایک ٹھوس مشورہ کے ساتھ محمد عربی (ﷺ) کی دعوت اسلام کا خاتمہ کریں۔ ابلیس لعین بھی ایک نحیف و کمزور مرد کی صورت میں وہاں پہنچا۔ قریش نے اس کی شرکت کو ناپسند کیا اس لیے کہ وہ مشورہ تنہائی میں کرنا چاہتے تھے، اور غیروں کی شرکت سے راز فاش ہونے کا خوف تھا۔ شیطان نے کہا کہ میں نجد کا رہنے والا ہوں اور جس سلسلے میں تم مشورہ کرنا چاہتے ہو مجھے معلوم ہے۔ میں ایک تجربہ کار آدمی ہوں، اس سلسلے میں تمہیں نیک مشورہ دوں گا۔ کفار یہ بات سن کر خوش ہوئے اور اس کی آمد کو غنیمت سمجھا۔ شیطان کو شیخ نجدی کہنے کی وجہ یہی واقعہ ہے۔ شرکا کے سامنے مسئلہ پیش ہوا کہ محمد (ﷺ) نے ہمیں بہت عاجز اور تنگ کر رکھا ہے وہ ہمیں کافر کہتے ہیں۔ ہمارا ٹھکانا جہنم بتاتے ہیں۔ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں۔ ہماری جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ ان کی ذات سے بعید نہیں کہ کہیں وہ اپنے متبعین اور رفقا کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیں۔ اس لیے ان کے لیے کوئی ایسی تدبیر سوچو جس سے ان کی ساری تبلیغی سرگرمیاں سرے سے ختم ہو جائیں۔ ان میں سے ہشام بن عمر نامی شخص نے کہا کہ محمد (ﷺ) کو ایک کوٹھری میں قید کر دو کہ کوئی ان سے مل نہ سکے۔ ان کا فتنہ تو یہی ہے کہ لوگ ان کی بات سن کر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ جب ان سے کوئی مل نہ پائے گا تو یہ فتنہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے پسندیدہ نہیں۔ بنی ہاشم اور جاں نثاران محمد اس سلسلے میں آڑے آئیں گے اور جنگ وجدال کی نوبت آجائے گی۔ اور وہ انہیں چھڑا لیں گے۔ اس کے بعد ابو البختری نامی شخص نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کو یہاں سے نکال دیا جائے۔ جب وہ یہاں نہیں رہیں گے تو ہم ان کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے بھی نادرست ہے۔ تمہیں محمد کی زبان آوری اور سحر بیانی معلوم ہے وہ جہاں جائیں گے لوگوں کو مسخر کر لیں گے، ان کے جاں نثاران سے مل کر ایک طاقت بنالیں گے اور ہم پر حملہ آور ہو کر جنگ وجدال کا بازار گرم کر دیں گے۔ ابو جہل نے یہ رائے دی کہ ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی منتخب ہو اور سب اکٹھا ہو کر رات میں محمد کے گھر جائیں اور انہیں قتل کر دیں، بنی ہاشم سارے قبائل قریش سے مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ چار و ناچار وہ دیت (خوں بہا) پر رضا مند ہو جائیں گے۔ اور ہم آسانی کے ساتھ دیت ادا کر دیں گے۔ ابلیس لعین نے یہ رائے بے حد پسند کی، اسی مشورہ پر عمل درآمد کا فیصلہ ہوا۔ اور مجلس برخاست ہوگئی۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ناپاک سازش کی خبر اپنے حبیب ﷺ کو دیدی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

وَ اِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ ۔ وَ یَمۡکُرُوۡنَ وَ یَمۡکُرُ اللّٰہُ ۔ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمَاکِرِیۡنَ۔ (پ ۹ ۔ ع ۱۸ سورہ انفال)

اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔ کہ تمہیں بند کرلیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں، اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔ (کنز الایمان)

اس کے بعد ہمارے آقا ﷺ کو مدینہ کی جانب ہجرت کا حکم ہو گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور تنہائی میں ہجرت کا حکم سنایا اور کہا اے ابو بکر تم رفیق سفر ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے دو اونٹنیاں اسی سفر کے لیے خرید

Scanned with CamScanner

رکھی ہیں۔آپ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک مجھے اسی قیمت پر دیدو جتنی قیمت پر تم نے اُسے خریدی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور کی خدمت میں ویسے ہی نذر ہے۔آپ نے فرمایا نہیں یہ تو میں بقیمت ہی لوں گا۔حضرت ابوبکر نے کہا بہت خوب۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدیق اکبر کا مال بے تکلف خرچ کرتے۔اس اونٹنی کی قیمت دینے پر کیوں اصرار کیا۔اس کا سبب محدثین نے یہ لکھا ہے۔کہ آپ نے چاہا کہ اس عبادت عظمیٰ میں خالص اپنا مال خرچ ہو۔

کاشانۂ نبوت کا محاصرہ:

آقائے کائنات (ﷺ) رات دولت خانہ میں تشریف فرما تھے کہ کفار کی ایک جماعت نے دروازہ گھیر لیا کہ موقع پا کر نبی آخر الزماں (ﷺ) کو شہید کر دیں، حضور (ﷺ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹا دیا، انہوں نے آپ کی مبارک چادر اوڑھ لی۔ان سے آپ نے فرمایا کہ کفار تمہیں کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔آپ کے پاس اہل مکہ کی کچھ امانتیں تھیں آپ نے ان امانتوں کو حضرت علی کے سپرد کیا اور ان سے کہا کہ یہ فلاں فلاں کی امانتیں ہیں ان کے پاس پہنچا کر مدینہ چلے آنا۔اس تنبیہ کے بعد آپ دروازے سے باہر نکلے اور سورہ یٰسٓ کی چند ابتدائی آیتیں۔فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ تک پڑھ کر ایک مٹھی خاک جماعت کفار پر پھینک دی۔وہ خاک ان کے سر پر منہ پر اور آنکھ میں پڑی۔اور آپ ان کے درمیان سے صاف نکل گئے۔اور کسی کو نظر نہ آئے۔تھوڑی دیر کے بعد شیطان انسانی صورت میں وہاں آدھمکا۔اور پوچھا یہاں کس فکر میں کھڑے ہو۔انہوں نے کہا کہ محمد کا انتظار ہے۔شیطان نے کہا کہ وہ تمہاری آنکھوں میں اور سروں پر خاک ڈال کر چلے گئے۔ہر ایک نے جب اپنے چہرے اور سر پر ہاتھ پھیرا تو خاک کا اثر پایا۔اس کے بعد کفار نے دروازے کی درازوں سے دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر رسول پر چادر اوڑھے آرام فرما رہے ہیں۔انہوں نے سمجھا کہ محمد عربی (ﷺ) لیٹے ہیں مکان کے اندر گھس گئے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ آہٹ پاتے ہی بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ان سے پوچھا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم۔انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ تعرض نہ کیا اور آقائے نامدار ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے۔

جو کفار کاشانۂ نبوت کے پاس اکٹھا تھے اور ان کے سروں پر خاک پڑی سب کے سب بروز بدر کفر کی حالت میں قتل کئے گئے۔سوائے حکیم بن حزام[1] کے کہ وہ مشرف بہ اسلام ہوئے، ان کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی، آپ کی عمر کے ساٹھ سال کفر کی حالت میں گزرے اور ساٹھ سال اسلام کے سائے میں۔

آغازِ ہجرت:

رسول کریم ﷺ کاشانۂ نبوت سے نکل کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ان کو ساتھ لیا اور پا پیادہ روانہ ہوگئے۔آپ نے پاؤں سے جوتے اتار دیے تھے اور انگلیوں کے بل چلتے تھے، تاکہ نشان قدم نہ معلوم ہوں۔آپ کے پاؤں زخمی ہوگئے یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو کندھے پر سوار کیا اور غار ثور تک لے گئے۔ثور مکہ سے قریب ایک پہاڑ ہے۔جب غار کے قریب پہنچے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ابھی باہر ہی ٹھہریں تاکہ میں جا کر غار کو صاف کردوں

(۱): حزام: بکسر حائے مہملہ وزائے معجمہ۔قاموس میں لکھا ہے کہ حکیم بن حزام خود بھی صحابی ہیں اور ان کے باپ بھی صحابی ہیں۔ان کے بیٹے کا نام بھی حزام تھا وہ تابعی ہیں ۱۲ منہ

Scanned with CamScanner

اس لیے کہ پہاڑ کے غار عموماً سانپ بچھو سے خالی نہیں ہوتے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار کے اندر داخل ہوئے اور اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر سارے سوراخوں کو بند کردیا۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ اس پر صدیق اکبر نے اپنے پاؤں کی ایڑی لگادی اور آنحضور ﷺ کو غار میں بلایا آپ اندر تشریف لے گئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ سانپ نے حضرت صدیق کے پاؤں میں کاٹا انہوں نے پاؤں کو بالکل جنبش نہ دی کہ کہیں آپ کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ لیکن شدت تکلیف کی وجہ سے حضرت صدیق کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور رخسار سرورانور پر جا گرے، آپ جاگ اٹھے، ابوبکر صدیق نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے، آپ نے اپنا مبارک لعاب دہن زخم پر لگادیا، فوراً تکلیف دور ہوگئی۔

غار میں تشریف لے جانے کے بعد مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا اور کبوتر نے انڈے دیکر سینا شروع کردیا، صبح جب کفار قریش تلاش کرتے ہوئے غار کے قریب پہنچے اور اس طرح جا کھڑے ہوئے کہ حضرت صدیق کی نگاہ ان کے پاؤں پر پڑی۔ آپ کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں کفار رسول کریم ﷺ کو اذیت نہ پہنچائیں۔ عرض کیا یارسول اللہ اگر یہ لوگ اپنے پاؤں کی طرف دیکھ لیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۔ نہ گھبراؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کفار نے جب مکڑی کے جالوں اور کبوتر کے جوڑوں کو دیکھا تو کہا کہ اگر کوئی آدمی اس غار میں گیا ہوتا تو یہ مکڑی کے جالے ٹوٹ گئے ہوتے اور جنگلی وحشی کبوتر یہاں نہ ٹھہرتا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ جالا تو ہم نے محمد (ﷺ) کی پیدائش سے پہلے جیسا دیکھا تھا ویسے ہی ہے۔ یہ کہہ کر کفار واپس ہوگئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تارِ عنکبوت اور وحشی جانور کے ذریعہ اپنے حبیب کی ایسی حفاظت فرمائی جو کہ سیکڑوں آہنی اسلحے اور جنگی جوانوں سے ممکن نہ تھی۔

فضیلت صدیق وعلی رضی اللہ عنہما:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قصۂ ہجرت میں حضرت علی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہما کو بہت فضیلت عنایت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو اس طرح کہ آپ ہجرت کی شب رسول اللہ ﷺ کے مبارک بستر پر سو کر داد جاں نثاری دی جب کہ اس رات وہ بستر خوف وہراس کا بستر تھا۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ درج ذیل آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ۔ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۔ (پ۲۔ رکوع ۹۔ بقرہ)

اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت تو ظاہر ہے کہ سارے سفر ہجرت میں کما حقہ حق خدمت گزاری اور جاں نثاری بجالائے۔ اور آیت اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ۔ ۴۰/۱۲/۱۰) بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق ہی کی شان میں نازل ہوئی۔ (ترجمہ آیت) جب اپنے یار سے فرماتے تھے۔ غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید میں "صاحب رسول" فرمایا اور اپنے حبیب پاک ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے معیت خاصۂ الٰہیہ کی بشارت دی۔

فائدہ: اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب فرعون نے تعاقب کیا تھا تو اصحاب

Scanned with CamScanner

موسیٰ نے کہا تھا اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ یعنی ہم ضرور پکڑ لئے جائیں گے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ۔ہرگز نہیں بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ عنقریب میری رہنمائی فرمائے گا۔اس مقولے میں اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا میں بڑا فرق ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو زجر کیا اس لیے کہ حرف کَلَّا محاورۂ عرب میں زجر کے لیے آتا ہے۔اور معیت الٰہی اپنے ہی ساتھ بیان کی مَعِی بصیغۂ واحد فرمایا اور اپنے اصحاب کو شامل نہ کیا۔اور رسول کریم ﷺ نے کلام کو کلمۂ تسلّی اور صیغۂ محبت سے شروع فرمایا کہ لَاتَحْزَنْ مت گھبراؤ اور معیت خاصۂ الٰہی سے اپنے رفیق سفر کو بھی مشرف کیا۔اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کا معنی ہوا کہ بیشک اللہ ہمارے اور تمہارے دونوں کے ساتھ ہے۔اور حضرت کلیم کے کلام میں ''مَعِیَ'' پہلے ہے کلام حبیب میں نام رب پہلے ہے ''مَعَنَا'' بعد میں اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقابلہ میں رسول کریم ﷺ کا علو شان اور اصحاب موسیٰ کے مقابلہ میں حضرت صدیق اکبر کی سربلندی معلوم ہوتی ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ ابوبکر صدیق میری ساری عمر کے اعمال حسنہ لے لیں اور بدلے میں اپنے ایک رات اور ایک دن کے اعمال دیدیں تو میں راضی ہوں۔یہاں رات سے مراد ہجرت کی رات ہے۔اور حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی رفاقت، جاں نثاری اور سانپ کاٹنے کا سارا قصہ بیان کیا، اور دن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کا دن مراد ہے۔جس وقت کہ اطراف مدینہ کے اکثر لوگ مرتد ہوگئے تھے۔اور کچھ لوگ زکوٰۃ دینے سے انکار کر بیٹھے تھے۔اس وقت حضرت ابوبکر نے کوشش اور جواں مردی سے از سرنو دین کو قائم کیا۔اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کا وہ عمل جو شب ہجرت میں ہوا کتنا زیادہ بلند اور مقبول تھا۔آپ تین دن تک غار ثور میں تشریف فرما رہے۔عامر بن فہیرہ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے وہ غار کے قریب بکریاں چراتے تھے، اور بکریوں کا دودھ نبی اکرم (ﷺ) کو اور صدیق اکبر کو پلا جاتے۔اور عبداللہ بن ابی بکر جوان دنوں جوان تھے مکہ میں قریش کی مجالس میں جا کر حالات کا جائزہ لیتے اور رات میں آ کر پوری رپورٹ سنا دیتے۔تین دن کے بعد نبی اکرم (ﷺ) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ اونٹنیوں پر سوار ہو کر ساحلی راستے سے روانہ ہوئے۔عبداللہ بن اُرَیقِطَ[1] دُئلی[2] کو رہبری کے لیے ساتھ لیا اونٹنیاں اسی کے سپرد تھیں۔اس روز حکم کے مطابق غار کے پاس اونٹنیاں لے کر حاضر ہوا۔کفار مکہ نے اعلان کر دیا تھا کہ جو کوئی محمد (ﷺ) اور ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) میں سے کسی کو پکڑ لائے یا قتل کر دے اسے سو اونٹ انعام میں دیے جائیں گے اور جو دونوں کو پکڑ لائے اسے دو سو اونٹ دیے جائیں گے۔

اُمِّ مَعْبَدْ کی بکری: رسول کریم ﷺ ایک دن اپنے رُفقا کے ساتھ شرفائے عرب کی ایک خاتون ام معبد[3] کے خیمے پر پہنچے، اس کا خیمہ مدینہ کے راستے میں پڑتا تھا۔آپ نے ام معبد سے گوشت اور چھوارے طلب کئے۔اس نے کہا کہ یہ چیزیں تو میرے پاس نہیں ہیں۔آپ نے خیمہ

---

[1] اُرَیقِطَ: بضم ہمزہ وفتح رائے مہملہ ویائے ساکنہ وکسر قاف ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔ [2]: دُئلی: بضم دال مہملہ وہمزہ مکسورہ ولام ۱۲ منہ۔
[3] مَعْبَدْ۔بفتح میم وسکون عین وفتح با ۱۲ منہ۔

کے ایک گوشہ میں ایک بکری دیکھی ام معبد سے کہا کہ اجازت دو تو اس بکری کا دودھ دوہ لیں۔اس نے کہا کہ اس کے پاس بالکل دودھ نہیں۔اس کو جنے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا۔اور لاغری کے سبب چرنے کے لیے جنگل بھی نہیں جاسکتی۔آپ نے فرمایا کہ وہ کیسی بھی ہو تم دوہنے کی اجازت تو دو۔ام معبد نے دوہنے کی اجازت دیدی۔آپ نے اس کے تھن کو ہاتھ لگایا اور بسم اللہ پڑھی فوراً اس کے تھن دودھ سے بھر گئے۔اور آپ نے دوہنا شروع کر دیا،ایک بڑا برتن جس سے آٹھ نو آدمی شکم سیر ہو کر پی سکیں بھر گیا۔آپ نے پہلے ام معبد کو پلایا۔اس نے خوب سیر ہو کر پیا۔پھر ہمراہیوں نے سیر ہو کر پیا۔اس کے بعد آپ نے خود نوش فرمایا۔پھر دودھ کے اس برتن کو بھر دیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔شام کو ام معبد کا شوہر ابو معبد آیا وہ دودھ دیکھ کر تعجب میں پڑ گیا۔ام معبد نے کہا کہ یہ ایک مہمان عزیز کی برکت ہے۔اور پورا واقعہ بیان کیا۔اس کے بعد ابو معبد اور ام معبد دونوں مشرف بہ اسلام ہو کر آپ کے صحابہ میں داخل ہوئے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ وہ بکری جسے ام معبد کے گھر میں آپ نے دوہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہی۔اور دودھ دیتی رہی۔یہاں تک کہ زمانہ رمادہ میں بھی صبح وشام دودھ دیتی رہی جب کہ روئے زمین پر کہیں دودھ میسر نہ تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ایک مرتبہ بڑی زبردست قحط سالی واقع ہوئی جس میں لوگ بے حد پریشان ہوئے۔اسی زمانے کو رمادہ کہا جاتا ہے۔

جس دن ام معبد کے خیمہ سے رسول کریم ﷺ کا گزر ہوا اسی دن مکہ معظمہ میں عربی کے چند اشعار سنے گئے۔جن میں سرکار کے ام معبد کے خیمہ پر گزرنے کا اور کفار قریش کے خائب وخاسر[۳] رہنے کا ذکر تھا۔

سراقہ کا تعاقب: سراقہ بن مالک بن جعشم جو عرب کا ایک سردار تھا،اس کا گھر ایک جھیل کے کنارے آباد تھا۔اس نے بھی کفار قریش کا اعلان سنا تھا۔کسی نے اس سے جا کر کہا ابھی چند آدمی اونٹوں پر سوار ہو کر ادھر گئے ہیں۔شاید یہ وہی لوگ ہوں جن کی قریش کو تلاش ہے۔سراقہ نے انعام کے لالچ میں ان کا تعاقب کیا اور دھوکہ دیتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں بلکہ فلاں قبیلے کے ہیں۔تاکہ وہ پیش قدمی نہ کریں۔اس کے بعد ایک ٹیلے کے نیچے گھوڑا منگوایا اور تیر و کمان سے مسلح ہو کر روانہ ہو گیا۔گھوڑا تیزی کے ساتھ چلا اور آپ کے قریب پہنچ گیا۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بغرض حفاظت ادھر ادھر دیکھتے رہتے تھے۔آپ نے سراقہ کو دیکھ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ایک سوار قریب آپہنچا ہے۔آپ نے سراقہ کو دیکھا اور اس کے خلاف دعا فرمائی۔یکایک گھوڑے کا پیر پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔سراقہ نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم دونوں کی بددعا سے میرے گھوڑے کا یہ حال ہوا ہے۔آپ اس بلا سے نجات بخشیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ واپس چلا جاؤں گا اور جو کوئی بھی آپ کی تلاش میں آتا ہوا ملے گا اسے بھی واپس کر دوں گا۔آپ نے دعا کی زمین نے سراقہ کے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔سراقہ کہتا ہے کہ مجھے اسی وقت خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب فرمائے گا۔میں آپ کے قریب گیا اور درخواست کی کہ آپ مجھے امان نامہ لکھ دیجئے تاکہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرمائے تو میں محفوظ رہوں۔آپ نے عامر بن فہیرہ کے ہاتھ سے امان نامہ لکھوایا۔سراقہ اگرچہ اس وقت مسلمان نہ ہوئے بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔اور زمرۂ صحابہ میں داخل ہوئے۔سراقہ نے حسب

۳: خائب وخاسر۔خرابی پانے والے اور نقصان اٹھانے والے۔

Scanned with CamScanner

وعدہ واپس ہوتے وقت آپ کا تعاقب کرنے والوں کو واپس کر دیا۔ اوران سے کہا کہ تمہارے جانے کی ضرورت نہیں ہے میں دیکھ آیا ہوں محمد اور ابوبکر کا دور دور تک کہیں پتا نہیں۔

حبیب وکلیم کے معجزات میں یکسانیت:

رسول کریم (ﷺ) کی دعا سے سراقہ کے گھوڑے کا پیر زمین میں دھنس گیا۔ یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کی طرح ہے کہ آپ کے دشمن قارون کو زمین نے نگل لیا۔

اس کا پس منظر یہ ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا تو حُبِ مال کی وجہ سے قارون کو یہ بات ناگوار گزری حکم ہوا کہ ایک ہزار درہم میں سے ایک درہم زکوٰۃ کا نکالو، جب اس نے حساب کیا تو اس پر بھی زکوۃ کی رقم زیادہ معلوم ہوئی۔ اس لیے وہ موسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہو گیا۔ اس نے ایک ایسی عورت کو جو زنا سے حاملہ تھی۔ بہت سارا روپیہ دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بنی اسرائیل کے مجمع میں یہ کہہ دے کہ مجھ سے موسیٰ نے زنا کیا اور یہ حمل انہیں کا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام عید کے دن دوران وعظ حدود و قصاص کے احکام بیان فرمارہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر غیر شادی شدہ زنا کرے تو اسے سو درے مارے جائیں گے۔ اور اگر شادی شدہ زنا کرے تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔ قارون نے کہا اے موسیٰ اگر تمہیں نے ایسا کام کیا ہو تو؟ آپ نے فرمایا کہ اگر میں بھی ایسا کروں تو مجھ پر یہی سزا نافذ ہوگی۔ قارون نے کہا کہ فلاں عورت کہتی ہے کہ تم نے اس سے زنا کیا ہے۔ اس نے اس عورت کو پیش کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے عورت تو سچ سچ بتا کہ کیا معاملہ ہے۔ اس عورت نے کہا کہ قارون نے مجھے روپیہ پیسہ دیکر یہ سکھایا کہ موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگا۔ اور اے موسیٰ میں اعلان کرتی ہوں کہ آپ اس تہمت سے پاک اور مبرا ہیں۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام کا جلال جوش مارنے لگا اور آپ نے زمین سے کہا خُـذِیـهِ یعنی اے زمین قارون کو پکڑ لے۔ اسی وقت قارون کو زمین نے ٹخنے تک دھنسا لیا۔ قارون نے عاجزی کرنی شروع کی اور کہا اے موسیٰ مجھے بچایئے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کا جلال زوروں پر تھا۔ آپ نے پھر کہا خُـذِیـهِ (پکڑ لے) زمین نے اسے گھٹنوں تک دھنسا لیا۔ قارون گڑگڑاتا رہا، لیکن موسیٰ علیہ السلام خُـذِیـهِ فرماتے رہے، اور زمین قارون کو دھنساتی رہی۔ یہاں تک کہ مکمل اسے نگل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قارون کا گھر اور اس کا سارا خزانہ اس کے سر پر لاد کر دھنسا دیا جائے۔

ان دونوں معجزوں کے واقع ہونے کی کیفیت سے رسول کریم ﷺ کی افضلیت اور شان رحمت عیاں ہے۔ آنحضور ﷺ نے سراقہ کی التجا پر اسے زمین کی گرفت سے نجات دی، بلکہ ہمیشہ کے لیے پروانہ، امان لکھوا دیا، اور موسیٰ علیہ السلام نے قارون کی التجا اور آہ و زاری پر کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اگر مجھے قارون ایک بار بھی پکارتا تو میں اسے نجات دیدیتا۔ وہ تمہیں پکارتا رہا۔ لیکن تم نے اس کی ایک نہ سنی۔

تنبیہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام یا دیگر انبیائے کرام پر جب نبی آخر الزماں ﷺ کی افضلیت بیان کی جائے تو اس بات کا لحاظ ضرور رہے کہ کسی طرح بھی اس پیغمبر کی تحقیر نہ ہو۔ اس لیے کہ ہر پیغمبر کی تحقیر کفر ہے۔ شعراء عموماً اس بلا میں مبتلا ہیں۔ رہا صرف افضلیت کا بیان تو اس سے تحقیر لازم نہیں آتی کہ خود رب کریم ارشاد فرماتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔(کنزالایمان) (پ۳-ع۱-بقرہ)

بریدہ اسلمی کا جھنڈا:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب پہنچے تو بریدہ بن الحصیب اسلمی ستر سواروں کے ساتھ آپ کو ملے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کون ہو؟انہوں نے کہا بریدہ بن الحصیب اسلمی آپ نے بطور تفاؤل فرمایا بَرَدَ اَمْرُنَا یعنی ہمارا کام آسان ہوگیا۔اور قبیلے کا نام اسلم سن کر فرمایا سلِمنا ہم سلامت رہے۔پھر آپ نے پوچھا قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟ کہا بنی سہم سے آپ نے فرمایا خَرَجَ سَهْمُكَ تیرا حصہ حاصل ہوا یعنی تجھے اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔

بریدہ تو ارادۂ بدلے کر آئے تھے۔کفار قریش کے اعلان کے مطابق ان کی نیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کی تھی کہ انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے۔لیکن جمال رسول دیکھ کر اور کلام شیریں سن کر وہ آپ پر فریفتہ ہوگئے۔اور اپنے تمام ہمراہیوں کے ساتھ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے۔اس کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ مناسب ہے کہ مدینہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے ساتھ کوئی جھنڈا ہو۔اتنا کہہ کر اپنی پگڑی اتاری اور ایک لکڑی میں لپیٹ کر علم بنایا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو علم بردار بنایا وہ آپ کی قیادت میں مدینہ کی طرف چلے۔سبحان اللہ۔کیا قدرت خداوندی ہے کہ وہ کس سرکشی سے آئے تھے اور کیسے تابعدار ہو کر ساتھ چلے۔

اہل مدینہ کا انداز استقبال:

اہل مدینہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سن کر فرط مسرت میں روزانہ مدینہ سے نکل کر مکہ کے راستے میں استقبال کے لیے آتے۔اور قریب دو پہر تک انتظار کر کے واپس ہو جاتے۔ایسے ہی ایک روز انتظار کر کے واپس ہو رہے تھے کہ یکایک ایک یہودی نے ایک ٹیلے سے آپ کی سواری دیکھ لی اور بلند آواز سے کہا يَا مَعَاشِرَ العربِ هٰذَا جَدُّكُمْ اے گروہ عرب لو جن کا تمہیں انتظار تھا وہ آگئے۔وہ لوگ واپس ہوئے اور نہایت ہی مسرت و شادمانی کے ساتھ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔انصار کی لڑکیاں مارے خوشی کے اس طرح نغمہ سرا تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

ہم پر چاند طلوع ہوا ثنیات الوداع سے یعنی وداع کی گھاٹیوں سے۔
اور ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک کوئی دعوت دینے والا اللہ کی جانب دعوت دے۔

ثَنِيَّاتُ الوَدَاعِ کی تحقیق:

ثنیات الوداع کا معنی ہے رخصت کی گھاٹیاں۔مکہ کی جانب جانے والے مسافر کو اہل مدینہ رخصت کرنے کے لیے ان گھاٹیوں تک جاتے تھے اس لیے انہیں ثنیات الوداع کہا جانے لگا۔(قاموس)

بعض اہل لغت اور محدثین نے لکھا ہے کہ ثنیات الوداع مدینہ سے شام کی جانب ہے نہ کہ مکہ کی جانب اور مذکورہ شعر مدینہ کی لڑکیوں نے اس وقت پڑھا تھا جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے مدینہ واپس ہوئے تھے۔اور صحیح بخاری سے بھی یہی ثابت ہے کہ ثنیات الوداع شام کی جانب ہے۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:

دوسری فصل:

رسول اکرم ﷺ کی مدینہ طیبہ میں جلوہ گری

رسول اکرم (ﷺ) ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو دوشنبہ کے دن مدینہ کے ایک محلہ قُبا میں پہنچے اور بنی عمرو بن عوف کی بستی میں قیام فرمایا۔ وہاں چودہ دن قیام رہا۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اہل مکہ کی امانتیں ان کے حوالے کر کے تیسرے دن قبا میں حاضر ہو گئے۔ قبا شہر مدینہ کے کنارے آباد ہے جہاں پر مسجد قبا ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ (۱۱-۲- التوبة)

بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیز گاری پر رکھی گئی۔ وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو (نماز پڑھو) (کنز الایمان)

آپ جب تک وہاں قیام پذیر رہے اسی مسجد میں نماز ادا فرماتے رہے۔

جب آپ نے مدینہ کے اندر داخل ہونے کا ارادہ فرمایا تو ہر شخص اس بات کا متمنی اور آرزومند تھا کہ سرکار ہمارے محلے میں قیام فرمائیں، آپ اونٹنی پر سوار ہو کر اس انداز میں روانہ ہوئے کہ ہر قبیلے کے لوگ آپ کے ساتھ ساتھ تھے اور سب کا یہی اصرار تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے محلے میں تشریف رکھیں، آپ نے فرمایا کہ میری اونٹنی مامور ہے وہ جہاں بیٹھ جائے گی میں وہیں قیام کروں گا۔ اونٹنی چلتے چلتے اس جگہ بیٹھی جہاں مسجد نبوی شریف کا منبر ہے۔ اسی کے قریب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ ساز و سامان وہیں اتارا گیا اور آپ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامول کی اولاد سے تھے اور شامول ان چار سو عالموں کے سردار تھے جو بادشاہ یمن تُبَّع[۱] حِمْیَرِی[۲] کے ہم نشین تھے۔

مدینہ سے تُبع حِمْیَری کا گزر:

اہل سِیَر نے لکھا ہے کہ سرزمین مدینہ سے تبع حمیری کا گزر اس زمانے میں ہوا جب کہ مدینہ آباد نہیں تھا وہاں صرف ایک چشمہ جاری تھا۔ ان عالموں کو جب معلوم ہوا کہ یہ جگہ نبی آخر الزماں (ﷺ) کی ہجرت گاہ ہوگی تو ان لوگوں نے وہیں سکونت اختیار کی۔ اور انہیں سے ایک بستی آباد ہو گئی۔ انصار انہیں کی اولاد میں سے ہیں۔ بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ جگہ ہجرت گاہ نبی آخر الزماں ہے تو اس نے چاہا کہ خود بھی وہیں رہ جائے۔ لیکن امور سلطنت سدراہ ہوئے۔ ہمراہیوں کو رہنے کا حکم دیا، اور رسول اللہ (ﷺ) کے نام ایک ایمان نامہ لکھ کر علما کے سردار شامول کو دیدیا اور یہ کہہ دیا کہ تم اپنی اولاد کو وصیت کر دینا کہ ان میں سے جو بھی پیغمبر آخر الزماں کا زمانہ پائے انہیں میرا

۱: تُبَّع: بضم تائے مثناۃ فوقانیہ وتشدید بائے موحدہ مفتوحہ و عین مہملہ لقب بادشاہ یمن ۱۲ منہ

۲: حِمْیَرِی: بکسر حائے مہملہ وسکون میم وفتح یائے تحتانیہ ورائے مہملہ یمن کے ایک قبیلے کا نام ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ

Scanned with CamScanner

سلام کہے اور یہ خط انہیں دیدے۔ نسلاً بعد نسلٍ یہ خط حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچا انہوں نے اسے حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامول کی اکیسویں پشت میں تھے۔ اور جس گھر میں محمد عربی ﷺ نے قیام فرمایا یہ گھر بھی اسی بادشاہ نے بنوایا تھا کہ جب ہجرت کر کے تشریف لائیں گے تو اسی گھر میں قیام فرمائیں گے۔ یہ گھر دو منزلہ تھا۔ آپ نیچے رہتے اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال بالاخانہ پر۔ پھر حضرت ابوایوب اور ان کی زوجہ ام ایوب کے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ تو بڑی بے ادبی ہے کہ رسول کائنات نیچے رہیں اور ہم اوپر۔ اس خیال میں وہ رات بھر نہیں سوئے۔ صبح اصرار کر کے آپ کو بالاخانہ پر رہنے کے لیے رضامند کیا اور خود نیچے رہنے لگے۔

مسجد نبوی کی تعمیر: جس زمین پر اونٹنی بیٹھی تھی وہ دو یتیموں کی تھی جو اسعد بن زُرارہ کی پرورش میں تھے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ زمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے خریدی وہ رقم دس دینار تھی۔ اسی زمین میں مسجد نبوی اور آپ کے مقدس حجرے تعمیر ہوئے۔

کتب حدیث میں وارد ہے کہ تعمیر مسجد میں محمد عربی ﷺ نے پہلے ایک پتھر رکھا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم ایک پتھر اس پتھر سے ملا کر رکھو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ابوبکر کے پتھر سے ملا کر ایک پتھر رکھو۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم عمر کے پتھر سے ملا کر ایک پتھر رکھو۔ جب ان حضرات نے پتھر رکھ لیے تو آپ نے فرمایا۔ هٰـؤُلَاءِ الْخُلَفَاءُ مِنْ بَعْدِي۔ یعنی یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ رسول کائنات ﷺ تعمیر مسجد میں صحابۂ کرام کے ساتھ برابر کے شریک رہے۔

عبداللہ بن سلام کا اسلام: مدینہ میں تشریف آوری کے بعد عبداللہ بن سلام جو یہود کے ایک بڑے عالم تھے رسول کریم ﷺ سے ملاقات کے لیے آئے۔ اور آپ سے سوال کیا کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی؟ جنتیوں کی پہلی غذا کیا ہوگی؟ اور بچہ کب ماں کے مشابہ ہوتا ہے اور کب باپ کے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب تک ہانک لے جائے گی۔ اور جنتیوں کی پہلی غذا مچھلی کا جگر ہوگا جس کے کباب انہیں کھلائے جائیں گے۔ اور جب ماں کا نطفہ غالب ہوتا ہے تو لڑکا ماں یا ماں کے قریبی ماموں یا خالہ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب باپ کا نطفہ غالب ہوتا ہے تو لڑکا باپ یا اس کے اقارب کے مشابہ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سلام نے ان سوالوں کے جواب سن کر کہا کہ کتب سابقہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور اسلام قبول کرلیا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ یہود بڑے جھوٹے اور مُفتری ہیں۔ اگر میرے اسلام کے بارے میں جان جائیں گے تو مجھے بہت برا کہیں گے۔ میں چھپ جاتا ہوں اور میرا اسلام ظاہر کرنے سے پہلے میرے بارے میں ان سے پوچھیں دیکھیں وہ کیا بتاتے ہیں۔ وہ چھپ گئے۔ یہود حاضر ہوئے آپ نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام کو جانتے ہو؟ وہ کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے کہا۔ خَيْرُنَا وَ ابْنُ خَيْرِنَا وَ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا۔ یعنی وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں اور سب سے بہتر کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے صاحبزادے ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ

Scanned with CamScanner

اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو؟ انہوں نے کہا کہ خدا کی پناہ ایسی بات کبھی نہ ہوگی۔ پھر آپ نے عبداللہ بن سلام کو بلایا انہوں نے آ کر کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں) یہ سن کر یہود بہت ناخوش ہوئے اور کہنے لگے۔ شَرُّنَا وَ ابنُ شَرِّنَا۔ یعنی یہ بہت برے ہیں اور برے باپ کے بیٹے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت برا بھلا کہا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا کہ مجھے اسی بات کا خوف تھا۔

سلمانِ فارسی کا اسلام:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مجوسی تھے۔ انہوں نے کافی عمر پائی۔ دین مجوسی چھوڑ کر دین نصاریٰ اختیار کیا۔ علمائے یہود اور علمائے نصاریٰ کی زبانی انہوں نے سن رکھا تھا کہ خاتم الانبیا مبعوث ہونے والے ہیں۔ اور وہ ہجرت کر کے مدینہ آئیں گے۔ اس لیے انہوں نے مدینہ کی راہ لی۔ راستے میں کئی جگہ بکے بھی۔ جب رسول اکرم ﷺ مدینہ میں جلوہ افروز ہوئے، وہ ان دنوں ایک یہودی کے غلام تھے۔ خدمت رسول میں حاضر ہوئے کچھ چیزیں پیش کیں اور کہا کہ یہ صدقہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں صدقہ نہیں کھاتا مجھ پر حرام ہے۔ دوسرے دن آئے اور کچھ چیزیں پیش کر کے کہا یہ ہدیہ ہے۔ آپ نے قبول فرمالی۔ حضرت سلمان نے ایک دن جا کر پشت مبارک پر مہر نبوت بھی دیکھ لی۔ اور فوراً مسلمان ہو گئے۔ حضرت سلمان فارسی نے یہ سب اس لیے کیا کہ انہوں نے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے۔ ہدیہ قبول کریں گے، اور ان کی پشت پر مہر نبوت ہوگی۔ ان کے اس عمل سے ان باتوں کی تصدیق ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی سے کہا کہ اپنی آزادی کی فکر کرو۔ انہوں نے اپنے مالک سے کہا کہ کچھ مال لے کر مجھے پروانۂ آزادی دیدو۔ اس نے چالیس اُوقیہ[1] سونے پر آزادی کی شرط رکھی اور یہ بھی شرط لگائی کہ تین سو چھوہارے کے درخت لگائیں۔ اور جب وہ بارآور ہو جائیں تب تمہاری آزادی ہے۔ کھجور کے درخت میں پھل آنے کے لیے ایک عمر چاہیے لیکن سرکار نے جا کر خود اپنے دست مبارک سے چھوہارے کے درخت لگائے وہ سب اسی سال بارآور ہوئے۔ صرف ایک درخت حضرت عمر نے لگایا تھا وہ بارآور نہ ہوا۔ حضور نے اسے اکھاڑ کر اپنے ہاتھ سے لگا دیا وہ بھی بارآور ہوا۔ اور ایک انڈے کی مقدار سونا غنیمت میں آیا تھا آپ نے وہ سونا سلمان فارسی کو دیدیا اور کہا کہ اسے دے کر آزاد ہو جاؤ۔ حضرت سلمان فارسی نے عرض کیا یا رسول اللہ چالیس اوقیہ کی شرط ہے۔ کیا یہ کافی ہوگا۔ آپ نے زبان مبارک اس سونے پر پھیر دی اور برکت کی دعا کی۔ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ جب میں نے اسے وزن کیا تو وہ ٹھیک چالیس اوقیہ تھا نہ کم نہ زیادہ۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اسے ادا کر کے آزاد ہو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔

---

[1] اُوقیہ: عربی میں سات مثقال وزن کو کہتے ہیں۔ ایسا ہی قاموس میں ہے۔ مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے تو سات مثقال کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوئے۔ یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشے۔ تو چالیس اوقیہ سونا۔ ایک سو پانچ تولے ہوا۔ جو کہ ہندوستان کی مروج تول سے قریب ڈیڑھ سیر ہوتا ہے۔ منہ۔

Scanned with CamScanner

نبی آخرالزماں سے یہودیوں کی ملاقات:

مدینہ کے باہر دونوں طرف یہود کی بستیاں آباد تھیں۔ایک بنی قریظہ کی اور دوسری بنی نَضِیر[1] کی۔ان قبیلوں کے لوگ بھی آپ سے ملاقات کرنے اور حال دریافت کرنے آئے۔ سردار یہود حُیَی بن اخطب کی بیٹی صفیہ جو فتح خیبر کے بعد ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں بیان کرتی ہیں کہ میرے باپ اور چچا مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ان سے ملاقات کرنے کی غرض سے گئے۔ جب وہ واپس آئے تو اس طرح لیٹ گئے۔ گویا کہ بہت زیادہ تکان محسوس ہورہی ہے۔ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ کیا یہ وہی پیغمبر ہیں جن کا ذکر توریت اور کتب سابقہ میں ہے؟ دوسرے نے کہا کہ واللہ یہ وہی ہیں۔ پوچھا تیرا کیا ارادہ ہے؟ کہا جب تک نتھنوں میں دم ہے مخالفت میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ سبحان اللہ کیا قدرت خداوندی ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علما کو آپ کی نبوت کا یقین تھا۔مگر ان میں سے بیشتر حسد، تکبر اور حب جاہ و منصب کے سبب ایمان نہ لائے۔ان کا خیال تھا کہ نبی ہماری قوم سے ہوں گے۔ یہ نبی اسمٰعیل سے ہیں اور ناخواندہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں ایسا کیوں ہوا۔ اگر ہم ان پر ایمان لاتے ہیں تو ہماری شیخی جاتی رہے گی۔ اور جن کی قسمت میں سعادت ابدی تھی وہ ایمان سے مشرف ہوئے۔ جیسے عبد اللہ بن سلام۔ اور نصرانیوں کے کئی نامور بادشاہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ جیسے نَجاشی بادشاہ حبشہ۔ اور اَکِیدَر بادشاہ دُومَۃُ الجَندَل۔

بیرِ رُومَہ کی خریداری:

مدینہ طیبہ میں بیر رومہ کا پانی بہت شیریں تھا۔ اور دوسرے کنوؤں کا پانی کھارا تھا۔ بیر رومہ کا مالک ایک یہودی تھا وہ پانی بیچا کرتا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو پانی کی بڑی تکلیف تھی۔ رسول اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ جو شخص بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے عام کردے اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خریدا اور وقف کردیا۔ پہلے آپ نے بارہ ہزار درہم میں نصف کنواں خریدا اس کی صورت یہ تھی کہ ایک دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی باری ہوتی اور ایک دن یہودی کی۔ حضرت عثمان غنی اپنی باری کے دن مفت پانی دیتے اور وہ اپنی باری کے دن بیچتا لوگوں نے اس کی باری کے دن پانی بھرنا ہی چھوڑ دیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری کے دن لوگ بقدر ضرورت بھر لیتے۔ چار و ناچار اس نے اپنا حصہ بھی حضرت عثمان کے ہاتھ بیچ دیا۔ حضرت عثمان نے وہ بھی وقف کردیا۔ اب مسلمان بے تکلف اس سے پانی بھرنے لگے۔ اس فعل حَسَن کی بنیاد پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ (ﷺ) کے وعدے کے مطابق جنت کے مستحق ہوئے۔

---

[1]: نَضِیر: بروزن امیر ۱۲ قاموس۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:
تیسری فصل:

غزوۂ بدر

ہجرت کے بعد جہاد کا حکم نازل ہوا، اس کے بعد نبی اکرم (ﷺ) نے کفار سے قتال شروع کیا۔ اور ان کے قتل وغارت کے لیے سپاہ ولشکر بھی بھیجے۔

جس جہاد میں آپ بہ نفس نفیس تشریف لے گئے اہل سیر اسے غزوہ کہتے ہیں۔ اور جس میں تشریف نہیں لے گئے بلکہ صرف لشکر بھیج دیا اسے سَرِیہ[1] کہتے ہیں۔

تمام غزوات وسرایا کا تفصیلی بیان یہاں دشوار ہے، اس لیے مشہور غزوات کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔
تمام غزوات میں اشرف وافضل غزوۂ بدر ہے۔ اس لیے کہ اس کے ذریعہ اسلام کی بڑی ترقی واشاعت ہوئی۔ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے۔

مسلمانوں کے مدینہ چلے جانے کے بعد بھی کفار قریش کا ظلم ان پر برابر جاری تھا۔ تنگ آ کر رسول کریم (ﷺ) تین سو تیرہ مہاجرین وانصار کے ساتھ کفار کے اس تجارتی قافلے کا راستہ روکنے کے لیے نکل پڑے جو ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس ہو رہا تھا۔ جب ابوسفیان کو مسلمانوں سے کچھ خطرہ محسوس ہوا تو اس نے ضَمْضَم[2] غِفاری کو اجرت پر مکہ بھیجا اور ابوجہل وغیرہ سرداران قریش کو اس بات سے باخبر کیا کہ اگر قافلے کی سلامتی اور خیر چاہتے ہو تو جلدی مدد کے لیے آؤ اور قافلہ کو بچالو۔ یہ خبر سن کر ابوجہل طیش میں آگیا اور تمام جنگی سامانوں سے لدا پھندا بڑے ہی کروفر کے ساتھ روانہ ہوا۔ جس میں گھوڑ سوار، شتر سوار اور پا پیادہ لوگ تھے، اس لشکر میں قبائل قریش کے تمام اشراف اور رؤسا شامل تھے۔ یہاں تک کہ خاندان ہاشم سے عباس بن عبدالمطلب بھی برادرانہ حمیت وہمدردی کے طور پر شامل ہوئے۔ ادھر ابوسفیان راستہ بدل کر راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور ابوجہل وغیرہ کو یہ کہلا بھیجا کہ اب مدد کی حاجت نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو سرداران کفار کو جہنم رسید کرنا تھا اور شوکت اسلام کو بتمام وکمال ظاہر کرنا تھا۔ اس لیے ابوجہل لعین نے لشکر کشی پر اصرار کیا۔ اور کہا کہ محمد (ﷺ) نے نہایت شورش کی ہے اس لیے ان کی شورش کو ختم کرنا ضروری ہے۔ ان دنوں ابوسفیان کا کفر عروج پر تھا۔ ابوجہل کے پاس ممانعت کی خبر بھیجنے کے باوجود مکہ میں قافلہ کو پہنچا کر ابوجہل کے ساتھ ہولیا۔ مگر فتح وغلبہ درکنار، ذلت وشکست پائی اور چند زخم بھی کھائے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے محبوب خدائے پاک تمہیں ظفر وکامیابی عطا فرمائے گا۔ آپ کے صحابہ کا جی چاہتا تھا کہ ابوسفیان کے قافلہ سے مقابلہ ہو کیوں کہ قافلہ چھوٹا تھا اس کے پاس ہتھیار کم تھے اس سے مقابلہ آسان تھا۔ اور ابوجہل جو لشکر کفار لے کر آ رہا تھا وہ ساز وسامان اور ہتھیار سے مسلح تھا۔ ان کے مقابلے میں

---

[1]: سریہ: بفتح سین وتخفیف را ۱۳۱ صراح۔
[2]: ضمضم: بدو ضاد بروزن جعفر قبیلۂ غفار کے ایک شخص کا نام ہے۔ غفاری بکسر غین معجمہ وفا ورائے مہملہ قبیلۂ غفار کی طرف نسبت ہے۔ حضرت ابوذر غفاری اسی قبیلے کی تھے۔

Scanned with CamScanner

مسلمان بے سروسامان اور نہتھے تھے۔لیکن اللہ تعالی کو اپنی قدرت کاملہ دکھانی تھی۔اور اسلام کی نصرت و مدد کرنی تھی۔اس لیے ابوسفیان کا قافلہ بچ کر نکل گیا۔اور لشکر کفار سے جم کر مقابلہ ہوا۔کفار کا لشکر، لشکر اسلام سے تین گنا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اس لیے کہ مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔اور کفار ایک ہزار تھے لیکن کفار کو مسلمان دوگنا نظر آئے اور مسلمانوں کا رعب ان کے دلوں پر چھا گیا۔

غیب کی خبر: رسول گرامی وقار ﷺ جب بدر میں پہنچے تو آپ نے اپنے صحابہ کو ہر کافر کی جائے قتل بتادی اور وہاں نشان لگا دیا کہ یہاں فلاں مارا جائے گا۔یہاں فلاں مارا جائے گا۔راوی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قسم ہے نبی کے خدا کی کسی نے ان میں سے ایک بالشت بھی تجاوز نہیں کیا۔

دعائے کریم کا اثر: سرکار نے لشکر کی بے سروسامانی دیکھ دعا فرمائی تھی۔الٰہی! یہ ننگے ہیں انہیں کپڑا دے۔الٰہی یہ بھوکے ہیں انہیں کھانا دے۔الٰہی یہ پیادہ ہیں انہیں سواری دے۔راوی حدیث کہتے ہیں کہ فتح کے بعد ہم میں سے کوئی ایسا نہ رہا جس کے پاس سواری، کپڑے اور نقد و جنس کی فراوانی نہ ہو۔

انصار کی جاں نثاری: لشکر کفار کے پہنچنے سے پہلے رسول کریم ﷺ نے جنگ کے سلسلے میں مشورہ کیا۔پہلے حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے مناسب مشورے پیش کئے۔ آپ بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔حضرت مقداد نے کہا یا رسول اللہ ہم وہ نہ کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔یعنی اے موسیٰ جاتو اور تیرا رب لڑے۔ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔یارسول اللہ بلکہ ہم تو یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ دائیں لڑیں گے۔بائیں لڑیں گے۔ہر طرف لڑیں گے۔اور آپ ہمیں جہاں تک لے جائیں ساتھ ساتھ جائیں گے۔

چونکہ انصار نے بیعت عقبہ کے وقت یہ عہد کیا تھا کہ یارسول اللہ اگر کوئی آپ پر مدینہ میں آکر چڑھائی کرے گا۔تو ہم ان سے لڑیں گے۔یہ نہیں کہا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ نکل کر لڑیں گے۔اس وقت رسول کریم ﷺ نے ایسی تقریر فرمائی جس سے انصار کرام نے یہ سمجھا کہ اس معاہدے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ خیال ہے کہ شاید ہم مدینہ کے باہر آپ کے شریک نہ ہوں گے۔انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہر چند ہمارا معاہدہ مُرافقت مدینہ پر دشمنوں کی یورش کے وقت ہی تھا۔لیکن جب ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔اور آپ کو نبی برحق جانتے ہیں تو اب ہماری جان آپ کی جان پر فدا ہے۔آپ کہیں ہوں اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔یارسول اللہ ہمیں دشمنوں سے لڑنے میں کسی طرح کا کوئی عذر نہیں ہے۔اور جنگ کے وقت انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہماری جان نثاری سے راضی ہو جائیں گے۔صحابہ رضی اللہ عنہم سے جاں نثاری کی باتیں سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔

بارگاہ خداوندی میں رسول اکرم کی گریہ وزاری: کتب[1] حدیث میں وارد ہے کہ مقابلہ کے وقت جب رسول کریم ﷺ نے کفار کا کروفر دیکھا تو سجدے میں گر پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں فتح و نصرت کی دعا کرنے لگے۔آپ نے یہاں تک کہا کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو آج کے بعد سے تیری

---

[1] یہ روایت بخاری شریف میں ہے۔۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

Scanned with CamScanner

عبادت ختم ہوجائے۔یعنی پردۂ زمین پر ہمیں لوگ تیری عبادت کرنے والے ہیں۔اگر تیری یہی مشیت ہے کہ کفار غالب آئیں اور ہم فنا ہوجائیں تو تیری عبادت بالکل ختم ہوجائے گی۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بس کیجئے۔اللہ تعالیٰ نے آپ سے فتح وکامرانی کا وعدہ کیا ہے۔بیشک وہ آپ کو فتح دے گا۔تب آپ کھڑے ہوئے۔اور یہ آیت پڑھی۔ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ یعنی قریب ہے کہ یہ جماعت پشت پھیر کر بھاگ جائے گی۔اور ٹھیک ایسا ہی ہوا کہ لشکر کفار بڑی ذلت کے ساتھ شکست کھا کر بھاگا۔

مقام عبدیت کی بلندی:

مذکورۂ بالا روایت کے ظاہر سے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے فتح وکامرانی کا وعدہ فرمایا تھا تو پھر آپ کو اتنے اضطراب اور گریہ وزاری کی کیا ضرورت تھی۔اور ایک شبہہ یہ بھی ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ) صدیق اکبر کا توکل رسول اکرم ﷺ سے قوی تھا۔ان شبہات کا علی الترتیب جواب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی نظر اللہ جل جلالہ کی ذات پر تھی کہ وہ قادر مطلق ہے،غنی بے پرواہ ہے،جو چاہے کر ڈالے،اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نظر صفات الٰہی پر تھی کہ وعدہ،وعید صفات کی قبیل سے ہیں۔تو اس طرح بھی رسول اکرم ﷺ کا مرتبہ ومقام ارفع واعلیٰ ہے۔

مقام عبدیت حضرات صوفیہ کے نزدیک سارے مقامات سے بلند ہے۔اور قرآن مجید میں مقام عبدیت کی بلندی کی طرف واضح اشارہ ہے۔اس لیے کہ کمالِ قرب وعظمت کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضور کو لفظ ''عبد ہی سے تعبیر کیا ہے۔چنانچہ واقعۂ معراج میں بیان فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ (پارہ ۱۵۔رکوع ۱)

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔(کنزالایمان)

اور سورۂ نجم میں فرمایا:

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (پارہ ۲۷۔۵۴) اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی (کنزالایمان)

ظاہر ہے کہ مقام معراج سارے مقامات سے اشرف واعلیٰ ہے ایسے موقع پر لفظ عبد سے تعبیر کرنا صاف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مقام عبدیت تمام مقامات سے افضل واعلیٰ ہے۔اور اس میں یہ راز پنہاں ہے کہ عبد کو اپنے مولیٰ سے ایسا تعلق ہوتا ہے کہ ویسا تعلق کسی کو کسی سے نہیں ہوتا۔عبد کی جان ومال سب مولیٰ کا ہوتا ہے۔اور خود عبد اپنے جان ومال کا مالک نہیں ہوتا بلکہ اس میں مولیٰ کا ہی ہر طرح سے تصرف ہوتا ہے یہ بات نہ لڑکے کو باپ سے ہے نہ نوکر کو آقا سے،اور عبدیت کا یہ تقاضا ہے کہ عبد ہر وقت اپنے مولیٰ سے خائف رہے اور اس پر اپنا کچھ حق نہ سمجھے۔چاہے کیسا ہی تقرب خاص ہو۔اور ہمیشہ اپنی حاجتمندی اور عاجزی ظاہر کرتا رہے۔اس کی مہربانی اور وعدۂ انعام پر غرور نہ کرے۔اس کی عظمت وجلال کو بھول نہ جائے۔رسول اکرم ﷺ کا دعا فرمانا اور گریہ وزاری کرنا اسی وجہ سے تھا۔

درود کے صیغوں میں آپ پر رحمت کاملہ کے نزول کی دعا کرنے میں بھی یہی راز ہے۔حالانکہ آپ پر رحمت کاملہ یقیناً تھی۔اور ہمیشہ رہے گی۔اور مقام محمود کے حصول کے لیے دعا کرانے میں بھی یہی راز ہے۔دعائے اذان میں ہے۔ وَابْعَثْہُ مُقَامًا مَحموداً نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ۔یعنی اے اللہ تو انہیں مقام محمود پر قائم کر جس کا

Scanned with CamScanner

تو نے وعدہ کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے حصولِ مقام محمود کا صاف وعدہ فرمایا قرآن شریف میں ہے عسٰی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحمُوداً خود اس دعا میں بھی مقام محمود کا وعدہ ہے۔ تو اس کے لیے دعا منگوانا محض بتقاضائے عبدیت ہے۔

رحمت کی برسات: میدان بدر میں لشکر اسلام جہاں جا کر ٹھہرا وہ ریتیلی زمین تھی وہاں پاؤں نہ جمتے تھے۔ پانی نایاب تھا، پیاس غالب تھی۔ لوگوں کو وضو کرنا تھا۔ اور رات میں بعض اہل لشکر کو غسل کی حاجت ہوگئی۔ اس لیے لوگ بہت زیادہ پریشان تھے کہ کہیں سے پانی دستیاب ہو تو اپنی ضرورت پوری کی جائے۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ نے پانی کے لیے دعا فرمائی آپ کی دعاؤں سے خوب پانی برسا۔ ریت بیٹھ گئی۔ پاؤں ٹھہرنے لگے۔ لوگ خوب خوب سیراب ہوئے، نہایا دھویا، اور اپنے اپنے برتن بھر لیے۔

آغاز جنگ: پہلے جنگ کا یہ دستور تھا کہ دونوں طرف سے ایک ایک دو دو آدمی میدان میں اترتے اور ان کے درمیان مقابلہ ہوتا۔ سب سے پہلے ربیعہ کے لڑکے عتبہ اور شیبہ اور عتبہ کا لڑکا ولید کفار کی جانب سے میدان جنگ میں آئے۔ ان کے مقابلے میں پہلے انصار کے تین بہادر نکلے۔ انہیں دیکھ کر کفار نے کہا کہ ہمیں اپنے قریشی بھائیوں سے مقابلہ کرنا ہے۔ (یہ انصار ہمارے مقابلے کے نہیں) تب حضرت علی، حضرت حمزہ اور عبیدہ بن حارث ان کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ حضرت علی کا شیبہ سے سامنا ہوا اور حضرت حمزہ کا عتبہ سے ان دونوں حضرات نے جاتے ہی عتبہ اور شیبہ کا کام تمام کر دیا۔ اور حضرت عبیدہ کے مقابل میں ولید تھا انہوں نے ولید پر ضرب لگائی لیکن خود بھی زخمی ہوگئے۔ اپنے حریف سے فارغ ہو کر حضرت علی نے جب عبیدہ بن حارث کی یہ حالت دیکھی تو ادھر پلٹ گئے اور ولید کو قتل کر دیا۔ اور تینوں کامیاب و کامران میدان سے واپس آئے۔

عتبہ اور شیبہ کی سبقت کرنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ دونوں مکہ سے روانگی کے وقت لشکر میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے۔ اور وہ ہرگز یہ نہیں چاہتے تھے کہ انہیں لڑائی کے لیے جانا پڑے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا نصرانی غلام عداس جو رسول کریم (ﷺ) کے طائف سے واپس ہوتے وقت مسلمان ہوگیا تھا جنگ میں شرکت سے مانع تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ قتل کے واسطے لے جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے عتبہ اور شیبہ اس لڑائی میں شرکت سے روگردانی کر رہے تھے۔ اور اس سفر سے نفرت کی باتیں کرتے۔ ان کی یہ حرکت دیکھ کر ابوجہل نے کہا یہ نامرد ہیں ورنہ جنگ سے کیوں بھاگتے۔ انہیں اسی طرح کے طعنے بار بار سننے کو ملتے۔ عاجز آ کر ان دونوں نے لڑائی میں پیش قدمی کی۔

امیہ بن خلف کا قتل: امیہ بن خلف بھی اس لڑائی میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رسول کریم (ﷺ) کی ہجرت کے بعد مکہ آئے۔ امیہ بن خلف سے ان کی دوستی تھی اس لیے وہ اس کے مہمان ہوئے۔ امیہ کے ساتھ وہ طواف کعبہ میں مشغول تھے اتنے میں ابوجہل لعین وہاں آ دھمکا۔ اس نے امیہ سے چلا کر کہا کہ تم ان کے ساتھ کیوں اخلاص و محبت سے پیش آتے ہو۔ ان لوگوں نے تو دین بدلنے والوں کو اپنے پاس جگہ دی ہے۔ حضرت سعد بن معاذ نے اسی کے انداز میں بطور رجز کہا اگر تم ہمارا یہاں آنا بند کرو گے تو ہم تمہیں ایسی جگہ روکیں گے کہ تمہارے لیے بڑا مہنگا پڑے گا۔ یعنی شام کے سفر سے، چونکہ قریش کا تجارتی قافلہ مدینہ سے ہو کر گزرتا تھا۔ امیہ نے کہا کہ ارے اس سے مت الجھو یہ یہاں کا سردار ہے، حضرت سعد بن معاذ نے کہا کہ میں نے رسول

Scanned with CamScanner

اکرم ﷺ سے سنا ہے، کہ ابوجہل تیرا قاتل (سببِ قتل) ہے، جب ابوجہل نے واقعہ بدر کے سلسلے میں نبی رحمت (ﷺ) سے جنگ کی ترغیب شروع کی۔ تو امیہ کو حضرت سعد کی بات یاد آ گئی۔ وہ خوف زدہ ہوا کہ اس سفر میں کہیں ان کی بات سچ نہ ہو جائے۔ جنگ میں شریک ہونے سے عذر پیش کیا۔ اس کا یہ رویہ دیکھ کر ابوجہل اس کے پاس سرمہ دانی لے گیا اور کہا کہ تم مرد نہیں ہو جاؤ عورتوں کی طرح سنگار کر کے گھر میں بیٹھو۔ اس کے علاوہ اور بہت سخت سست سنایا۔ آخر کار امیہ کو ساتھ جانا پڑا۔ مگر دوران سفر وہ یہی سوچتا کہ موقع ملے تو راہ فرار اختیار کرے۔ اور مکہ واپس چلا جائے۔ اس کی بیوی نے سامان سفر تیار کرتے وقت حضرت سعد کی بات یاد دلائی تو اس نے کہا کہ میں دو تین دن کے بعد واپس آ جاؤں گا۔ لیکن واپسی کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق امیہ میدان بدر میں قتل کر دیا گیا۔ (بخاری شریف)

ابوجہل کا قتل:

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے بروز بدر اپنے دائیں بائیں جوانوں کو دیکھا دل ہی میں کہا کہ یہ ناتجربہ کار نوجوان ہیں ان کا ساتھ کچا ساتھ ہے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا، چچا جان! آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا پہچانتا ہوں، تمہارا کیا مطلب ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے۔ اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ ہم میں سے کوئی ایک فنا کے گھاٹ نہ اتر جائے۔ اس کے بعد فوراً دوسرے نے بھی یہی سوال کیا اور میں نے اس کو بھی یہی جواب دیا۔ یہ دونوں انصاری تھے، عفراء کے بیٹے تھے، ان میں سے ایک کا نام معاذ[1] تھا اور دوسرے کا معوذ۔ عفراء ان کی ماں کا نام ہے وہ اسی نسبت سے مشہور ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن کو انہوں نے بڑے ہونے کی وجہ سے تعظیماً چچا کہا تھا۔ حقیقت میں ان کے بھتیجے نہیں تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں ان کی یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا۔ اتنے میں میں نے ابوجہل کو میدان میں گھوڑا کوداتے ہوئے دیکھا۔ میں نے ان نوجوانوں سے کہا کہ یہ دیکھو یہی ہے جس کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں تلواریں میان سے نکال کر باز کی طرح اس پر جھپٹے اور ابوجہل سے بھڑ گئے۔ یہاں تک کہ اسے مار گرایا۔ حدیث میں وارد ہے کہ فتح کے بعد جب ان دونوں نے ابوجہل کے قتل کا دعویٰ کیا تو رسول کریم ﷺ نے ان دونوں کی تلواریں دیکھ کر فرمایا کہ تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ اور ابوجہل کا سَلَب معاذ کو دلایا۔ اس کے بعد معوذ بھی لڑائی میں گئے اور شہید ہو گئے۔

سَلَب (سین اور لام کی زبر کے ساتھ) ان اسلحہ جات اور مال و اسباب کو کہتے ہیں جو مقتول کے پاس ہوں۔

مسئلہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سلب کا مستحق ہمیشہ قاتل ہی ہوتا ہے۔ غنیمت کے ساتھ ملا کر اس کی تقسیم نہیں ہوتی۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہے کہ امیر لشکر جب لڑائی میں کہہ دے کہ جس کو

---

[1] معاذ: یہ جو جناب استاذ نے تحریر فرمایا ہے کہ ابوجہل کے قاتل معاذ اور معوذ تھے۔ یہ مدارج سے نقل فرمایا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ معوذ شریک قتل نہ تھے، بلکہ اس کے قاتل دونوں معاذ نام کے تھے۔ ایک معاذ بن عمرو دوسرا معاذ بن حارث ماں دونوں کی ایک تھی جس کا نام عفراء تھا اور معوذ بھی اسی عفراء کا بیٹا اور معاذ بن حارث کے بھائی ہیں۔ مگر شریک قتل نہیں۔ مشکوٰۃ میں صحیحین کی حدیث متفق علیہ یوں ہے۔ والرجلان معاذ بن عمرو بن الجموع و معوذ بن عفراء۔ اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں یوں ہے و هما اخوان امهما واحدة و ابوهما مختلف اور آخر مشکوٰۃ میں اصحاب بدر کے شمار میں صاحب مرقات نے شرح میں لکھا ہے کہ شریک قتل ایک تو معاذ بن عمرو ہے دوسرا معاذ بن حارث عفراء کی جانب سے یہ دونوں حقیقی بھائی ہوئے۔ (سید حسین شاہ شاگرد حضرت مصنف)

Scanned with CamScanner

جو بارے اس کے ساز وسامان کا وہی مستحق ہے تو اس صورت میں سلب قاتل ہی کا ہوگا۔ ورنہ غنیمت کی طرح وہ بھی تقسیم ہوگا۔ اور جنگ بدر میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ اور اکثر لڑائیوں میں یہ فرماتے۔

فرشتوں کی مدد: اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کی مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجا پہلے ایک ہزار پھر تین ہزار اس کے بعد پانچ ہزار قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اور کتب احادیث میں مذکور ہے کہ کچھ لوگوں نے پہاڑ سے فرشتوں کا لشکر دیکھا۔ مشکوٰۃ شریف میں ایک روایت ہے کہ ایک صحابی قتل کی غرض سے ایک کافر کا پیچھا کر رہے تھے۔ انہوں نے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ اقدم یا حیزوم [۲] بڑھائے حیزدم۔ اور ساتھ ساتھ کوڑے مارنے کی آواز بھی سنی پھر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کافر ان کے سامنے مرا پڑا ہے۔ اس کی ناک پھٹ گئی تھی اور کوڑے کے اثر سے وہ جگہ نیلی ہوگئی تھی۔ خدمت رسول میں اس بات کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ مدد کا فرشتہ تھا جو تیسرے آسمان سے آیا تھا۔ اور ''حیزدم'' فرشتے کے گھوڑے کا نام ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جس نے گرفتار کیا تھا وہ بہت حقیر تھا وہ ہرگز حضرت عباس سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے عباس کو کیسے گرفتار کیا۔ اس نے کہا کہ ایک شخص نے میری مدد کی اور انہیں گرفتار کر کے میرے حوالے کر دیا۔ اس شخص کو میں نے نہ کبھی پہلے دیکھا تھا اور نہ پھر بعد میں دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ فرشتہ تھا اور اکثر صحابہ نے دیکھا کہ کفار کے سر ان کے سامنے گرتے تھے اور سر کاٹنے والا نظر نہیں آتا تھا۔

دفعتاً منہ پھر گیا: عین حالت جنگ میں جب دونوں فوجیں ایک دوسرے پر پیش قدمی کر رہی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں کچھ مٹی اور کنکریاں لے کر کفار کی طرف پھینک دیں۔ اور فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوه یعنی ان کے چہرے بدشکل ہوں۔ وہ مٹی اور کنکریاں کافروں کے چہروں پر پڑتے ہی ان کی تیزی سست پڑ گئی۔ ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ کفار بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان کنکریوں اور خاکِ مشت کی نمایاں تاثیر کے بارے میں پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى　اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی (کنز الایمان)

(انفال ۔۹۔۱۶۔۱۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی قوی تاثیر رکھی تھی کہ اس نے لشکر جرار کا منہ پھیر دیا۔ اور یقیناً یہ تاثیر پیدا کرنا طاقت بشری سے باہر ہے۔ لہٰذا اے محبوب یہ تاثیر تمہاری قوت بشری سے نہیں تھی بلکہ یہ قدرت خداوندی اور طاقت ایزدی تھی جس کا ظہور تمہارے ہاتھوں سے ہوا۔

حاصل کلام کفار قریش کو شکست عظیم نصیب ہوئی۔ [۳] اور اس جنگ میں ان کے ستر بڑے بڑے سردار قتل کے گھاٹ اتار دیئے گئے، اور ستر گرفتار کئے گئے۔

---

[۱]: یہاں شاید دل میں یہ خیال گزرے کہ کفار صرف ایک ہزار تھے تو پانچ ہزار فرشتے کس لیے بھیجے گئے، اس کا راز یہ ہے کہ کفار کی مدد کے لیے بھی بہت سے شیاطین حاضر ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے شیاطین اور کفار دونوں کو مغلوب کرنے کی لیے فرشتوں کی یہ تعداد بھیجی۔ (سید حسین شاہ شاگرد مصنف)

[۲]: حیزدم: بفتح حائے مہملہ و یائے ساکنہ تحتیہ و زائے معجمہ مضمومہ واو ساکنہ و میم درآخر۔ کذا فی القاموس۔ منہ۔

[۳]: اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا

ابوجہل کا حشر:

فتح کے بعد رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پتا لگاؤ کہ ابو جہل کا حال کیا ہے۔ وہ زندہ ہے یا مردہ۔ اس کے لیے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ انہوں نے جب میدان جنگ کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ وہ مرزود ایک طرف پڑا ہوا ہے اور ابھی جان کی کچھ رمق اس میں باقی ہے۔ حضرت ابن مسعود اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ اس نے انہیں دیکھ کر کہا کہ اے بکری چرانے والے تو بہت اونچی جگہ بیٹھا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میرا حال تو جو ہوا سو ہوا مگر یہ تو بتاؤ کہ فتح کس کی ہوئی؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فتح دی اور کفار کو شکست دی انہیں ذلیل وخوار کیا، اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے اس کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا کہ میرا سر کاٹنا چاہتے ہو تو کندھوں کے قریب سے کاٹو۔ تاکہ جب سروں کے بیچ میں رکھا جائے تو بڑا معلوم ہو اور لوگ جانیں کہ یہ سردار کا سر ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس خبیث کا سر کاٹ لیا اور خدمت اقدس میں لاکر ڈال دیا۔ آپ بہت خوش ہوئے، سجدہ شکر بجالائے۔ اور فرمایا کہ یہ اس امت کا فرعون تھا۔ اور آپ نے حضرت ابن مسعود کو ابوجہل کی تلوار عنایت فرمائی۔

جس طرح اس امت کے نبی (محمد عربی ﷺ) موسیٰ علیہ السلام سے رتبہ میں بلند تر تھے۔ آپ کی امت کا فرعون (ابو جہل) بھی شقاوت اور بدبختی میں فرعون موسیٰ سے بڑھا ہوا تھا فرعون موسیٰ نے مرتے وقت اسلام اور ایمان کے کلمات کہے اگرچہ قبول نہ ہوئے۔ مگر امت محمدیہ کے فرعون ابوجہل نے مرتے وقت بھی کفر اور تکبر کے کلمات کہے۔

قتل اُمیّہ کی کیفیت:

امیہ بن خلف جو قریش کا سردار تھا، اور پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مالک تھا وہ آپ کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے بڑی تکلیفیں دیتا تھا۔ بدر کے روز فتح کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پرانی دوستی کی وجہ سے امیہ کو اور اس کے بیٹے علی کو اپنے ساتھ لے لیا۔ اور وہ دو زرہیں جو انہیں اس لڑائی میں ملی تھیں دونوں ہاتھ میں لے لیں۔ امیہ نے کہا اے عبد الرحمٰن تم یہ زرہیں ڈال دو اور ہمیں بچالو، تمہیں زیادہ فائدہ ہوگا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے وہ زرہیں ڈال دیں ایک ہاتھ سے امیہ کا ہاتھ اور دوسرے ہاتھ سے علی بن امیہ کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لے چلے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور آواز دی کہ اے مسلمانو! یہ دشمن خدا امیہ بن خلف ہے ایسا نہ ہو کہ یہ بچ کر نکل جائے۔ سنتے ہی مسلمان جھپٹ پڑے فوراً اسے اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بارہا کہتے کہ خدا رحمت کرے بلال پر کہ انہوں نے میری زرہیں کھودیں، اور میرے قیدیوں کو قتل کرادیا۔

کفار کی لاشوں سے گفتگو:

بعد فتح رسول کریم ﷺ نے مقتول کفار کی لاشیں چاہ بدر میں ڈلوادیں، اور اسی کنویں کے قریب کھڑے ہو کر آپ نے ایک ایک کا نام لے کر پکارا اور فرمایا کہ اللہ نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے پالیا، اور جو تم سے وعدہ کیا تھا کیا وہ تم نے پالیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ ایسے جسموں سے کلام کرتے ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضرت رُقیّہ کا انتقال:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جو رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ بدر کی طرف روانگی کے وقت وہ بیمار تھیں۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ ہی میں چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ عثمان! تمہیں اس غزوہ میں شامل ہونے کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ لہٰذا حضرت عثمان شرکائے بدر میں شمار کیے گئے اور غنیمت سے انہیں ایک پورا حصہ بھی دیا گیا۔ فتح کے بعد جب آپ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو اس سے ایک دن پہلے حضرت رُقیہ کا انتقال ہو چکا تھا، لوگ تجہیز و تکفین کے بعد دفن میں مشغول تھے۔ اسی دوران حضرت زید بن حارثہ نے مدینہ میں پہنچ کر فتح بدر کی بشارت پہنچائی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد رسول رحمت ﷺ نے اپنی ایک دوسری صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔ اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ (یعنی دو نور والے) علامہ قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں ایک امتی کے نکاح میں آئی ہوں سوائے حضرت عثمان کے گزشتہ امتوں میں بھی اور کسی کو یہ شرف حاصل نہیں۔ رسول کریم ﷺ حضرت عثمان سے اس قدر راضی تھے کہ آپ نے حضرت ام کلثوم کی وفات کے بعد فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں اسے بھی عثمان کے نکاح میں دیدیتا۔

قیدیوں کے ساتھ رحم دلی:

جنگ بدر میں جو ستر آدمی گرفتار ہوئے تھے ان میں رسول کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ نے فرمایا تھا کہ عباس ناخوشی سے لشکر کفار کے ساتھ آئے ہیں، انہیں جو بھی پائے قتل نہ کرے۔ آپ کا حکم فرشتوں نے بھی مانا انہیں گرفتار کروادیا۔ اور قتل نہ کیا جیسا کہ اوپر گزرا۔ حضرت عباس اگرچہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن رسول عربی ﷺ کی وجہ سے مسلمانوں کے خیرخواہ تھے، سارے قیدیوں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے تھے، حضرت عباس کا ہاتھ ذرا سخت بندھا تھا، جس کی وجہ سے وہ رات میں کراہ رہے تھے، رسول رحمت ﷺ ان کے کراہنے کی آواز سن کر بے قرار ہوگئے، یہاں تک کہ آپ کی نیند اڑ گئی۔ ایک صحابی نے آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر حال دریافت کیا۔ اور عباس کے ہاتھ کا بندھن ڈھیلا کر دیا وہ خاموش ہوگئے، جب آپ کو یہ خبر ہوئی کہ عباس کا بندھن ڈھیلا کر دیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ سارے قیدیوں کے بند ڈھیلے کر دیے جائیں۔

صحابۂ کرام سے مشورہ:

اسیرانِ بدر کے معاملہ میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ لوگ کافروں کے سردار ہیں سب کو قتل کر دیا جائے تا کہ اسلام کی ہیبت خوب ظاہر ہو۔ اور مسلمانوں میں سے جو جس کا قریبی ہو وہ اسے قتل کرے۔ عقیل کو ان کے بھائی علی کے حوالے کیا جائے، اور عباس کو ان کے بھائی حمزہ کے حوالے کیا جائے اور میرے فلاں قریبی کو میرے حوالے کیا جائے۔ تا کہ ہم انہیں قتل کر کے یہ ثابت کر دیں کہ ہم پر رسول اکرم ﷺ کی محبت اپنے اقارب کی محبت پر غالب ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ شاید یہ لوگ مسلمان ہو جائیں، اور مالِ فدیہ کے سبب مسلمانوں کو

Scanned with CamScanner

طاقت بھی حاصل ہوگی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کے دل نرم بنائے ہیں اور بعض کے سخت۔ اور فرمایا کہ عمر کی مثال حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ نوح علیہ السلام نے دعا مانگی۔

رَبِّ لَاتَـذَرْ عَلَى الْاَرضِ مِنَ الكَافِرِينَ دَيَّاراً (۲۹۔۱۰۔ ۲۶ نوح)

اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ (کنزالایمان)

اور موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِم وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوبِهِم فَلَايُومِنُوا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذابَ الْاَلِيم۔ (۱۱۔۱٤۔۸۸ یونس)

اے رب ہمارے ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ (کنزالایمان)

اور ابوبکر کی مثال ابراہیم اور عیسیٰ علیہما السلام کی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

فَمَنْ تَبِعَنِي فَاِنَّه مِنّي، وَمَنْ عَصَانِي فَاِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱۳۔۱۸۔۳٦ ابراھیم)

تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے۔ اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے (کنزالایمان)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے حق میں فرمایا:

اِنْ تُعَذِّبْهُم فَاِنَّهم عِبَادُكَ۔ وَاِنْ تَغْفِرلَهُم فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الحَكِيم۔ (۷۔٦۔۱۱۸۔مائدہ)

اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا (کنزالایمان)

رسول کریم ﷺ کے مزاج میں بہت ہی زیادہ بردباری تھی، اور آپ رحمۃ للعالمین تھے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پسند آئی۔ اس لیے آپ نے قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کردیا۔ اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَوْ لَا كِتَابٌ مِّنَ اللهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَآ اَخَذْتُم عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ (۱۰۔۵۔٦۸ انفال)

اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو! تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔ (کنزالایمان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہ حکم لکھ رکھا ہے کہ خطائے اجتہادی میں مواخذہ نہیں ہوتا۔ اور فدیہ لینے کا حکم تم نے اجتہاد سے دیا۔ اس میں خطا ہوئی اس لیے تم سے مواخذہ نہیں ہوا۔ نبی اکرم ﷺ اس آیت کے نزول کے بعد رونے لگے۔ اور فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر اور سعد بن معاذ کے علاوہ کوئی نہیں بچتا۔ حضرت سعد بن معاذ کی رائے حضرت عمر کے موافق تھی۔

اس مقام پر علما نے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ انبیاے کرام اجتہاد سے بھی حکم دیتے ہیں۔ اور اس میں خطا بھی واقع ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ انبیا کو خطا پر قائم نہیں رکھتا۔ فوراً اس پر مطلع کردیتا ہے۔ اگرچہ اس وقت اس حکم پر عتاب ہوا۔ کیوں کہ اس زمانے میں کافروں پر اپنا رعب اور ہیبت جمانے کے لیے ان کا قتل ہی

Scanned with CamScanner

مناسب تھا۔ لیکن اس کے بعد اس شریعت میں فدیہ لینے کا حکم آ گیا۔ اور مذکورہ آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک نبی کفار کی خوب خوں ریزی نہ کر لے قیدیوں سے فدیہ نہیں لینا چاہئے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کفار کی خونریزی اور اسلام کا رعب و دبدبہ راسخ ہو جانے کے بعد فدیہ لینا نامناسب نہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اسلام: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فدیہ کی ادائے گی میں اپنی بے مائیگی کا عذر کیا۔ اور کہا اے محمد (ﷺ) یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ تمہارا چچا فدیہ کے مال کے لیے قریش کی درمیان ہاتھ پھیلائے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سفر میں روانہ ہوتے وقت جو سونا اپنی بیوی ام الفضل کے پاس رکھ آئے ہو وہ کیا ہوا۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا بے شک تم نبی برحق ہو اس سونے کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ بے شک خدائے تعالیٰ نے تمہیں اس کی خبر دی۔ یہ کہہ کر آپ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ مگر اس کے بعد مصلحت کے پیش نظر آپ مکہ میں رہتے تھے۔ قبول اسلام کے بعد رسول اکرم ﷺ نے انہیں پھر مکہ جانے کی اجازت دی تھی۔

زینب بنت رسول کا ہار: حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جو رسول کریم ﷺ کے داماد تھے ان کے نکاح میں رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب تھیں۔ یہ بھی بدر کے قیدیوں میں تھے۔ ان کے فدیہ میں بی بی زینب نے کچھ زیور بھیجے تھے۔ ان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہار تھا جسے انہوں نے اپنی بیٹی زینب کو جہیز میں دیا تھا۔ یہ ہار دیکھ کر سرکار کو حضرت خدیجہ کی یاد آ گئی۔ اور آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ آپ نے صحابہ سے کہا کہ اگر تمہاری مرضی ہو تو یہ ہار واپس کر دیا جائے۔ صحابہ نے بدل و جان قبول کیا۔ آپ نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ مکہ پہنچتے ہی حضرت زینب کو مدینہ پہنچا دیں۔ اور انہیں رخصت کیا۔

شرکائے بدر کی فضیلت: شرکائے بدر کا مرتبہ بہت بلند ہے وہ باقی صحابہ سے افضل ہیں۔ اور جنتی ہیں۔ خود رسول کریم ﷺ اور خلفائے راشدین اہل بدر کی بڑی توقیر کرتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول رحمت ﷺ سے بیان کیا کہ جس طرح آپ کے صحابہ میں اہل بدر عالی رتبہ ہیں۔ اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے اور فرشتوں سے اشرف و اعلیٰ ہیں۔ اہل بدر کی فضیلت کی وجہ یہی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سربراہی میں ان کے ذریعہ دین متین کی ایسے موقع سے تائید ہوئی کہ دین کی بنیاد مضبوط ہوگئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ دین متین کی تائید افضل عبادات ہے۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:

چوتھی فصل:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ ہجرت کے بعد آپ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ آپ بیٹیوں میں سب سے زیادہ حضرت فاطمہ کو چاہتے تھے۔ اور بارگاہ خدا میں بھی وہ زیادہ مقبول تھیں۔ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ جب وہ جوان ہوئیں تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فاطمہ سے نکاح کی درخواست کی، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ ابھی چھوٹی ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ان کی ایک بہن پہلے ہی سے تھیں اس لیے وہ درخواست نہیں کر سکتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی غربت کی بنیاد پر درخواست کی جرأت نہیں کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی سے کہا کہ علی تم فاطمہ سے نکاح کا پیغام دو۔ انہوں نے اپنی تنگدستی کا عذر پیش کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ رسول اکرم ﷺ میری درخواست قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہاری درخواست قبول ہوگی۔ صدیق اکبر نے یہ بات کچھ قرائن کی بنیاد پر کہی ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کی نسبت پیغام لے کر خدمت رسول میں حاضر ہوئے۔ سید عالم ﷺ نے مرحبا کہا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد پروردگار عالم کا حکم ہوا کہ فاطمہ کا نکاح علی سے کر دو۔ آپ نے علی مرتضیٰ کی درخواست قبول فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس مہر کے لیے کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بتاؤ تمہارے پاس کیا کیا سامان ہیں۔ عرض کیا ایک زرہ اور ایک گھوڑا، آپ نے زرہ بیچنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ گھوڑا تمہارے جہاد میں کام آنے والی چیز ہے اسے اپنے پاس رکھو۔ زرہ حضرت عثمان غنی نے چار سو اسی درم میں خرید لی اور قیمت ادا کرنے کے بعد وہ زرہ بھی انہیں واپس کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوری رقم لا کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے اس رقم سے ایک مٹھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس لیے دیا کہ وہ فاطمہ کے لیے خوشبو کا انتظام کریں۔ اور باقی رقم حضرت ام سلمہ کو دیکر فرمایا کہ اس سے فاطمہ کے لیے جہیز یعنی خانہ داری کے سامان تیار کر دو۔ شہزادی رسول فاطمہ زہرا کو جو سامان دیئے گئے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

ایک پلنگ۔ کتان کے دو گدے۔ دو دھاری دار چادریں۔ ایک تکیہ، چاندی کے دو بازوبند۔ پانی بھرنے کی ایک مشک۔ مٹی کے دو گھڑے۔ ان کے علاوہ اور کچھ دوسری چیزیں بھی شامل تھیں۔ آپ نے مہاجرین و انصار کے شرفاء اور رؤسا کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی کے ساتھ کر دیا۔ مہر چاندی کے چار سو درم مقرر ہوئے۔ جو حسابا ڈیڑھ سو تولہ ہوتے ہیں۔ نکاح سے پہلے رسول کریم ﷺ نے خود حضرت فاطمہ سے اجازت لی۔ یعنی پوچھا تھا کہ تمہارا نکاح علی سے کر دیں؟ تو وہ خاموش رہیں۔ ان کی یہی خاموشی اجازت ہوگئی۔ جیسا کہ حکم ہے کہ ولی اقرب کے اجازت لینے کے وقت کنواری لڑکی کا سکوت، اجازت ہے۔

حصن حصین میں ہے کہ نکاح کے بعد بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے رخصت کر دیا۔ آپ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ پہلے حضرت فاطمہ سے پانی منگوایا۔ وہ ایک قاب میں پانی بھر لائیں۔ آپ نے اس پانی میں کلی ڈالی، پھر حضرت فاطمہ سے کہا کہ آگے آؤ۔ وہ آگے آئیں۔ آپ نے ان کے سر اور سینے پر پانی چھڑکا۔ پھر کہا کہ پیٹھ پھیرو۔ انہوں نے پیٹھ پھیری۔ آپ نے پانی ان کی پیٹھ پر چھڑکا۔ اور یہ دعا فرمائی:

Scanned with CamScanner

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ یعنی اے اللہ میں فاطمہ اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

آپ نے پھر پانی طلب کیا حضرت علی کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ اب مجھے حکم ہے۔ میں قاب میں پانی لایا۔ آپ نے پانی میں کلی ڈالی، پہلے سر اور سینے پر پھر دونوں شانوں کے درمیان چھڑکا۔ اس وقت بھی آپ نے وہی دعا فرمائی جو حضرت فاطمہ کے لیے کی تھی۔ نکاح کی وقت آپ نے دونوں کے لیے برکت وسعادت کی دعا فرمائی اور ان سے بکثرت نیک اور صالح اولاد ہونے کی دعا فرمائی۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں:

جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَکُمَا وَاَسْعَدَ جَدَّکُمَا وَ بَارَکَ عَلَیْکُمَا وَاَخْرَجَ مِنْکُمَا کَثِیْراً طَیِّباً۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو بحسن وخوبی اکٹھا رکھے۔ تمہارا نصیبہ دوبالا کرے۔ تم پر برکت نازل کرے۔ اور تم سے بہت ساری طیب اور پاکیزہ اولاد پیدا کرے۔

آپ نے بعد نکاح چھوہاروں کا ایک طبق منگوایا اور حکم دیا کہ لوٹ لو۔

رسول کریم ﷺ کی دعا رب کریم نے قبول فرمائی، اور فاطمہ کی اولاد میں ایسے پاکیزہ اور ستھرے لوگ پیدا ہوئے کہ کسی اور کی اولاد میں نہیں ہوئے۔ پاک باز ائمہ اور بڑے بڑے اولیا آپ کی نسل سے ہیں۔ جیسے حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ الْعَزِیْز کہ ان کا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ ”میرا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے“، بحکم الٰہی تھا۔ اور سارے اولیائے کرام ان کے مقام بلند اور عُلُوِّ شان کے معترف تھے۔

شیخ محی الدین ابن العربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مراتب ومقامات اور تصرفات میں اولیا کے درمیان بہت بلند رتبہ اور قَوِیُّ التَّصَرُّف تھے۔

خاتم خلفائے راشدین وائمۂ مجتہدین حضرت امام مَہدی حضرت فاطمہ کے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔

حضرت امام مَہدی بڑے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔ اس میں دو نکتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے اور ان سے چھوٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام۔ جس طرح حضرت اسحٰق علیہ السلا کی اولاد میں تمام انبیائے کرام آئے۔ اور اشرف انبیا خاتم النبین ﷺ خلف اکبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہوئے۔ اسی طرح سبط اصغر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اور ائمہ کرام ہوئے۔ اور خاتم الائمہ والخلفاء حضرت امام مہدی سبط اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوئے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی امت کے قتل اور خونریزی سے حفاظت کی غرض سے خلافت چھوڑ دی تھی اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں امام مہدی خاتم الخلفا کو پیدا کیا۔ جو ساری زمین کے بادشاہ ہوں گے۔ اور ان کے عہد مبارک میں امور دینیہ اور رفاہ امت محمدیہ (ﷺ) مکمل طور پر ظہور پذیر ہوگی۔ جس طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی جان وحیات راہ خدا میں وقف کر دی تھی۔ اور ذبح کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں خاتم الانبیاء محمد عربی ﷺ کو جان جہاں بنا کر پیدا کیا کہ ان کے صدقے میں کڑوروں افراد نے حیات ابدی حاصل کی۔ اور رہتی دنیا تک ان کا فیض جاری رہے گا۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:

پانچویں فصل: غزوۂ اُحد

مشہور ترین غزوات میں غزوۂ احد بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کفار قریش کو بدر میں شکست کھانے کا بڑا رنج تھا۔ اور اپنے مقتولین کا خیال کر کے ان کے اندر جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا تھا۔ اس لیے ایک زبردست لشکر تیار کر کے مدینہ پر فوج کشی کردی۔ رسول کریم ﷺ کی مرضی باہر جا کر لڑنے کی نہیں تھی۔ آپ کا ارادہ یہ تھا مدینہ میں رہ کر دشمنوں کو دفع کیا جائے۔ لیکن اکثر صحابہ جیسے حضرت حمزہ، سعد بن عبادہ اور اوس وخزرج کے دیگر حضرات کا یہ خیال تھا کہ جنگ مدینہ سے باہر میدان میں لڑی جائے۔ بعض صحابہ نے یہ بات بھی کہی کہ پہلے سے یہ بات تجربے میں آچکی ہے کہ جب بھی کسی نے مدینہ پر فوج کشی کی ہے۔ اور مدینے میں رہ کر ان کی مدافعت کی گئی ہے تو اہل مدینہ کی فتح ہوئی ہے۔ اور باہر نکل کر لڑنے میں اہل مدینہ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی مرضی بھی قطعاً باہر نکل کر لڑنے کی نہ تھی۔ لیکن وہ لوگ اس بات پر بضد رہے کہ نہیں باہر نکل کر لڑنے ہی میں بہادری ہے۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ اور سلاح جنگ زیب تن کر کے باہر تشریف لائے۔ اسی وقت صحابہ نے سوچا کہ مرضیِ مبارک کے خلاف اصرار مناسب نہیں۔ اس لیے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ کا دل باہر نکلنے کو نہیں چاہتا تو بہتر یہی ہے کہ مدینے ہی میں رہ کر لڑائی کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ پیغمبر جب سلاح جنگ بدن پر لگالے تب روا نہیں کہ قبل جنگ بے حکم الٰہی سلاح کھول دے۔ اب میں ہتھیار نہیں اتاروں گا۔ اتنا کہہ کر آپ باہر روانہ ہوگئے۔ اور فرمایا کہ اگر تم ثابت قدم رہوگے تو خدائے تعالیٰ تمہیں فتح دیگا۔

جبلِ احد کے دامن میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ احد پہاڑ لشکر اسلام کی پشت پر تھا۔ اس میں ایک تنگ راستہ تھا۔ اس لیے اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن پیچھے سے آکر حملہ نہ کردیں۔ لہٰذا آپ نے حضرت عبداللہ بن جبیر کی سرکردگی میں پچاس تیراندازوں کو وہاں متعین کردیا۔ اور فرمایا کہ تم اس دَرّے کی خبر رکھنا، اگر ادھر سے کفار حملہ کی کوشش کریں تو تم تیر برسا کر انہیں پسپا کردینا اور کسی بھی حال میں اس جگہ سے نہ ہٹنا چاہے ہماری فتح ہو یا شکست۔

جب دونوں فوجیں میدان میں اتریں، اور لڑائی شروع ہوگئی تو اسلامی لشکریوں نے خوب خوب دادِ شجاعت دی۔ اور میدان کارزار کو کفار کے خون سے لالہ زار بنادیا۔ ادھر درے کی جانب سے کفار نے حملہ کرنا چاہا مگر عبداللہ بن جبیر کے ہمراہیوں نے اپنی تیراندازی سے ان کے حملے ناکام کردیئے۔ نتیجۂ کفار کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور ان کی فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ یہاں تک کہ ہندہ وغیرہ جو کفار کی جانب سے آئی تھیں اس طرح بدحواس ہوکر بھاگیں کہ ان کی پنڈلیاں کھل گئیں۔ اور پازیب نظر آنے لگے۔ لشکر اسلام آگے بڑھا اور لوگ غنیمت میں مشغول ہوگئے۔ دَرّہ پر تعینات لوگوں نے جب لشکر اسلام کی فتح کا منظر دیکھا تو وہ بھی غنیمت حاصل کرنے کے لیے پہاڑ سے اتر پڑے۔ عبداللہ بن جبیر نے بہت روکا۔ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یاد دلائی لیکن لوگوں نے ان کی ایک نہ سنی دَرے پر صرف دس بہادر رہ گئے تھے۔ موقع پا کر خالد بن ولید نے جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے۔ فراریوں کی ایک جماعت لیکر درے کی جانب سے حملہ

کردیا۔ پہلے تو درے پر موجود لوگوں کو شہید کردیا اور پیچھے سے ان لوگوں نے اتنا شدید حملہ کیا کہ لشکر اسلام کے قدم اکھڑ گئے۔اور انہیں بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ کفار کے حملے سے رسول کریم ﷺ کا چہرۂ انور خون آلود ہوگیا۔اور ایک پتھر لگنے سے سامنے کا دندان مبارک شہید ہوگیا۔ جاں نثاروں کی بھیڑ چیرتے ہوئے ابن قمئہ نامی کافر آپ تک پہنچ گیا۔اس نے تلوار سے آپ پروار کیا آپ صدمہ زخم سے اور دوزرہوں کے بوجھ کی وجہ سے ایک گڈھے میں اتر پڑے۔ابن قمئہ نے چلا کر کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) کو قتل کردیا ہے۔اور شیطان لعین نے جعال بن سراقہ کی صورت اختیار کر کے پورے لشکر میں یہ خبر مشہور کردی کہ محمد (ﷺ) قتل کردیئے گئے۔اتنا سنتے ہی اکثر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔اور شکست کی صورت سامنے آئی۔مہاجرین وانصار سے چند صحابۂ کرام جیسے ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی مرتضی، طلحہ، اسید بن حضیر وغیرہ رضی اللہ عنہم اپنی جواں مردی کا ثبوت دیتے ہوئے وہیں ڈٹے رہے۔

رسول اکرم ﷺ اس روز دوزرہیں زیب تن کئے ہوئے تھے۔آپ نے نیچے سے اوپر ایک پتھر پر چڑھنا چاہا لیکن زخم اور زرہ کے بوجھ کے سبب چڑھ نہ سکے۔حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے۔اور کہا یا رسول اللہ میرے کندھوں پر پاؤں رکھ کر چڑھ جائیں۔آپ نے ایسا ہی کیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ اَوْجَبَ طَلحۃُ یعنی طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب کرلی۔خبر سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں پہنچ گئیں۔انہوں نے بوریے کا ٹکڑا جلا کر زخم میں بھرا اس کے بعد خون بند ہوا۔خود کے حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے تھے۔حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر ان حلقوں کو نکالا۔ پہلے ایک حلقہ پر دانتوں کو جما کر نکالا زور کی شدت کی وجہ سے ان کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔پھر دوسرے حلقہ پر ایسے ہی دانتوں کو جما کر نکالا دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔رسول کریم ﷺ ان سے بھی بے حد خوش ہوئے۔

حضرت حمزہ کی شہادت:

اس جنگ میں ستر صحابہ کرام شہید ہوئے، اور سرکار کائنات ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بھی شہادت اسی جنگ میں ہوئی۔اس کی تفصیل یہ ہے۔

آپ ایک صف شکن بہادر تھے، جنگ بدر میں آپ کے ہاتھوں بہت سے کافر مارے گئے۔طُعَیمہ بن عدی اور زوجۂ ابوسفیان ہندہ کا باپ عتبہ دونوں انہیں کے ہاتھوں مارے گئے۔جبیر بن مطعم جو طعیمہ بن عدی کا بھتیجا تھا۔اس نے اپنے حبشی غلام وحشی سے کہا کہ اگر تم حمزہ کو قتل کردو تو میں تمہیں آزاد کردوں گا۔اور ہندہ نے بھی اس سے وعدہ کیا کہ اگر تم حمزہ کو قتل کردو تو میں تمہیں انعام واکرام سے نوازوں گی۔وہ وحشی نیزہ زنی میں کمال کی مہارت رکھتا تھا۔

صحیح بخاری میں وحشی سے ایک روایت ہے کہ معرکۂ احد میں میں نے حمزہ کو دیکھا کہ وہ شیر کی طرح حملہ کررہے ہیں، اور میری طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں۔ میں بھاگا اور کترا کے ایک پتھر کی آڑ میں چھپ گیا۔انہوں نے مجھے نہیں دیکھا، جب میرے مقابل پہنچے تو میں نے اسی کمین سے اپنا حربہ پھینک کر مارا۔جس سے ان کی ناف کے نیچے زخم آیا۔وہ میری طرف جھپٹے دو چار قدم چل کر گر گئے۔میں نے سمجھ لیا کہ زخم کام کرگیا۔پھر میں

نے قریب جا کر اپنا حربہ نکال لیا۔ آپ کے قتل کی خبر پا کر ہندہ بہت خوش ہوئی۔ اور نعش کے پاس پہنچ کر مثلہ کیا یعنی ناک کان کاٹ لیے اور اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ آپ کا شکم چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبایا۔

حضرت یمان کی شہادت:

جب کفار نے لشکر اسلام پر پیچھے سے حملہ کیا۔ اس اچانک حملہ سے مسلمان گھبرا گئے انہیں اتنا بھی ہوش نہیں رہا کہ ہماری تلواریں کس پر پڑ رہی ہیں۔ اسی افراتفری میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں ہی کی تلوار کی زد میں آ گئے۔ حضرت حذیفہ کہتے رہے کہ ارے مسلمانو! یہ میرے باپ ہیں لیکن لوگوں نے گھبراہٹ میں ان کی باتوں پر کوئی دھیان نہیں دیا۔

اُبَیّ بن خلف کا قتل:

ابی بن خلف کفار قریش کا ایک سردار تھا۔ رسول کریم ﷺ سے عداوت رکھتا تھا، اس نے ایک گھوڑا پال رکھا تھا، اور کہتا تھا اے محمد جب تم کے میں تھے اسی وقت سے میں نے یہ گھوڑا اس لیے پالا تھا کہ اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہی ان شاء اللہ تجھے قتل کروں گا۔ احد کے روز وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے آپ کی طرف آیا۔ صحابہ نے چاہا کہ آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا کام تمام کر دیا جائے مگر آپ نے فرمایا کہ راستہ چھوڑ دو آنے دو جب وہ قریب آ گیا تو آپ نے ایک صحابی سے نیزہ لیا اور اس کے گلے میں آہستہ مار دیا۔ جس سے ایک ہلکی سی خراش لگ گئی۔ وہ چلاتا ہوا بھاگا۔ جب اپنے لشکر میں پہنچا تو اس کا زخم دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ تمہیں کوئی گہرا زخم تو نہیں لگا ہے کہ اس قدر چلا رہے ہو۔ اس نے کہا کہ تم نہیں جانتے کہ یہ کس کے ہاتھ کا زخم ہے۔ سن لو یہ محمد کے ہاتھ کا زخم ہے اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔ آخر کار وہ راستے میں موضع سرف میں واصل جہنم ہوا۔

بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات بطن[1] رابغ سے گزر رہا تھا جہاں ابی بن خلف کی موت واقع ہوئی تھی دیکھا کہ وہاں ایک شخص آگ کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے پانی دو، اس پر ایک نگہبان بھی تھا وہ کہتا کہ خبردار! اسے قطعاً پانی نہ دینا۔ یہ ابی بن خلف ہے جسے رسول اعظم ﷺ نے قتل کیا ہے۔

حضرت علی کی کیفیت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آقائے نامدار ﷺ کو میدان احد میں نہیں دیکھا تو مجھے گمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے ناخوش ہو کر اپنے نبی کو آسمان پر اٹھا لیا۔ تب میں نے کہا کہ اب زندگی میں کیا لطف ہے۔ اور تلوار لیکر کفار کے غول میں حصول شہادت کی نیت سے گھس گیا۔ اور اس قدر تلوار چلائی کہ کفار پریشان ہو گئے۔ اسی دوران اچانک نبی رحمت ﷺ پر نظر پڑی اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حیات تازہ حاصل کی۔

میدان جنگ سے چلے جانے والے:

جو صحابہ یہ سوچ کر میدان جنگ سے چلے گئے کہ جب رسول اکرم ﷺ ہی نہ رہے تو ہم لڑ کر کیا کریں گے۔ ان کا قصور اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا، اس لیے کہ وہ لوگ حضور ﷺ کے مخلص اور جاں نثار تھے، ان سے یہ قصور بتقاضائے بشریت ہو گیا تھا۔ معافی سے متعلق آیت قرآن مجید میں موجود ہے۔

---

[1] ظاہراً "بطن رابغ"، موضع سرف میں کسی خاص جگہ کا نام ہے۔ اس لیے کہ ابی بن خلف کا موضع سرف میں مرنا بیہقی سے ثابت ہے۔ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

Scanned with CamScanner

کفار اور مسلمانوں کے درمیان مکالمہ:

جنگ ختم ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ اور صحابۂ کرام پہاڑ پر چڑھ گئے۔ کافروں نے بھی چڑھنا چاہا۔ رسول کریم ﷺ نے دعا کی کہ مولیٰ! یہ نہ چڑھ سکیں۔ اللہ نے اپنے محبوب کی دعا قبول کی اور وہ چڑھنے سے عاجز رہے۔ اس کے بعد لشکر کفار کے افسر ابوسفیان نے چلا کر کہا "محمد" (ﷺ) کہاں ہیں؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جواب نہ دو۔ پھر اس نے پوچھا تم میں ابوبکر ہیں؟ آپ نے فرمایا جواب نہ دو۔ پھر اس نے حضرت عمر کے بارے میں پوچھا اس وقت بھی آپ نے جواب دینے سے منع کیا۔ تب ابوسفیان نے چلا کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں مارے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برداشت نہ ہوا انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ تینوں تیرے اوپر رنج و بلا ڈالنے کے لیے زندہ ہیں۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ سال آئندہ مقام بدر میں ہمارے اور تمہارے درمیان لڑائی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہہ دو منظور ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا اُعلُ ھُبَل (اے ھبل تو بلند رہ) آپ نے صحابہ سے فرمایا جواب دو۔ عرض کیا کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو اللّٰہُ اَعْلیٰ و اجلُّ صحابہ نے جواب میں یہی کہا۔ پھر ابوسفیان نے کہا عُزّیٰ[1] لَنَا وَلَا عُزّیٰ لَکُمْ عزیٰ ہماری ہے تمہاری، عزیٰ نہیں) آپ نے فرمایا جواب دو۔ صحابہ نے عرض کیا کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو اللّٰہُ مَولَانَا وَ لَامَوْلیٰ لَکُم (اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں) اس کے بعد ابوسفیان نے کہا کہ مقتولین میں تم مُثلہ (ناک کان اور دیگر اعضا کٹے ہوئے) پاؤ گے۔ تو جان لو کہ میں نے اس کا حکم نہ دیا تھا اور نہ ہی مجھے اس پر رنج و افسوس ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان اپنے لشکر کے ساتھ مکہ واپس ہو گیا۔

رسول اکرم ﷺ مدینے کی طرف:

کفار کی واپسی کے بعد رسول اکرم ﷺ پہاڑ سے اترے مقتولین میں حضرت حمزہ کی حالت دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے، اور شہدا کو بغیر غسل و کفن انہی خون آلود کپڑوں کے ساتھ دفن کر دیا۔ ایک ایک قبر میں دو دو شہیدوں کو دفن کیا۔ ان میں ترتیب یہ رکھی کہ جس کو قرآن شریف زیادہ یاد تھا اسے آگے کیا۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا۔ جنگ کے حالات سن کر مدینہ کے لوگ بہت غمگین تھے۔ اور رسول اکرم ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر اہل مدینہ غم سے نڈھال تھے۔ وہ آپ کے ایسے عاشق زار تھے کہ انہیں اپنے عزیزں کی کوئی فکر نہیں تھی بس وہ رسول اکرم ﷺ کی سلامتی کے متمنی تھے۔ یہاں تک کہ ایک انصاری خاتون جن کا نام کبشہ بنت رافع تھا۔ جو سعد بن معاذ کی ماں تھیں۔ ان کا بیٹا عمرو بن معاذ اس لڑائی میں شہید ہو گیا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے دریافت حال کے لیے بیتاب تھیں۔ جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف لانے کی خبر سنی تو کہا کہ مجھے اس وقت تک سکون و قرار نہیں مل سکتا جب تک کہ جمال نبوت کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں جلدی سے آگے بڑھیں اور رخ انور دیکھ کر کہا کُلُّ مُصِیْبَةٍ بَعْدَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَلَلٌ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی سلامتی کے بعد ہر مصیبت بے حقیقت ہے۔ آنحضور ﷺ نے ان سے ان کے بیٹے عمرو بن معاذ کی تعزیت کی۔ اور فرمایا کہ تجھے بشارت ہو کہ تیرا بیٹا جنت میں ہے۔ اور دیگر شہدا کے بارے میں بھی خوش

---

(۱) عُزّیٰ: بضم عین مہملہ و فتح زائے معجمہ مشددہ اور آخر میں الف مقصورہ۔ مکہ کے ایک بت کا نام ہے۔ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

خبری سنائی کہ وہ سب کے سب جنت میں ہیں۔ کبشہ نے کہا کہ جب یہ بات ہے تو بے حد خوشی ہے یا رسول اللہ آپ پسماندگان کے لیے دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ حُزْنَ قُلُوْبِھِمْ وَ اُجُرْ مُصِیْبَتَھُمْ۔ اے اللہ ان کے دلوں کا رنج دور کر دے اور اور انہیں ان کی مصیبت کا اجر دے۔

فضیلت شہدائے احد: شہدائے احد کے بارے میں پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ خدائے تعالیٰ کے پاس سے رزق پاتے ہیں اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے خوش ہوتے ہیں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہدا کی روحوں کو جو کہ عرش کے زیر سایہ سونے کی قندیلوں میں رات گزارتی ہیں انہیں سبز پرندوں کے قالب میں رکھ کر اجازت دیدی کہ وہ بہشت میں جہاں چاہیں سیر کریں، جو چاہیں کھائیں۔

اور حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہدا کو اپنے پاس بلا کر ان سے کلام کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد عبداللہ سے بالمشافہہ کلام فرمایا اور فرمایا کہ تمہیں کسی چیز کی خواہش ہو تو بیان کرو۔ تمہیں دی جائے گی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں جنت کی ساری نعمتیں ملتی ہیں۔ ان کے مقابلے میں اب کس چیز کی خواہش ہوسکتی ہے۔ ایک بات کی البتہ خواہش ہے کہ ہم دنیا میں پھر بھیجے جائیں اور تیرے لیے پھر شہید ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں دوبارہ جانا ممکن نہیں، اس لیے تمہاری یہ آرزو پوری نہیں ہوگی۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ جب بات ایسی ہے تو کم سے کم ہمارا حال ہمارے بھائیوں تک پہنچا دیا جائے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْافِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْابِھِمْ مِنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (۴-۸-آل عمران ۱۶۹-۱۷۰)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ روزی پاتے ہیں۔ شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔ اور خوشیاں منا رہے ہیں۔ اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔ (کنزالایمان)

معجزہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں فرمایا کہ میرے والد بہت مقروض تھے۔ جب باغ میں چھوہارے تیار ہو گئے تو میں نے سوچا کہ قرض ادا کر دیا جائے، لیکن میرے دیکھنے میں وہ چھوہارے ادائیگی قرض کے لیے کافی نہیں تھے۔ لہذا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ تشریف لے چلیں تو غالب گمان ہے کہ قرض خواہ کچھ رعایت کریں گے۔ آپ تشریف لائے تو وہ آپ کو دیکھ کر اور گرم جوشی سے تقاضا کرنے لگے۔ رسول کریم ﷺ نے جب ان کا یہ حال دیکھا تو آپ

Scanned with CamScanner

نے بڑے خرمن کے تین پھیرے لگائے اور اس کے پاس بیٹھ گئے۔ اور قرض خواہوں کو پیمانے سے ناپ ناپ کر دینے لگے۔ ایک ہی خرمن سے سارا قرض ادا ہو گیا۔ ایک حبہ باقی نہ رہا۔ اور وہ خرمن اتنا ہی رہا اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ سبحان اللہ کیا عظمت و برکت تھی رسول کریم ﷺ کی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سارے خرمنوں سے قرض کی ادائیگی کو دشوار سمجھا تھا۔ لیکن آپ کی برکت سے ایک ہی خرمن سے سب قرض ادا ہو گیا اور اس سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ چودہویں شعبان (جس کے بعد والی رات میں شب براءت ہے) کو غزوۂ احد واقع ہوا تھا۔ اور آپ نے دانت ٹوٹنے کی وجہ سے اس دن حلوا تناول فرمایا تھا یہ سراسر غلط ہے۔ کسی مورخ نے یہ بات نہیں لکھی ہے۔ بلکہ یہ غزوہ ساتویں یا گیارہویں شوال کو واقع ہوا۔ البتہ آقا ﷺ نے شب براءت میں شہدائے احد کے لیے استغفار کیا ہے۔ اور اہل بقیع کے لیے بھی استغفار کیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ کے اس مبارک عمل سے ثابت ہوا کہ شب براءت میں شہدائے احد اور دیگر مرحومین کے لیے استغفار کرنا اور ان کو ثواب پہنچانا سنت کے مطابق ہے۔

غزوۂ حمراء الاسد: مدینہ میں جلوہ گری کے بعد آپ کو خبر ملی کہ واپس ہونے کے بعد ابوسفیان پشیماں ہوا اور کہنے لگا ہم نے غلبہ حاصل کر لیا تھا محمد کا کام تمام کیوں نہیں کر دیا۔ اس خام خیالی کے ساتھ وہ پھر واپس آتا ہے۔ آپ نے یہ خبر سنتے ہی لشکر کو ابوسفیان کے تعاقب کا حکم دیا۔ لشکر روانہ ہوا آپ بھی بہ نفس نفیس لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور انہیں لوگوں کو ساتھ لیا جو غزوۂ احد میں شریک تھے۔ حالانکہ وہ لوگ خستہ حال اور زخمی تھے۔ لیکن حکم پاتے ہی مردانگی اور بہادری کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہ آیت انہیں مجاہدین کی حق میں نازل ہوئی۔

الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنۢ بَعْدِ مَا وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا۔ ان کے نکوکاروں اور اَجْرٌ عَظِيْمٌ (آل عمران ٤۔٩۔١٧٢) پرہیزگاروں کی لیے بڑا ثواب ہے۔ (کنز الایمان)

ابوسفیان نے جب یہ حال سنا تو خوف زدہ ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ نام فتح کا ہو چکا ہے۔ پھر واپس ہونے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ بات الٹ جائے۔ ابوسفیان کی سمجھ میں بات آ گئی۔ اور اس نے مدینے کا رخ نہیں کیا۔ اور مکہ روانہ ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ بڑی ہی شوکت و عظمت کے ساتھ کچھ دور تعاقب کر کے مدینہ واپس آئے۔ چوں کہ آپ حمراء الاسد تک تشریف لے گئے تھے۔ اس لیے یہ سفر غزوۂ حمراء الاسد کہلاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:
چھٹی فصل: غزوۂ بدرثانی

احد سے واپس ہوتے وقت ابوسفیان یہ کہہ گیا تھا کہ سال آئندہ بدر میں پھر لڑائی ہوگی۔جب زمانہ قریب ہوا اور ابوسفیان لڑائی کے لیے بدر تک نہ آسکا تو اس نے یہ سوچا کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی بدر نہ پہنچ سکیں۔تاکہ شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔اس نے نعیم بن مسعود نامی شخص کو مدینہ بھیجا کہ وہ اصحاب رسول تک یہ خبر پہنچادے کہ ابوسفیان بہت زبردست لشکر لے کر بدر میں آنا چاہتا ہے۔اس نے مدینے میں آکر مسلمانوں سے یہ بات کہی انہوں نے سن کر کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ہمارے لیے اللہ کافی ہے۔اور وہی بہترین کارساز ہے۔

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر لے کر بدر میں تشریف لے گئے۔ابوسفیان مارے ڈر کے نہ آیا۔ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لشکر اسلام کے ساتھ چند روز وہاں قیام فرمایا۔صحابہ نے اس سفر میں تجارتی سامان بھی لے لیا تھا۔انہوں نے وہاں ان سامانوں کی فروخت کی اور بہت زیادہ نفع حاصل کیا۔پھر وہاں سے خوش وخرم بغیر جنگ واپس آئے۔ان آیتوں میں اسی واقعے کا بیان ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ (آل عمران ٤-٩-١٧٣-١٧٤)

وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لیے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو۔تو ان کا ایمان اور زائد ہوا۔اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا ہی اچھا کارساز۔تو پلٹے اللہ کے احسان اور فضل سے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی۔اور اللہ کی خوشی پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔(کنزالایمان)

باب دوم:
ساتویں فصل: سَرِیۂ رَجِیع

جب مشرکین غزوۂ احد سے واپس ہو کر مکہ پہنچے تو سفیان بن خالد ہزلی لحیانی قبیلۂ عَضَل[1] اور قبیلۂ قَارَہ کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر فتح کی مبارکبادی پیش کرنے قریش مکہ کے پاس پہنچا۔وہاں اس نے یہ سنا کہ طلحہ بن ابی طلحہ کی بیوی سُلافہ بنت سعد نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو کوئی بھی عاصم بن ثابت (صحابی) کا سر لائے گا میں اسے ایک سو عمدہ قسم کے اونٹ انعام میں دوں گی۔اور یہ نذر مانی تھی کہ ان کے کاسۂ سر میں شراب پیوں گی۔اس لیے کہ غزوۂ احد میں اس کے چار بیٹے اور شوہر موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔اور حضرت عاصم کے ہاتھوں اس کے دو بیٹوں کا قتل ہوا تھا۔سفیان بن خالد کو سو اونٹوں کا لالچ ہوا۔اس نے گھر واپس ہونے کے بعد عضل اور قارہ کے سات آدمیوں کو مدینہ بھیجا کہ وہ سب سے پہلے جا کر اپنا اسلام ظاہر کریں پھر خدمت رسول میں عرض کریں کہ آپ صحابۂ کرام میں چند آدمیوں کو ہمارے ساتھ کر دیں تاکہ وہ ہماری قوم کو قرآن مجید سکھائیں۔اور اس بات کی بھرپور کوشش کریں کہ عاصم بن ثابت کو ضرور بھیجیں۔یہ ساتوں حضرت عاصم کے والد ثابت بن ابی الافلح کے گھر

---

[1] عضل: بعین مہملہ مفتوحہ وضاد معجمہ۔قارہ بقاف ورائے مہملہ بے تشدید۔یہ دونوں قبیلے کے نام ہیں۔منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

Scanned with CamScanner

ٹھہرے۔اور عاصم سے بہت ہی اظہار محبت کیا۔ان سے کہتے کہ اگر رسول کریم ﷺ آپ کو ہمارے ساتھ کر دیں تو بہت اچھا ہوگا۔آخر کار رسول اکرم ﷺ نے دس آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا اور حضرت عاصم کو ان کا سردار مقرر کر دیا۔وہ دس صحابی ان ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔جب وہ عسفان اور مکہ کے درمیان آئے تو ان میں سے ایک نے جا کر سفیان بن خالد کو خبر کر دی وہ دوسو آدمیوں کے ساتھ آدھمکا۔یہ حرکت دیکھ کر حضرت عاصم ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے۔ جب دشمن ان کے قریب پہنچے تو عاصم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ حصول شہادت کو غنیمت سمجھو۔اور لڑائی کے لیے مستعد ہو گئے۔کافروں نے کہا کہ ہم سے لڑنے کا قصد نہ کرو تم ہم سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔عاصم نے کہا کہ ہمیں مارے جانے کا خوف نہیں ہے۔دین کے لیے سر دینا ہمارا کام ہے۔کفار نے کہا کہ جلدی نہ کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو ہم تمہیں امان دیں گے۔حضرت عاصم نے کہا کہ میں مشرک کی امان لینا نہیں چاہتا۔اور میں نے سنا ہے کہ سلافہ نے میرے کاسۂ سر میں شراب پینے کی قسم کھائی ہے۔اے اللہ تو اپنے نبی کو ہمارے حال کی خبر کر دے۔اللہ تعالی نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور نبی ﷺ کو اس واقعے کی خبر دیدی۔حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے پہلے کفار پر تیر برسائے۔جب تیر ختم ہو گئے تو نیزے کا استعمال کیا اور جب نیزہ ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کرتے رہے۔یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔اور دعا کی کہ الٰہی میں نے تیرے دین کی حمایت کے لیے جان دی ہے تو میرے بدن کو بچا کہ کفار کے ہاتھ نہ لگے۔شہادت کے بعد کفار نے چاہا کہ ان کا سر کاٹ کر سلافہ کے پاس لے جائیں اسی دوران اللہ تعالی نے حضرت عاصم کے مبارک بدن کے پاس شہد کی مکھیوں کا ایک لشکر بھیجا۔ان مکھیوں نے جسم مبارک کو گھیر لیا کسی کافر کو پاس پھٹکنے نہیں دیا، اور جب رات ہوئی تو اللہ تعالی نے ایک ایسا سیلاب بھیجا کہ وہ آپ کا جسم مبارک بہا لے گیا۔جس کی وجہ سے کفار خائب وخاسر رہے سلافہ کے پاس سفیان بن خالد نے آدمی بھیجا کہ وہ سو اونٹ بھیج دے ہم نے عاصم کو قتل کر دیا ہے۔تو سلافہ نے کہلا بھیجا کہ میری شرط یہ تھی کہ عاصم کا سر یا عاصم کو زندہ لے آؤ۔تم نے ان میں سے ایک بھی پوری نہ کی۔میں اونٹ ہرگز نہ دوں گی۔

دیگر شرکاء کا حال: عاصم کے باقی ساتھیوں کا یہ حال ہوا کہ ان میں سے چھ آدمی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔خُبَیبؔ[1] بن عدی، عبد اللہ بن طارق اور زید بن دَثِنَہ[2] باقی رہے۔

کافروں نے انہیں امان کا یقین دلایا تو وہ پہاڑ سے اترے۔لیکن کفار نے بدعہدی کی ان کے ہاتھ کمان کے چلے میں باندھ دیے۔عبد اللہ بن طارق نے جب ان کا یہ دھوکا دیکھا تو ایک بہانے سے اپنا ہاتھ کھولا اور تلوار کھینچ کر کفار سے جنگ شروع کر دی۔کافران کے حملۂ شیرانہ سے حیران ہو گئے۔کسی طرح قابو نہ پا کر ان پر پتھر برسانا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔خبیب اور زید کو کفار قیدی بنا کر لے گئے۔حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے سو اونٹ کے بدلے خرید لیا۔کہ وہ اپنے باپ کے بدلے میں انہیں شہید کریں گے۔اس لیے کہ حضرت خبیب نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا۔اور حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹ کے عوض خرید لیا کہ انہیں اپنے باپ کے بدلے شہید کرے کیوں کہ انہوں نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔دونوں حضرات ماہ ذوقعدہ میں مکہ لے جائے گئے۔چوں کہ عرب اس ماہ میں جنگ وجدال اور خونریزی ناپسند کرتے تھے، اس لیے مہینہ ختم ہو جانے کا انتظار کیا۔

[1] خبیب: بخائے معجمہ ودو بائے موحدہ صیغۂ تصغیر۔منہ [2] دَثِنَہ: بدال مہملہ مفتوحہ وثائے مثلثہ مکسورہ)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پاکی حاصل کرنے کے لیے حارث کے ایک بیٹے سے استرا مانگا تھا۔ اسی حالت میں حارث کا ایک لڑکا ان کے پاس جا پہنچا۔ خبیب نے اسے زانو پر بیٹھالیا۔ اس کی عورت کو ڈر لاحق ہوا کہ یہ قیدی ہے کہیں میرے بیٹے کو مار نہ ڈالے۔ خبیب نے کہا کہ مت ڈرو میں ایسا نہ کروں گا۔ بچے کو ہرگز قتل نہ کروں گا۔ وہ عورت کہتی ہے کہ میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے خبیب کو حالت قید میں انگور کھاتے دیکھا، جب کہ ان دنوں مکے میں کسی قسم کا میوہ دستیاب نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زنجیر میں جکڑے ہوئے قیدی کے لیے یہ انگور غیب سے رزق الٰہی تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے خبیب کے لیے بھیجا تھا۔ ماہ حرام گزر جانے کے بعد حرم سے باہر موضع تنعیم میں خبیب اور زید دونوں کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دیدو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ کفار نے مہلت دیدی، حضرت خبیب نے دو رکعت نماز پڑھ لی۔ مقتولان بے گناہ کے لیے یہ نماز پڑھ کر انہوں نے ایک سنت قائم کردی۔ اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

وَلَسۡتُ اُبالی حِیۡنَ اُقۡتَلُ مُسۡلِمًا عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کانَ للّٰهِ مَصۡرَعی
و ذٰلكَ فِی ذاتِ الۡاِلٰهِ و اِنۡ یَّشَأ یُبَارِكُ عَلٰی اَوۡصَالِ شِلۡوٍ مُّمَزَّعٖ

جب میں حالت اسلام میں مارا جاؤں تو مجھے اس کی پروانہیں کہ خدا کی راہ میں کس کروٹ پر گروں۔ اور میرا یہ قتل خدائے تعالیٰ کے لیے ہے۔ اگر وہ چاہے تو میرے پارہ پارہ جسم پر برکت نازل فرمائے۔

جب حضرت خبیب کو سولی پر چڑھایا گیا تو ان کا منہ قبلے سے پھیر دیا گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ (البقرہ۔۱۔۱۱۵) تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے (کنز الایمان)

کافروں نے کہا خبیب! اگر تم دین اسلام چھوڑ دو تو ہم تمہیں رہا کردیں گے۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم ساری روئے زمین دیدو تو بھی میں اسلام سے نہیں پھر سکتا۔ یہ تو ایک جان ہے اگر سو جان بھی قربان کرنا پڑے تو خبیب پیچھے نہیں ہٹے گا۔ کافروں نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ تمہارے بدلے میں محمد (ﷺ) کو سولی دیدی جائے اور تم سلامتی کے ساتھ اپنے گھر چلے جاؤ۔ خبیب نے کہا میرا دل ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ میں گھر میں رہوں اور ہمارے آقا ﷺ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ اسلام پر اس طرح پختگی دیکھ کر مقتولان بدر کی اولاد اور ان کے خویش واقارب نے ہر چہار جانب سے ان پر نیزے کی بارش کرنی شروع کردی۔ وہ کل چالیس افراد تھے۔ اس وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا منہ قبلے کی طرف ہوگیا انہوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرا منہ اس قبلہ کی طرف کردیا جو اس نے اپنے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے لیے پسند کیا۔ حضرت خبیب نے کہا الٰہی یہاں سب دشمن ہیں کوئی میرا دوست نہیں کہ میرا اسلام تیرے دوست کو پہنچادے۔ اے اللہ تو ہی میرا اسلام اپنے حبیب تک پہنچا۔

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی وہ کہتے ہیں کہ میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مجلس رسول میں حاضر تھا۔ آپ پر آثار وحی ظاہر ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خبیب کو کافروں نے قتل کردیا ہے۔ اور یہ جبرئیل ان کا سلام مجھے پہنچانے آئے ہیں۔ پھر آپ نے اس طرح سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ علیہ السلام و رحمۃ اللّٰہ۔ اس کے بعد حضرت زید کو سولی دی گئی۔ انہوں نے بھی پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔ جس طرح کفار

نے حضرت خبیب سے گفتگو کی تھی ان سے بھی کی۔اور آپ نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا کہ حضرت خبیب نے دیا۔ان سب نے حضرت خبیب کی نعش کو سولی ہی پر لٹکائے رکھا۔

حضرت خُبیب کی نعش کیسے ملی:

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ کوئی ہے جو خبیب کی نعش کو سولی سے اتار لائے؟ حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما نے یہ ذمے داری قبول کی اور حصول مقصد کے لیے روانہ ہوگئے۔وہ دن میں چھپے رہتے اور رات میں چلتے۔یہاں تک کہ نعش مبارک کے پاس پہنچ گئے۔حفاظت کے لیے چالیس آدمی سولی کے اردگرد سوتے تھے۔انہوں نے آہستہ سے حضرت خبیب کو سولی سے اتارا اور گھوڑے پر رکھ کر روانہ ہوگئے۔ان کے قتل کے چالیس روز گزر گئے تھے لیکن بدن ویسا ہی تروتازہ تھا،جسم سے خون ٹپک رہا تھا۔اور مشک کی خوشبو آتی تھی۔جب صبح قریش نے خبر پائی تو ستر سواروں کو دوڑایا۔جب ان دونوں حضرات کے پاس پہنچے تو حضرت زبیر نے خبیب کی نعش زمین پر رکھ دی اور زمین نے فوراً نگل لیا۔حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو اسی لیے "بلیع الارض" کہا جاتا ہے۔حضرت زبیر نے کفار کی طرف اپنا چہرہ کر کے کہا کہ میں زبیر بن العوام ہوں اور میری ماں صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں اور یہ میرے رفیق مقداد بن اسوَد ہیں۔تمہارا جی چاہے تو تیروں سے لڑلو۔اور کہو تو اتر کر تلوار اور نیزوں سے لڑلیا جائے۔اور چاہو تو واپس چلے جاؤ۔یہ باتیں سن کر کفار واپس ہوگئے۔حضرت زبیر اور مقداد نے خدمت اقدس میں جا کر پورا حال بیان کیا۔حضرت جبرئیل نے مجلس رسول میں آکر بیان کیا کہ تمہارے دونوں یاروں کی فرشتوں میں تعریف ہو رہی ہے۔

سفیان بن خالد کا قتل:

رسول کریم ﷺ کو حضرت عاصم اور ان کے ہمراہیوں کے قتل سے بڑا رنج اور صدمہ ہوا،اس حادثے کا اصل مجرم سفیان بن خالد تھا۔اس ملعون کو قتل کرنے کے لیے رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُنیس انصاری کو حکم دیا۔وہ سفیان کو پہچانتے نہ تھے تو رسول کریم ﷺ نے اس کی شکل بیان فرمائی۔اور ارشاد فرمایا کہ اس کو دیکھتے ہی تمہارے دل پر خوف طاری ہو جائے گا۔حضرت عبداللہ بن انیس انصاری نے اس بات کی اجازت چاہی کہ یا رسول اللہ میں جیسے چاہوں اس سے بات کروں۔آپ نے اجازت دیدی۔وہ تلوار لے کر روانہ ہوئے۔چند منزل طے کرنے کے بعد وہ بطنِ عُرَنہ[1] میں پہنچے۔آپ نے وہاں اس کافر کو دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی نشانی سے پہچان لیا۔اس کے قریب گئے۔اس نے پوچھا تم کون ہو؟ عبداللہ نے کہا کہ میں قوم خزاعہ کا ایک فرد ہوں،میں نے سنا ہے کہ آپ لشکر محمد (ﷺ) سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہیں۔میں بھی حاضر ہوا ہوں کہ آپ کا ساتھ دوں۔حضرت عبداللہ نے اور بہت سی خوشامد کی باتیں کیں جس سے وہ بہت خوش ہوا۔عبداللہ اس کے خیمے میں داخل ہوئے اور موقع پا کر اس کا سر کاٹ لیا اور مدینے کی طرف روانہ ہوگئے۔اور اللہ کے حکم سے ایک غار میں چھپ گئے۔اور غارِ ثور کی طرح اس غار میں بھی مکڑی نے جالا تن دیا۔جب سفیان کی قوم کو خبر ہوئی تو حضرت عبداللہ کی تلاش میں نکل پڑے۔بہت تلاش کیا وہ نہ مل سکے آخر کار وہ واپس ہوگئے۔ادھر عبداللہ غار سے نکل کر منزلیں طے کرتے ہوئے خدمت رسول میں پہنچے اور اس لعین کا سر پائے نبوت میں ڈال دیا۔جس کی وجہ سے آپ اور آپ کے صحابہ بہت خوش ہوئے۔رسول کریم (ﷺ) نے حضرت عبداللہ بن اُنیس کو ایک عصا دیا اور فرمایا کہ یہ عصا جنت میں ہاتھ میں رکھنا۔گویا اس طرح آپ نے انہیں جنت کی خوشخبری دی۔وہ عصا ہر وقت عبداللہ کے ہاتھ میں رہتا تھا۔یہاں تک کہ وفات کے وقت انہوں نے کفن میں اپنے ساتھ رکھنے کی وصیت کی۔

---

[1] قاموس میں ہے،بطنِ عُرَنہ کھُمزہ ۃ بعرفات بعرفات۔یعنی بطن عُرَنہ بضم عین مہملہ وفتح راے مہملہ عرفات میں ایک جگہ کا نام ہے۔منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

بابِ دوم:

آٹھویں فصل: قِصَّۂ بِیرِ مَعُونہ

ابو براء عامر بن مالک بن جعفر جونجد کے ایک قبیلہ بنو عامر سے تعلق رکھتا تھا۔اور مُلاعِبُ الأسِنّہ (نیزہ باز) کے لقب سے مشہور تھا۔ وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی ،وہ مسلمان تو نہ ہوا مگر دین اسلام کی اس نے بہت تعریف کی۔ اس نے کہا میں مسلمان ہو جاتا مگر مجھے اپنی قوم کا خیال ہے۔ آپ کچھ لوگوں کو میرے ساتھ کر دیں تا کہ وہ میری قوم پر اسلام پیش کریں۔ اگر وہ مسلمان ہو جائیں گے تو مجھے کچھ تامل نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد کا ڈر ہے۔ اس نے کہا کہ کچھ نہیں میں اپنی پناہ میں لے لوں گا۔ آپ نے ستر صحابہ کو اس کے ساتھ کر دیا جن میں سب کے سب قاریٔ قرآن تھے۔ ان میں سے اکثر انصار سے تعلق رکھتے تھے۔ اور کچھ مہاجرین تھے۔ یہ لوگ بہت بزرگ اور مقبول صحابہ تھے۔ دن میں ازواج مطہرات کے حجروں میں لکڑی اور پانی پہنچاتے اور رات میں نماز اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے۔ آپ نے مُنذر بن عمرو کو ان کا امیر نامزد کیا۔ اور رؤسائے نجد اور بنی عامر کے نام ایک خط لکھا۔ عامر بن مالک کا ایک بھتیجا تھا جس کا نام عامر بن طفیل بن مالک تھا۔ اس کو مسلمانوں سے کمال عداوت تھی۔ جب یہ حضرات بیر معونہ میں پہنچے۔ اونٹ عمرو بن امیہ ضَمْرِی[1] اور حارث بن صِمَّہ[2] کے حوالے کیا۔ تا کہ چراگاہ لے جائیں۔ اور خط حرام بن مِلحان[3] کو دیا کہ بنی عامر تک پہنچا دیں۔ حرام دو آدمیوں کو لے کر خط پہنچانے عامر بن طفیل کے پاس گئے۔ حرام جب اس قوم کے قریب پہنچے تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں پہلے جاتا ہوں اگر مجھے امان ملے تو تم بھی آنا۔ وہاں جا کر انہوں نے کہا کہ میں رسول ﷺ کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ مجھے ادائے رسالت کے لیے امان دیتے ہو۔ ایک کافر نے حرام کی پشت کے پیچھے سے آ کر ایسا نیزہ مارا کہ نیزہ دوسری طرف سے نکل گیا۔ حرام نے کہا فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ قسم ہے رب کعبہ کی میں کامیاب ہو گیا۔ عامر بن طفیل نے بنی عامر کو ان سے لڑائی کی لیے برانگیختہ کیا۔ چوں کہ عامر بن مالک نے انہیں امان دی تھی اس لیے قبیلۂ بنو عامر کے لوگوں نے اس کی یہ بات قبول نہیں کی۔ تب اس کافر نے قبائل سُلَیم[4] عُصَیَّہ ، رِعْل اور ذَکْوان کے یہاں آدمی بھیج کر انہیں بلایا اور ایک زبردست لشکر لے کر بیر معونہ کا گھراؤ کر لیا۔ صحابہ کرام اور کافروں کے درمیان سخت جنگ ہوئی ، یہاں تک کہ سارے صحابہ شہید کر دیئے گئے۔ اس معرکہ میں عامر بن فہیرہ بھی شہید ہوئے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ انہوں نے ابتدائے اسلام ہی میں انہیں خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ وہ بھی ہجرت میں رسول کریم ﷺ کے رفیق سفر تھے۔ اس وقت ان کی یہ کرامت نمایاں ہوئی کہ فرشتے ان کی لاش کو آسمان پر لے گئے۔ یہ سارے کافروں نے دیکھا۔

۱: ضَمْرِی: ضمرہ کی طرف نسبت ہے۔ بفتح ضاد مہملہ وسکون میم ورائے مہملہ۔ ایک شخص کا نام ہے یعنی ضمرہ ان کی اولاد میں ہیں۔ کذا فی القاموس منہ۔

۲: صِمَّہ: بصاد مہملہ مکسورہ وتشدید میم۔ منہ۔ ۳: مِلحان بکسر میم وسکون لام وحائے مہملہ۔ منہ۔ ۴: سلیم: بسین بصیغۂ تصغیر۔ عُصَیَّہ۔ بعین وصاد مہملتین ویائے مشدد بصیغۂ تصغیر، رِعْل۔ بکسر رائے مہملہ وسکون عین مہملہ۔ ذَکوان۔ بفتح ذال معجمہ وسکون کاف یہ سب قبیلوں کے نام ہیں۔ منہ رحمۃ اللہ علیہ

Scanned with CamScanner

شہادت مفت ملتی ہے: حارث بن صِمّہ اور عَمرو بن اُمَیّہ جب چراگاہ سے اونٹ واپس لائے تو دور ہی سے اپنے لشکر کی جگہ پر غبار اور پرند اڑتے ہوئے دیکھا اور کافروں کے سواروں کو کھڑا دیکھا۔انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔عمرو بن امیہ نے کہا کہ چل کر رسول ﷺ کو اس کی خبر دیں۔ لیکن حارث نے کہا کہ نہیں شہادت مفت ملتی ہے کیوں چھوڑیں۔اور وہ لڑنے لگے۔حارث نے دو کافروں کو قتل کیا آخر کار کافروں نے دونوں کو قیدی بنالیا۔اور جان کی پناہ دی۔اس پر بھی حارث نے دو آدمیوں کو اور قتل کر دیا۔یہاں تک کہ خود شہید ہو گئے۔اور عمرو بن امیہ کو عامر بن طفیل نے پیشانی کے بال کاٹ کر چھوڑ دیا۔اس کی ماں کے ذمہ ایک غلام آزاد کرنا تھا۔اسی کے نام پر عمرو بن امیہ کو آزاد کر دیا۔عامر بن طفیل نے ان سے ان شہداے اسلام میں سے ایک ایک کے بارے میں پوچھا۔عمرو نے ہر ایک کا حال بیان کیا۔کہا تمہارے ساتھیوں میں کوئی گم تو نہیں ہے۔عمرو نے کہا کہ عامر بن فہیرہ (رضی اللہ عنہ) نہیں ہیں۔کہا وہ کون ہیں۔عمرو نے کہا کہ وہ رسول کریم ﷺ کے سابقین اولین صحابہ میں سے ہیں۔عامر بن طفیل نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ قتل کے بعد فرشتے انہیں آسمان پر اٹھا لے گئے۔

عامر بن فُہَیرہ کی شہادت [redacted] اور عامر بن طفیل کی موت: حضرت عامر بن فُہَیرہ کا قاتل بنی کلاب کا جابر بن اسلمی نامی شخص تھا۔وہ کہتا ہے کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کو نیزہ مارا تو وہ پار کر گیا۔عامر نے کہا فُزْتُ وَاللّٰهِ قسم خدا کی میں پا گیا۔میں نے دیکھا کہ فرشتے انہیں آسمان پر لے گئے۔میں نے عامر کے کلام پر غور و فکر کیا کہ کس چیز کو پالیا۔اس نے ضحاک بن سفیان کلابی سے پوچھا۔تو انہوں نے کہا کہ جنت کو پالیا۔میں نے ضحاک سے کہا کہ مجھے اسلام کی تلقین کرو۔اور میں حضرت عامر کے حالات کے مشاہدہ کی وجہ سے مسلمان ہو گیا۔ابو براء عامر بن مالک کو اس واقعے کا بہت رنج ہوا کہ اس کے بھتیجے نے اس کی امان میں فتور ڈالا۔اور انہیں دنوں وہ مر گیا۔عامر بن طفیل کو سر مجلس ربیعہ بن ابی براء نے نیزہ مارا اس سے تو وہ نہ مرا مگر طاعون میں گرفتار ہو گیا۔اسے بدترین قسم کا پھوڑا نکلا جس سے مر گیا۔اس نے بطور حماقت رسول اکرم ﷺ کو کہلا بھیجا تھا کہ یا تو ملک مجھے بانٹ دو۔یعنی دیہات اور جنگل تمہارے قبضے میں رہیں۔اور شہر میرے حصے میں۔یا مجھے وفات کے بعد اپنا خلیفہ مقرر کر دو۔ورنہ میں زبردست لشکر لیکر تم سے لڑوں گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي عَامِراً اے اللہ تو عامر کا کام خود تمام کر دے میری نوبت نہ آئے۔تب وہ طاعون کی بیماری سے مر گیا۔

غزوۂ بنی نَضِیر کا سبب: عَمرو بن اُمیہ ضَمْری وہاں سے واپس ہوئے تو راستے میں انہیں بنو عامر کے دو مشرک ملے۔انہوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔اور یہ سوچا کہ یہ بھی عامر بن طفیل سے ایک طرح کا انتقام ہے۔جس نے اصحاب بیر معونہ کو قتل کر دیا تھا۔ اتفاق سے جن دونوں کو عمرو بن اُمیہ ضُمْری نے قتل کیا تھا۔وہ رسول کریم ﷺ کی امان میں تھے۔اس بات کی عمرو بن اُمیہ کو خبر نہ تھی۔چونکہ ایسا غلطی سے ہوا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کے بدلے میں دِیَت تجویز کی۔بنو عامر اور یہود بنی نَضِیر چوں کہ ہم عہد تھے اس لیے رسول اکرم ﷺ نے اس معاملۂ دِیَت کو ان کے مشورہ سے طے کرنا چاہا۔اور یہی چیز غزوۂ بنو نضیر کا سبب بنی۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:

نویں فصل: # غزوۂ بنی نَضیر

مدینہ سے باہر یہود کے دو قبیلے بنوقُریظہ اور بنونضیر آباد تھے۔ رسول کریم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد یہودیوں نے آپ سے عہد و پیمان کیا کہ ہم آپ سے مل کے رہیں گے۔ آپ کے ساتھ کوئی بدعہدی نہیں کریں گے۔ اور آپ کے دشمن کی مدد نہیں کریں گے۔ جیسا کہ آپ نے پڑھا کہ عمرو بن امیہ ضمری نے نادانستہ طور پر بنوعامر کے دو مشرکوں کو قتل کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں آپ معاملۂ دِیَت میں مشورہ کرنے بنی نَضیر کے محلّہ میں تشریف لے گئے۔ ان کے سامنے باتیں رکھی گئیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائے ہیں، پہلے ہم آپ کی ضیافت کریں گے۔ آپ تشریف رکھیں، کھانے سے فراغت کے بعد اس معاملے کو دیکھا جائے گا۔ آپ کو ایک دیوار کے نیچے بیٹھا دیا۔ پھر ان ملعونوں نے یہ تجویز پاس کی کہ دیوار سے ایک پتھر گرا کر آپ کو شہید کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ آپ کو اس سازش کی خبر کر دی۔ آپ وہاں سے اس طرح اٹھے جس طرح کوئی قضائے حاجت کے لیے اٹھتا ہے۔ اور مدینہ کی طرف چل پڑے۔ جب آپ کی واپسی میں دیر ہوئی تو ہمراہی صحابہ نے پتا لگایا کہ دیر کی وجہ کیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آپ مدینہ تشریف لے گئے۔ تو وہ صحابہ بھی مدینہ چل دیئے۔ آپ نے بنونضیر کو کہلا بھیجا کہ میرے ساتھ تمہارا ارادہ برا تھا۔ تمہاری طرف سے دھوکا اور عہد شکنی متحقق ہے۔ اس لیے تمہیں یہ حکم ہے کہ دس دن کے اندر اندر یہاں سے نکل جاؤ۔ دس دن کے بعد جو بھی ملے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔ یہود نے آپ کی بات نہ مانی اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کا یہ رویہ دیکھ کر آپ نے بنونضیر پر لشکر کشی کی ان کے قلعے کا محاصرہ کیا اور ان کی زندگی تنگ کر دی۔

محبوب درخت: یہودیوں کے قلعے کے قریب کچھ کھجور کے درخت تھے۔ جنہیں وہ اپنی اولاد کی طرح محبوب رکھتے۔ آپ نے اس خیال سے انہیں کاٹنے کا حکم دیا کہ اس کی وجہ سے دشمن کو دلی تکلیف اور قلبی صدمہ ہوگا۔ رسول کریم ﷺ کا حکم پا کر صحابہ نے درخت کاٹنے شروع کر دیئے۔ بعض لوگوں نے اس نیت سے عمدہ قسم کے درخت کاٹے کہ ان کے کاٹنے سے انہیں زیادہ صدمہ ہوگا۔ اور بعض نے ہلکے پھلکے درخت کاٹے۔ اس لیے کہ انھیں یقین تھا کہ فتح مسلمانوں کی ہوگی۔ اور بنونضیر کے سارے مال مسلمانوں کے ہی قبضے میں آئیں گے۔ اس لیے عمدہ قسم کے مال مسلمانوں کے لیے بچے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ دونوں کام ان کے حسن نیت کی وجہ سے پسند آئے۔ اور دونوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَـاقَـطَـعْتُـمْ مِنْ لِينَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُولِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ	جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا۔ اور اس لیے کہ فاسقوں کو رسوا کرے۔
(۵/ ۲۸ حشر)	(کنزالایمان)

اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے درختوں کو جلانے کا بھی حکم دیا تھا چنانچہ وہاں کچھ درخت جلائے بھی گئے۔اسی سلسلے میں حضرت حسان بن ثابت کا یہ شعر ہے۔ ـ

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِى لُؤَيٍّ   حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرٌ

مقام بُویرہ میں سرداران بنی لؤی پر آگ لگا دینا آسان ہوا کہ اس کے شرارے اڑتے تھے۔

بُوَیرہ[1] اس جگہ کا نام ہے جہاں بنونضیر کے کھجور کے درخت تھے۔لُؤی ہمزہ سے۔رسول اللہ ﷺ کے اجداد میں سے ایک ہیں۔بنی لوی ان کی اولاد۔

بنونَضِیر کی جلاوطنی: انصار کے دو قبیلے تھے۔ایک کا نام اوس تھا۔اور دوسرے کا خزرج۔ان کے درمیان ہمیشہ جنگ ٹھنی رہتی۔بنو قریظہ کا اوس سے معاہدہ تھا۔اور بنو نضیر کا خزرج سے۔ان میں سے ہر ایک اپنے حلیف کی مدد کرتا۔عبد اللہ بن ابی بن سلول جو منافق تھا اور قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتا تھا۔اس نے در پردہ بنی نضیر سے مدد کا وعدہ کیا تھا۔حالت جنگ میں اور پہلے سے بھی تسلی کی باتیں کیا کرتا۔مگر مدد نہ کرسکا۔جب بنونضیر بہت تنگ ہوگئے تو انہوں نے درخواست کی کہ آپ ہمیں یہاں سے نکل جانے دو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب یہ بات منظور نہیں۔ہاں اس شرط پر جاسکتے ہو کہ تمام ہتھیار چھوڑ دو۔اور جتنا مال واسباب خود لے جاسکتے ہو لے کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ جلاوطن ہو جاؤ۔اسی شرط پر یہود نامسعود وہاں سے نکلے۔مکانوں میں سے بھی جو چیز اچھی سمجھی مثلا کواڑیا کڑی وغیرہ نکال کر لے گئے۔اور جلدی جلدی میں انہوں نے مسلمانوں سے بھی مدد لی۔مسلمانوں نے بھی ان کے مکانات توڑ کر ان کی چیزیں نکال کردیں۔جلاوطن ہو کر کچھ خیبر گئے۔کچھ شام گئے اور کچھ دوسری جگہ۔اس واقعے کا بیان قرآن شریف میں اس طرح ہے۔

هُوَ الَّذِیٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ۔مَاظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوا وَ ظَنُّوٓا اَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوا وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُم بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ فَاعْتَبِرُوا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔ (۲۸/حشر ۲)

وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے۔تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے۔اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا۔جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں۔تو عبرت لو اے نگاہ والو۔(کنزالایمان)

---

[1] بُوَیرہ: بضم بائے موحدہ ورائے مہملہ بصیغۂ تصغیر۔منہ۔ اس جگہ کا نام ہے جہاں بنو نضیر کے کھجور کے درخت تھے

باب دوم:

دسویں فصل: غزوۂ خندق

غزوۂ خندق کیوں پیش آیا، اس کی تفصیل یوں ہے کہ حُیی بن اخطب، جو بنی نضیر کا بڑا فسادی آدمی تھا، جلاوطنی کے بعد وہ چند شریر یہودیوں کے ساتھ خیبر چلا گیا۔ دن رات اس فکر میں رہتا کہ مسلمانوں سے کیسے انتقام لیں۔ اس سلسلے میں وہ قریب بیس اور فسادیوں کو لے کر مکہ گیا۔ اور قریش کو رسول کریم ﷺ سے لڑنے کے لیے آمادہ کیا۔ اور ہر طرح سے تعاون کا وعدہ کیا۔ اسی پر ان کے درمیان بات پکی ہوگئی۔ ابوسفیان نے چار ہزار مسلح افراد اکٹھا کیا اور مکہ سے روانہ ہوا۔ حُیی وغیرہ یہود قبیلہ غطفان کی طرف بڑھے ان کو بھی اس بات پر یہ ابراہیم ﷺ سے آمادۂ پیکار کیا کہ خیبر کے ایک سال کے چھوہارے کی پیداوار تمہیں دی جائے گی۔ عُیَینہ بن حُصین فزاری جو کہ قبیلۂ غطفان کا سردار تھا۔ اس نے قبول کیا۔ وہ اپنے قبیلے اور چند ہم عہد قبیلوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ ''مرّ الظّہران'' میں ابوسفیان سے ملاقات ہوگئی۔ اب ان شرپسندوں کی تعداد دس ہزار ہوگئی۔ اور سب مدینے کی طرف چل پڑے۔ یہ خبر رسول کریم ﷺ کو پہنچی۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے ملک فارس میں دیکھا ہے کہ جب کسی شہر پر بھاری لشکر چڑھائی کرتا ہے۔ جس کے مقابلے کی انہیں طاقت نہیں ہوتی تو لوگ شہر کے اردگرد خندق کھود لیتے ہیں۔ اور اس کی پناہ میں لڑتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کو یہ مشورہ پسند آیا۔ آپ نے مدینہ کے قریب کوہ سَلْع[1] کی طرف خندق کھودنے کا حکم دیا۔ اور مدینہ کے دو طرف شہر پناہ کی دیوار اور عمارتیں تھیں۔ اس لیے ادھر سے دشمن کا کوئی خوف نہیں تھا۔ اس غزوہ کو غزوۂ خندق اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں خندق کھودی گئی تھی۔ اور اسے غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اُحزاب حزب کی جمع ہے جس کا معنی جماعت ہے۔ چوں کہ کفار اس جنگ میں بہت سی جماعتوں کو لیکر شریک ہوئے تھے۔ اس لیے اس غزوہ کو غزوۂ احزاب بھی کہا گیا۔

حضرت جابر کی دعوت:

خندق کھودنے میں رسول کریم ﷺ صحابہ کے ساتھ شریک تھے۔ مہاجرین وانصار نے بڑی ہی محنت اور جانفشانی کے ساتھ کھودائی کی۔ رسول اکرم ﷺ کا یہ حال تھا کہ بھوک کی وجہ سے آپ نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول کائنات ﷺ کی یہ حالت دیکھی تو اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو بھوکا دیکھا ہے انہیں کھانا کھلانے کی کوئی تدبیر کرنی چاہیئے۔ انہوں نے ایک صاع جو کا آٹا نکالا اور اسے گوندھ دیا۔ اور ایک بکری کا بچہ ذبح کر دیا۔ اب حضرت جابر رضی اللہ عنہ چپکے سے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ میں نے تھوڑا سا کھانا پکوایا ہے۔ آپ تشریف لے چلیں۔ آپ نے اعلان کر دیا کہ اے اہل خندق آج جابر کے یہاں تم لوگوں کے کھانے کی دعوت ہے۔ جلدی چلو۔ آپ نے جابر سے فرمایا کہ جب تک میں نہ

---

[1]: سَلْع: بفتح سین مہملہ وسکون لام وعین مہملہ، مدینہ کے قریب ایک پہاڑ۔ منہ

Scanned with CamScanner

پہنچوں ہانڈی نہ اتاری جائے۔اور نہ روٹی پکائی جائے۔حضرت جابر نے بڑھ کر اپنی بیوی سے کہا کہ کھانا تھوڑا ہے۔ اور آپ سارے اہل خندق کو ساتھ لا رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ آپ بہتر سمجھتے ہیں۔اور حضرت جابر نے حکم رسول سنا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہانڈی نہ اتاری جائے۔اور نہ روٹی ہی پکائی جائے آپ تشریف لائے،کھانے کے پاس گئے۔آٹے اور ہانڈی میں لعاب دہن ڈال دیا اور برکت کی دعا کی۔پھر آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایک روٹی پکانے والی کو اور بلا لو،اور گوشت کی ہانڈی چولہے پر رہنے دو اور اس سے گوشت نکال نکال کر پیالے میں دو۔پھر خود رسول کریم ﷺ نے کھلانا شروع کیا سارے لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار کی تھی۔گوشت کی ہانڈی ویسی ہی جوش مارتی رہی۔جیسے پہلے تھی،اس میں سے گوشت کچھ بھی کم نہ ہوا۔اور آٹا بھی اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا۔

سبحان اللہ کیا برکت تھی رسول کریم ﷺ کی کہ چار سیر آٹے کی روٹی اور ایک بکری کے بچے کے گوشت سے اتنی کثیر تعداد نے سیر ہو کر کھایا۔اور کھانا اتنا ہی بچ رہا۔

خندق کا پتھر: خندق کھودنے کے دوران ایک ایسا پتھر آیا کہ صحابہ کرام اس کے توڑنے سے عاجز رہ گئے۔حضور ﷺ خود وہاں تشریف لے گئے۔اور آپ نے پھاوڑا یا کدال ہاتھ میں لے کر اس پتھر پر مارا وہ ایک تہائی ٹوٹ گیا۔اور اس میں سے ایک بجلی چمکی جس سے آپ کو ملک شام کی عمارتیں نظر پڑیں۔آپ نے فرمایا اللّٰہ اکبر خدائے تعالیٰ نے مجھے ملک شام دیدیا،آپ نے دوسری بار پتھر پر کدال ماری پھر بجلی چمکی اور اس میں سے آپ کو فارس کی عمارتیں نظر آئیں۔آپ نے فرمایا اللّٰہ اکبر خدائے تعالیٰ نے ملک فارس مجھے دیدیا۔آپ نے کدال پھر پتھر پر ماری۔پھر بجلی چمکی اور ملک یمن کی عمارتیں نظر آئیں۔آپ نے فرمایا اللّٰہ اکبر خدائے تعالیٰ نے مجھے ملک یمن دیدیا،اور وہ پتھر پاش پاش ہو گیا۔

فائدہ: آپ نے جو یہ پیشین گوئی فرمائی ٹھیک اسی کے مطابق واقع ہوا۔ملک یمن تو آپ کی حیات ظاہری ہی میں آپ کے قبضے میں آ گیا تھا۔مگر مرتدوں کے ارتداد اور اسود عنسی کے دعوی نبوت کی وجہ سے اس میں خلل واقع ہوا۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وہ خلل دور ہوا۔ملک شام اور ملک فارس میں دور صدیقی ہی میں جہاد شروع ہو گیا تھا۔اور ملک کے کچھ حصے مسلمانوں کے قبضے میں آ بھی چکے تھے۔اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اس عہد مبارک میں تینوں ملک مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔

بنو قُرَیظَہ کی شمولیت: حُیَیّ بن اَخطب یہودی ابو سفیان اور دیگر جماعتوں کے ہمراہ بنو قُریظہ کو اپنے موافق کرنے بنی قریظہ کے محلے میں گیا۔ابو سفیان نے راستے ہی سے حُیی کو اس کام کے لیے روانہ کیا تھا۔بنی قریظہ کا سردار کعب بن اشرف تھا۔اس کے آنے سے اس نے تو پہلے بڑی ہی ناگواری کا اظہار کیا۔اسے اپنے مکان کے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔اور دروازہ نہیں کھولتا تھا اور اس کی آواز سنتے ہی کہا کہ یہ بڑا منحوس ہے اس نے اپنی قوم کا ستیاناس کیا اب ہمیں تباہ کرنے کے چکر میں ہے۔لیکن اس کی مکر و فریب کی باتوں میں آ کر اس نے پہلے دروازہ کھولا،پھر رسول ﷺ کے ساتھ عہد شکنی اور کفار کی موافقت

Scanned with CamScanner

پر کمر بستہ ہوگیا۔ کفار قریش اور متحدہ جماعتوں کو کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔اس طرح بنو قریظہ رسول کریم ﷺ کے خلاف متحدہ جماعتوں سے متفق ہو گئے۔

خندق تیار ہو جانے کے بعد رسول ﷺ نے وہاں اسلامی لشکر متعین

ایک نوجوان صحابی کا عجیب وغریب واقعہ:

کر دیا۔اور لڑائی کا اہتمام شروع کر دیا۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نوجوان جس کا مکان حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے تھا۔اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اس لیے وہ رسول کریم ﷺ سے اجازت لے کر دو پہر میں گھر آیا کرتا۔ایک روز چلتے وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ خالی ہاتھ مت جاؤ۔ کچھ ہتھیار لے لو۔ مجھے بنی قریظہ کا خوف ہے اس جوان نے اپنا نیزہ لے لیا۔ جب گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی دوازے پر کھڑی ہے۔نوجوان نے بتقاضائے غیرت چاہا کہ اپنی بیوی کو نیزہ مارے۔اس نے کہا جلدی نہ کرو اندر جاکے دیکھو کہ مجھے کس چیز نے نکالا ہے۔جوان مکان کے اندر گیا۔دیکھا کہ اس کے بستر پر ایک بڑا سانپ بیٹھا ہے۔اس نے سانپ کو نیزہ مار کر نیزے میں پرولیا اور سانپ نے تڑپ کر اسے کاٹ کھایا۔ پھر معلوم نہ ہوسکا کہ وہ جوان پہلے مرا یا سانپ۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ یہ جوان زندہ ہو جائے۔آپ نے فرمایا کہ جاؤ تجہیز و تکفین کر کے دفن کر دو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مکانوں میں ایک قسم کے سانپ ہوتے ہیں۔ جو عوامر کہلاتے ہیں۔ جب سانپ مکان میں نمودار ہو تو اسے دیکھتے ہی نہ مار ڈالو۔ تین دن اس سے کہو کہ پھر نہ نکلنا،اس کے بعد بھی وہ دکھائی دے تو اسے مار ڈالو۔

فائدہ: آپ نے جوان سے چلتے وقت جو ہتھیار لینے کو فرمایا اس کا یہ بھی ایک فائدہ ہوا کہ اسے مکان پر پہنچتے ہی ہتھیار کی ضرورت پیش آئی۔

جنگ کی ابتدا:

جب کفار کا لشکر مدینہ کی طرف پہنچا تو خندق دیکھ کر حیران رہ گیا۔اس لیے کہ عرب نے تو جنگ کی یہ صورت کبھی نہ دیکھی تھی۔ وہ خندق کے قریب خیمہ زن ہو گئے۔ تیر اور پتھر سے لڑتے رہے۔اور خندق پر حملہ کرتے رہے۔ان کے جواب میں رسول کریم ﷺ اور ان کے معزز صحابہ نے بھی تیر اور پتھر کا سہارا لیا اور ان کے حملوں کو روکتے رہے۔

کتب حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ کفار نے یورش اتنی تیز کر دی کہ ان کی مدافعت میں مشغولیت کی وجہ سے آپ کی چار وقت کی نمازیں قضا ہو گئیں۔ بعد میں انہیں ترتیب وار ادا فرمایا۔یعنی قضا میں جو نماز پہلے تھی اسے پہلے ادا فرمایا پھر اس کے بعد کی نمازیں مثلاً ظہر کی قضا کی پھر عصر کی پھر مغرب کی۔اور ایک مرتبہ آپ کی عصر کی نماز قضا ہوگئی جس کا آپ کو بڑا صدمہ ہوا آپ نے ان کے خلاف دعا فرمائی:

مَلَا اللّٰہُ بُیُوتَھُم وَ قُبُورَھم نَاراً کَمَا شَغَلُونَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الوُسطٰی صَلٰوۃِ العَصرِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھردے۔ جیسا کہ انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ یعنی نماز عصر سے باز رکھا۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: وُسطیٰ کے معنی عربی میں بیچ والے کے بھی ہیں۔اور افضل کے بھی۔قرآن میں ہے۔حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى. (بقرہ۔پ۲۔آیت ۲۳۸۔ع ۱۵۶) نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی (کنزالایمان)

اس آیت میں لفظ ''وُسطیٰ'' کی تفسیر مفسرین نے دونوں طرح سے کی ہے۔نماز وسطیٰ کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے۔لوگ ہر طرف گئے ہیں۔مگر حنفیہ کے نزدیک عصر کو ترجیح حاصل ہے۔چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے اور مذکورہ حدیث سے بھی صاف ظاہر ہے کہ نماز وُسطیٰ عصر ہے۔اور عصر کے وُسطیٰ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ایک طرف دن کی دو نمازیں فجر اور ظہر ہیں اور دوسری طرف رات کی دو مغرب اور عشاء ہیں۔حدیث شریف میں نماز عصر کی فضیلت یوں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی۔اس کے لڑکے بچے اور گھر بار چھن گئے۔

عَمرو بن عَبدِ وُدّ کا قتل:

عمرو بن عبدِ ود ایک بڑا زبردست اور بہادر پہلوان تھا۔لوگ اس کی طاقت ہزار مرد کے برابر بتاتے۔وہ ایک مرتبہ قافلۂ قریش کے ساتھ تجارت کی غرض سے گیا ہوا تھا۔پچاس ڈاکوؤں نے قافلے کو گھیر لیا۔عمرو بن عبدود نے ان سے تنہا مقابلہ کیا یہاں تک کہ سب نے راہ فرار اختیار کی۔وہ جنگ بدر سے زخمی ہو کر بھاگ گیا تھا۔اور یہ عہد کیا تھا کہ جب تک محمد عربی (ﷺ) سے انتقام نہ لے لوں گا سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔اتفاق سے وہ خندق میں مسلمانوں سے جنگ کے لیے آیا۔خندق ایک طرف کچھ تنگ تھی وہ ادھر ہی سے اندر گھس آیا اور لڑائی کے لیے اپنا مقابل طلب کیا۔رسول کریم ﷺ نے حَیْدَرِ کَرَّار اَسَدُ اللّٰهِ الْغَالِبُ عَلِي بْنِ اَبِي طَالِبٌ رضی اللہ عنہ کو اس سے مقابلہ کے لیے بھیجا۔حفاظت وغلبہ کی دعا فرمائی۔اور اپنی خاص تلوار ذوالفقار عنایت فرمائی۔جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن عبدِ ود کے مقابلے میں آئے۔تو وہ انہیں دیکھ کر بہت ہنسا۔چوں کہ حضرت علیِ نوجوان اور کم عمر تھے۔وہ کہنے لگا ابھی تم لڑکے ہو میں تم پر کیا ہاتھ اٹھاؤں۔اور دوسری بات یہ کہ تمہارے باپ ابوطالب میرے دوست تھے،تم میرے بھتیجے ہوتے ہو۔میں نہیں چاہتا کہ تمہیں قتل کروں۔حضرت علیِ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا جی تو چاہتا ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قتل کردوں۔اس کے بعد حضرت علی جھپٹ کر اس سے بھڑ گئے۔اور آپس میں ہتھیار چلنے شروع ہوگئے۔اس نے حضرت علی پر تلوار سے ایک وار کیا۔آپ نے اس کا وار ڈھال پر روک لیا۔مگر اس کا وار اتنا زبردست تھا کہ ڈھال کٹ گئی۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر اس کا تھوڑا اثر ظاہر ہوا۔پھر جواب میں حیدر کرار نے ایسی زبردست تلوار چلائی کہ اس کا سر تن سے جدا ہوگیا اور دور جا کر گرا۔حضرت علی نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔میدان مقابلہ میں چونکہ گرد اڑ رہی تھی۔اس لیے وہاں کے حالات معلوم نہیں ہو پا رہے تھے۔لیکن جب مسلمانوں نے تکبیر کی آواز سنی تو ان کا چہرہ کھل اٹھا اور اتحادیوں کو بڑا رنج ہوا گویا ان کی کمر ٹوٹ گئی۔

Scanned with CamScanner

غطفان اور فزارہ سے مصالحت کی گفتگو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی طاقت کمزور کرنے کے لیے یہ تدبیر سوچی کہ مدینہ کی پیداوار (کھجور) کا تہائی حصہ قبیلۂ غطفان[1] اور فزارہ[2] کو دیدیں تاکہ وہ قریش سے الگ ہو کر اپنے گھر چلے جائیں۔اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔انصار نے عرض کیا یارسول اللہ ان کفار کی کیا حقیقت کہ مدینہ کی کھجوروں پر للچاتی نگاہ اٹھائیں۔جب ہم مشرک تھے تو ان کا حوصلہ ایسا نہ تھا، اب تو ہمیں اللہ نے اسلام کی عزت بخشی ہے۔اب ہم ایسی ذلت کیوں اختیار کریں۔ہم کبھی ایک چھوہارا انہیں نہ دیں گے۔ان کے لیے ہمارے پاس سوائے تلوار کے کچھ نہیں۔آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ تدبیر اس لیے سوچی کہ سارے عرب نے متحد ہو کر تم پر تیر برسانا شروع کیا ہے۔میں نے چاہا کہ ان کا اتحاد توڑ دوں۔لیکن جب تمہاری مرضی نہیں ہے۔تو ٹھیک ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قریش اور بنو قریظہ کے درمیان اختلاف:

نعیم[3] بن مسعود یہ قبیلۂ غطفان کے ایک شریف آدمی تھے۔ خدمت رسول میں آکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں قریش اور بنی قریظہ کے درمیان ایک تدبیر سے اختلاف ڈال سکتا ہوں۔مگر آپ مجھے اس بات کی اجازت دیدیں کہ میں جو چاہوں ان سے کہوں۔میرے اسلام کی انہیں خبر نہیں،اور مجھ پر ان کا اعتبار ہے۔میری بات ان میں اثر کر جائے گی۔آپ نے اجازت دیدی،وہ پہلے بنی قریظہ کے پاس گئے۔اور ان سے بڑی ہی اپنائیت اور خیر خواہی کی باتیں کی۔وہ ان کی ملاقات سے بہت خوش ہوئے۔پھر نعیم نے کہا کہ تم جو قریش اور غطفان سے موافقت رکھتے ہو۔اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے عہد شکنی کی ہے یہ تم نے غلط کیا۔اگر قریش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام نہ کریں،اور پھر جائیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم پر فوج کشی کر کے تمہارے کام تمام کر دیں گے۔قریش تمہیں تنہا چھوڑ دیں گے۔اور تم تنہا ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔یہود نے کہا کہ تو اس کی تدبیر کیا ہے؟ نعیم نے کہا کہ اب میرا مشورہ یہ ہے کہ تم قریش اور غطفان سے کہو کہ تمہیں دو چار سردار یا اولاد سردار بطور اول[4] کے دیں کہ وہ تمہارے پاس رہیں تاکہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کا ارادہ کریں تو قریش یا غطفان کو اپنے سرداروں اور اولاد کی حفاظت کے خیال سے تمہاری مدد کے لیے آنا ضروری ہو۔اگر وہ اس بات کو مان لیں تو سمجھ لو کہ انہیں دل سے تمہارا خیال ہے۔نہیں تو وہ دل سے تمہارے دوست نہیں ہیں۔بنی قریظہ کے یہودیوں نے اس مشورہ کو بہت پسند کیا۔اور کہا کہ اب ہم قریش سے یہی کہتے ہیں۔اس کے بعد نعیم وہاں سے اٹھ کر قریش کے پاس آئے۔پہلے ان کے ساتھ اخلاص اور خیر خواہی سے پیش آئے۔پھر کہا کہ میں نے تمہارے سلسلے میں بنو قریظہ کی ایک خبر سنی ہے۔بنظر خیر خواہی تمہیں بتا دیتا ہوں وہ یہ کہ بنو قریظہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے در پردہ مل گئے ہیں۔اور انہوں نے اقرار کیا ہے کہ اب قریش کی مدد نہ کریں گے۔اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ کہلا بھیجا ہے کہ تمہاری طرف سے ہمارا دل اس وقت صاف ہوگا جب کہ تم قریش کے کچھ شریف اور بہادر آدمی ہمارے ہاتھ گرفتار کرا دو گے۔اور بنو قریظہ نے ان سے یہ وعدہ بھی کر لیا ہے کہ ٹھیک ہے ہم کسی بھی بہانے سرداران قریش میں سے چند آدمی طلب کر کے تمہارے حوالے کر دیں گے۔اگر وہ تم سے آدمی طلب کریں تو ہرگز نہ دینا۔قریش نے یہ خبر سن کر نعیم کی خیر خواہی کا احسان مانا۔نعیم وہاں سے اٹھ گئے۔اور غطفان کے لوگوں سے بھی اسی طرح کی باتیں

---

[1] غطفان: بفتح غین معجمہ وطائے مہملہ وفا،ایک قبیلہ کا نام۔ [2] فزارہ: بفتح فاو زائے معجمہ ورائے مہملہ۔ایک قبیلہ کا نام منہ۔ [3] نعیم: بضم نون وفتح عین مہملہ بصیغۂ تصغیر۔قاموس میں ہے نعیم کزبیر۔منہ۔ [4] اول اسے کہتے ہیں کسی سردار کی اولاد یا قریبی کو کوئی بادشاہ یا امیر اپنے پاس اس خیال سے رکھے کہ وہ شخص اپنی اولاد یا قریبی کا خیال کر کے مخالفت نہ کرے۔منہ۔

کی۔اس کے بعد قریش نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا کہ ہمیں یہاں پڑے ہوئے بہت دن گزر گئے۔اب تم ہماری مدد کے لیے آؤ۔ یکبارگی حملہ کریں گے۔اس کے جواب میں بنی قریظہ کی جانب سے جواب میں وہی پیغام آیا جو نعیم نے انہیں سکھایا تھا۔قریش نے سنتے ہی کہا کہ نعیم نے سچ کہا تھا۔حقیقت میں بنی قریظہ محمد ﷺ سے مل گئے ہیں۔اس لیے قریش نے بھی اپنے آدمی دینے سے صاف انکار کر دیا اس طرز عمل کو دیکھ کر بنو قریظہ نے کہا کہ نعیم سچ کہتا ہے۔حقیقت میں قریش دل سے ہمارے دوست نہیں ہیں۔اس طرح ان کے درمیان نااتفاقی ہوگئی۔

فائدہ: حدیث میں ہے۔ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ یعنی لڑائی فریب ہے۔اسی حدیث کے مطابق حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے عمل کیا۔ایسا فریب اور جھوٹ گناہ نہیں ہے۔ بلکہ مُوجِب ثواب ہے۔ہاں غدر یعنی خلاف عہد کام کرنا دشمن اور کافر سے بھی درست اور جائز نہیں۔

لشکر قریش کی تباہی اور واپسی:

جب قریش اور ان کے اتحادیوں پر زیادہ دن گزر گئے۔ سردی شدت کی پڑنے لگی۔اور بنو قریظہ کی ناموافقت کی وجہ سے ان کے دل سرد پڑ گئے۔اور اللہ تعالیٰ نے ان پر نہایت تیز و تند پروائی ہوا بھیجی،جس سے خیموں کی رسیاں ٹوٹ گئیں۔میخیں اکھڑ گئیں،گھوڑے کودنے پھاندنے لگے۔ہانڈیاں الٹ گئیں۔شدتِ سردی اور ہوا کے تھپیڑوں سے وہ بہت گھبرائے۔اور واپسی کا عزم مصمم کر لیا۔اس رات کو جب کہ لشکر کفار پر تیز ہوا کا زبردست جھونکا تھا۔رسول کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ کوئی جا کر اتحادیوں کی خبر لائے۔پھر آپ نے خاص طور سے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے نامزد فرمایا۔اور آپ نے ان کے لیے سردی کی شدت سے حفاظت کی دعا فرمائی۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ آپ کی دعا کی برکت سے جانے آنے میں مجھے مطلق سردی کا احساس نہیں ہوا۔ بلکہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ میں حمام میں چل رہا ہوں آپ نے یہ تنبیہ فرمائی تھی کہ کسی پر ہاتھ نہ اٹھانا۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابوسفیان کے خیمہ کے پاس جا پہنچا۔خیمہ کے باہر آگ جل رہی تھی۔اور ابوسفیان تنہا آگ تاپ رہا تھا۔میرے جی میں آیا کہ ابوسفیان پر تیر ماروں لیکن رسول اللہ ﷺ کی تنبیہ یاد آ گئی کہ آپ نے کسی پر دست اندازی سے منع فرمایا ہے اس لیے میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ابوسفیان نے اپنے لشکریوں سے کہا کہ اس میدان میں پڑے پڑے ہم اس سردی کی تکلیف سے تنگ آ گئے ہیں۔اور یہ مصیبت ہم پر ہوائے تند نے نازل کی ہے۔اور یہود بنی قریظہ نے بے وفائی بھی کی۔اس لیے اب ٹھہرنا ہرگز مناسب نہیں۔پھر اس نے لشکر میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے واپسی کے بعد رسول کریم ﷺ کو پورا واقعہ سنایا۔اور اسی رات میں لشکر کفار چلا گیا۔ اس غزوہ کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ (پ۲۱۔ع۱۸۔آیت ۱۹ احزاب)

اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو،۔جب تم پر کچھ لشکر آئے۔تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے۔ (کنز الایمان)

صحیح بخاری میں ہے کہ کفار کا لشکر واپس چلا گیا۔تو آپ نے فرمایا کہ اَلآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا اب ہم ان پر چڑھ جائیں گے۔اور وہ ہم پر چڑھ کر نہ آئیں گے۔اور ٹھیک آپ کی پیشین گوئی کے مطابق ہوا کہ غزوۂ خندق کے بعد کفار آپ پر لشکر کشی نہ کر سکے۔اور آپ نے فتح مکہ میں خود ان پر لشکر کشی کی۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:

گیارہویں فصل: غزوۂ بنی قریظہ

غزوۂ احزاب کی فتح کے بعد جب رسول کریم ﷺ دولت خانہ میں تشریف لائے۔آپ غسل فرمارہے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ آپ نے ہتھیار کھول ڈالے ہیں۔اور ہم نے ابھی نہیں کھولے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر چڑھائی کریں۔آپ نے لشکر کو اسی وقت روانگی کا حکم[1] دیدیا: آپ نے فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنوقریظہ کے محلّہ میں۔صحابہ فوراً روانہ ہوگئے۔راستے میں آفتاب غروب ہونے لگا بعض حضرات نے یہ کہہ کر نماز پڑھ لی کہ رسول کریم ﷺ کا مقصد جلد پہنچنا ہے۔نہ کہ نماز قضا کرنا۔اور بعض حضرات نے نہیں پڑھی بلکہ بنوقریظہ میں پہنچ کر قضا پڑھی۔رسول اکرم ﷺ نے صورت حال سن کر کسی پر عتاب نہیں فرمایا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطائے اجتہادی میں مواخذہ نہیں ہوتا۔دونوں میں سے ایک بے شک خطا پر تھے۔لیکن آپ نے کسی پر عتاب نہیں فرمایا۔نماز پڑھنے والے حنفیہ کے مشابہ ہیں اور قضا کرنے والے شافعیہ کے۔یعنی کوئی گنہگار نہ ہوا۔

ابولُبابہ کی توبہ: آنحضور ﷺ نے اسلامی لشکر کے ساتھ بنوقریظہ کا محاصرہ کرلیا۔اور ان کا قافیہ تنگ کردیا۔یہاں تک کہ انہوں نے قلعہ سے اترنا چاہا۔اس سے پہلے ابولبابہ انصاری سے انہوں نے مشورہ کیا۔حضرت ابولبابہ انصاری صحابی قبیلۂ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔اور بنوقریظہ کے حلیف تھے انھوں نے کہا اے ابولبابہ کیا یہ مناسب ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ جو ہمارے لیے حکم جاری کریں ہم اسے تسلیم کرلیں۔ابولبابہ نے کہا بہتر ہے۔مگر اس وقت اپنے گلے پر ہاتھ رکھ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ رسول کریم ﷺ تمہارے لیے قتل کا حکم فرمائیں گے۔مگر فوراً انہیں احساس ہوا کہ یہ میرا قصور ہے اور اللہ ورسول کے ساتھ خیانت ہے۔وہاں سے روانہ ہوئے اور سیدھے مسجد نبوی میں آئے اور خود کو مسجد کے ستون میں باندھ دیا۔اور کہا کہ جب خدائے تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے گا، تب ہی میں کھلوں گا۔پندرہ دن تک بندھے رہے ان کی ایک لڑکی انہیں کھلاتی اور حاجات ضروری کے لیے کھول دیتی جب رسول کریم ﷺ کو ابولبابہ کے حالات کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ اگر وہ ویسے میرے پاس چلے آتے تو میں ان کے لیے استغفار کرتا۔لیکن جب وہ ستون سے جابندھے ہیں۔تو جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں آئے گا، میں نہیں کھولوں گا۔

پندرہویں دن اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کا حکم فرمایا۔اس وقت ہمارے آقا ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے۔صبح کا وقت تھا حکم نازل ہوا۔حضرت ام سلمہ نے ابولبابہ کو پکار کر کہا کہ معافی کا پروانہ

(۱): یہ قصہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔منہ

Scanned with CamScanner

آچکا ہے۔ لوگ دوڑے کہ انہیں کھول دیں۔ ابولبابہ نے کہا کہ مجھے کوئی نہ کھولے میں حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک سے کھلوں گا۔ جب حضور صبح کو نکلے تو ابولبابہ کو اپنے مبارک ہاتھوں سے کھولا۔

ایک یہودیہ کا قتل: ایک یہودی کی بیوی جو اپنے شوہر سے بے پناہ محبت رکھتی تھی۔ اس نے محاصرہ کے دنوں میں اپنے شوہر سے کہا کہ افسوس اب تیری جان بچتی نظر نہیں آتی۔ مجھے تیری جدائی کا بہت قلق ہے۔ یہودی نے کہا کہ تجھے کیا پریشانی ہے محمد (ﷺ) عورتوں کو نہیں مارتے ہیں، لونڈی بنالیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ تیرے بغیر مجھے جینا پسند نہیں۔ یہودی نے کہا کہ اگر تو سچی ہے تو فلاں برج کے نیچے کچھ مسلمان سو رہے ہیں۔ تو ادھر پتھر لڑھکا کر کسی ایک مسلمان کو مار ڈال۔ اس کے قصاص میں البتہ محمد (ﷺ) تجھے قتل کریں گے۔ میرے ساتھ تمہاری جان جانے کی یہ ایک صورت ہے۔ اس کافرہ نے ایسا ہی کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بنی قریظہ قتل ہوئے۔ ایک یہودیہ میرے حجرے میں بیٹھی تھی۔ ایک شخص نے اسے باہر بلایا۔ وہ ہنستی ہوئی اٹھی اور کہا کہ مجھے قتل کے لیے بلایا جارہا ہے۔ میں نے کہا کہ ہماری شریعت میں عورت کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اس پر اس نے اپنا پورا قصہ بیان کیا۔ مجھے اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ قتل کے لیے ہنستی ہوئی اٹھی۔

بنوقریظہ کا قتل: محاصرہ سے گھبرا کر بنوقریظہ نے یہ درخواست کی کہ سعد بن معاذ جو ہمیں حکم دیں ہم اس پر عمل کریں گے۔ سعد ایک انصاری صحابی تھے جو قبیلۂ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ اور بنوقریظہ کے حلیف تھے۔ وہ غزوۂ بنی قریظہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے کہ غزوہ خندق میں ایک تیر ان کے ہاتھ کی رگ میں پیوست ہوگیا تھا جس کی وجہ سے خون بند ہی نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی مولا! اگر قریش سے رسول انور ﷺ کی لڑائی باقی ہے تو مجھے مہلت دے کہ میں میدان جنگ میں خوب خوب ان سے لڑوں۔ اور نہیں تو اس تیر سے میری شہادت ہوجائے۔ لیکن اتنی مہلت ضرور دیدے کہ بنوقریظہ کی بدعہدی کی سزا دیکھ لوں۔ آپ کی اس دعا سے خون فوراً بند ہوگیا۔

جب بنوقریظہ ان کے حکم پر راضی ہوئے تو انہیں یہ خیال تھا کہ جیسے عبداللہ بن ابی نے اپنے حلیف بنوقینقاع کی رعایت کرکے جان بچائی تھی۔ یہ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اس سلسلے میں اور لوگوں نے بھی حضرت سعد سے رعایت کی بات کی۔ لیکن انہوں نے ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی۔ اور یہ حکم دیا کہ ان کے مرد قتل کردیئے جائیں۔ عورتیں اور لڑکے لونڈی اور غلام بنالئے جائیں۔ اور مال و جائداد ضبط کرلیے جائیں۔

یہ فیصلہ سن کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا سعد! تم نے فرشتے کے حکم کے مطابق حکم دیا۔ اس کے بعد آپ نے بنی قریظہ کے چارسو مردوں کو قتل کردیا۔ لڑکوں اور عورتوں کو غلام اور باندی بنالیا۔ اور منقولہ وغیر منقولہ مال بحکم الٰہی مسلمانوں میں تقسیم کردیئے گئے۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:

بارہویں فصل:

کعب بن اشرف کا قتل

کعب[1] بن اشرف یہ ایک بڑا مالدار یہودی تھا۔ رسول کریم ﷺ سے بے حد دشمنی رکھتا تھا۔ اس کے قتل کے لیے محمد بن مَسْلَمہ[2] صحابی انصاری رضی اللہ عنہ کو مامور کیا گیا۔ انہوں نے آپ سے اس بات کی اجازت لی کہ اس سلسلے میں جو چاہوں گا کہوں گا۔ آپ نے اجازت دیدی، اس کے بعد وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے۔ ان دونوں کے درمیان ایک پرانا تعلق تھا۔ اس نے پوچھا ابن مسلمہ! کیسے آنا ہوا انہوں نے کہا کہ کچھ لینے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ اس لیے حاضر آیا۔ اور رسول کریم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جب سے یہ شخص آیا اس وقت سے ہم لوگوں کو بڑی زیر باری ہے۔ ہمیشہ نئے نئے خرچ ہمارے ذمہ پڑتے رہتے ہیں۔ کعب نے کہا کہ مزید اسے اپنے یہاں رکھوگے تو آئندہ اور پشیمانی حاصل کروگے۔ اس کے کہنے کا یہ مطلب تھا کہ انہیں شہر بدر کیوں نہیں کر دیتے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ اپنے عہد اور بات کا خیال ہے اس لیے ابھی ان کا چھوڑ دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ابھی چند روز دیکھتے ہیں۔ چونکہ رسول کائنات ﷺ کی محمد بن مسلمہ نے شکایت کی اس لیے وہ قرض دینے پر راضی ہوگیا۔ اور کہا کہ کچھ رہن کے طور پر لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ شام کو کچھ ہتھیار لاؤں گا۔ شام کو محمد بن مسلمہ کعب کے رضاعی بھائی ابو نائلہ کو ساتھ لے کر کعب کے گھر گئے۔ وہ اس وقت مکان کے اندر زنان خانے میں تھا۔ انہوں نے اسکو بلایا۔ اس نے باہر آنے کا ارادہ کیا۔ اس کی بیوی نے کہا مت جاؤ۔ اس آواز سے خون ٹپکتا ہے۔ (صحیح بخاری)

اور بعض روایت میں ہے کہ وہ بہت منع کرتی رہی۔ یہاں تک کہ اس کا پیر چھان لیا۔ مگر کعب نہ مانا۔ اس نے کہا کہ کوئی خوف نہیں۔ ان میں میرا ایک دوست محمد بن مسلمہ ہے اور دوسرا میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ ہے۔ یہ اپنے کام کے لیے آئے ہیں۔ لکھا ہے کہ وہ عورت کاہنہ تھی آواز سنتے ہی اسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ قتل کے ارادے سے آئے ہیں۔ القصہ کعب باہر آیا۔

محمد بن مسلمہ اور ابو نائلہ کے علاوہ تین آدمی اور تھے صحیح بخاری کی تصریح کے مطابق ان تینوں کے نام یہ ہیں۔ ابو عبس بن جبر۔ حارث بن اوس اور عبّاد بن بشر رضی اللہ عنہم۔

اس کے آنے سے پہلے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے یہ صلاح کر رکھی تھی کہ میں بالوں میں ہاتھ لگانے کے بہانے کعب کے بال پکڑوں گا۔ اور تم اس کا سر کاٹ لینا۔ کعب آ کر بیٹھا وہ اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور خوشبو لگائے ہوئے تھا۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ تم اس وقت بڑے صاف ستھرے معلوم ہوتے ہو۔

---

[1]: یہ قصہ اگرچہ ۳ھ میں واقع ہوا مگر یہاں قصہ ابو رافع کی مناسبت سے لکھا گیا ہے غزوۂ احد سے غزوۂ بنی قریظہ تک سب فصلوں میں ایک دوسرے سے تعلق ہے۔ لہذا وہ سب متصل لکھے گئے۔ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔ [2]: بفتح میم ولام ۱۲ منہ۔

Scanned with CamScanner

تمہارے بدن سے خوب خوشبو پھوٹ رہی ہے۔اس نے کہا کہ میرے پاس خوب پاکیزہ اور نفیس عورتیں ہیں اس لیے اچھی اچھی خوشبو استعمال ہوتی ہے۔انہوں نے کہا کہ تمہارے سر کے بالوں سے بڑی عمدہ خوشبو آ رہی ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں ہاتھ میں لے کر سونگھوں۔اس نے کہا اجازت ہے۔محمد بن مسلمہ نے اس کے بال ہاتھ میں لیے اور سونگھنے لگے۔اور ساتھیوں کو بھی سونگھایا۔پھر دوسری بار سونگھنے کی اجازت لی۔اور اس مرتبہ خوب مضبوطی سے اس کے بالوں کو پکڑ لیا اور ہمراہیوں سے کہا لو۔انہوں نے کعب کا سر کاٹ لیا۔اور حضور ﷺ کی خدمت میں لا کر آپ کے قدموں کے پاس خاک مذلت پر ڈال دیا۔آپ بہت خوش ہوئے۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ پہلا سر جو زمانۂ اسلام میں کٹ کر خدمت رسول میں آیا وہ کعب بن اشرف کا سر تھا۔مدارج النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ کعب کا سر کاٹتے وقت حارث بن اوس کو اپنے ساتھیوں ہی کی تلوار سے زخم آیا تھا۔اور خون جاری ہوا تھا۔رسول کریم ﷺ نے اس زخم کو ہاتھ سے مل دیا زخم فوراً اچھا ہو گیا۔

باب دوم:

تیرہویں فصل:

ابو رافع یہودی کا قتل

ابو رافع ایک یہودی سوداگر تھا اور بڑا مالدار شخص تھا۔خیبر کے قریب ایک قلعہ میں رہتا تھا۔رسول کریم ﷺ سے سخت عداوت رکھتا تھا۔لوگوں کو آپ سے لڑنے کی ترغیب دیتا اور اس سلسلے میں مدد بھی کرتا۔رسول کریم ﷺ نے انصار کے چند آدمیوں کو اس کے قتل کے لیے بھیجا،اور ان کا سردار عبداللہ بن عَتِیک[1] صحابی انصاری کو بنایا۔

شام کے قریب عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس کے قلعہ کے قریب پہنچے۔اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ٹھہرو میں اکیلا جاتا ہوں۔اگر موقع ملا تو چپکے سے قلعہ کے اندر گھس کر ابو رافع کا کام تمام کر دوں گا۔وہ جب دروازے کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کا کوئی گدھا گم ہو گیا ہے۔اس کی تلاش میں کچھ لوگ روشنی لیکر نکلے ہیں۔یہ ان لوگوں میں مل گئے۔جب وہ لوگ دروازے میں داخل ہونے لگے تو یہ باہر دروازے کے سامنے اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی پیشاب کرنے بیٹھا ہے۔دربان نے سمجھا کہ کوئی قلعہ کا آدمی ہے اس نے کہا اے بندۂ خدا جلدی آ۔میں دروازہ بند کر رہا ہوں۔عبداللہ بن عتیک دروازے میں داخل ہو گئے۔کہتے ہیں کہ میں ایک گدھے کے تھان میں چھپ گیا،اور دربان نے جہاں کنجیاں رکھیں اسے میں نے دھیان میں رکھا۔جب وہ سو گیا تو میں نے وہ کنجیاں اٹھا لیں۔ابو رافع بالا خانے میں تھا ایک قصہ گو دیر تک اس کے پاس قصہ کہتا رہا۔جب وہ خاموش ہوا تو میں بالا خانے پر گیا۔اور جس دروازے کو کھولتا اندر سے بند کرتا جاتا کہ کوئی باہر سے نہ آ سکے۔ابو رافع اپنے اہل و عیال میں سو رہا تھا۔مجھے معلوم نہ ہوا کہ کہاں ہے۔میں نے کہا اے ابو رافع! وہ بولا اس کی آواز پر میں نے تلوار چلائی وار نے کام تمام نہ کیا۔ابو رافع نے ایک چیخ ماری اور میں اس مکان سے باہر ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد میں پھر مکان کے اندر گیا۔اور آواز بدل کر کہا کہ کیا ہے ابو رافع، کیوں آواز دے رہے ہو۔اس نے کہا خرابی ہو تمہیں ابھی کسی نے مجھ پر وار کیا ہے۔اس کے بعد

(۱) : عَتِیک: بعین مہملہ و مثناۃ فوقانیہ بروزن فعیل۔منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

میں نے بڑھ کر اس کے پیٹ پر تلوار رکھی اور اس زور سے دبایا کہ پیٹھ کی ہڈیوں تک پہنچ گئی۔ اب میں وہاں سے دروازے کھولتا ہوا چلا۔ چاندنی رات تھی زینے سے اترتے ہوئے میں نے سمجھا کہ زمین آ گئی۔ دھوکے سے پاؤں بڑھا کر رکھا اور گر پڑا اور میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں نے پگڑی پھاڑ کر چوٹ پر پٹی باندھی۔ اور دروازے سے نکل کر اس مقصد سے قلعے کے قریب رکا رہا تا کہ اس بات کی خوب تحقیق ہو جائے کہ ابورافع مر گیا۔ تب یہاں سے چلوں۔ جب صبح صادق ہوئی تو میں نے سنا کہ قلع کی برج پر نوحہ کرنے والی عورت نے پکارا اَنعیٰ اَبا رَافِع تَاجِرَ اَهل الحجاز۔ یعنی میں اہل حجاز کے سوداگر ابورافع کی موت کی خبر سناتی ہوں۔ اتنا سننے کے بعد میں وہاں سے اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔ اور انہیں ابورافع کے قتل کی خبر دی۔ اور ان سے کہا کہ تم لوگ جا کر رسول کریم ﷺ کو اس کی خبر دیدو میں ابھی آتا ہوں۔ اور لنگڑاتا ہوا چلا اور اپنے رفیقوں سے پہلے پہنچا اور پورا ماجرا رسول ﷺ سے عرض کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ آپ نے چوٹ کی جگہ دست مبارک پھیر دیا فوراً پنڈلی کی ہڈی جڑ گئی۔ پاؤں بالکل اچھا ہو گیا۔ اور ایسا درست ہو گیا کہ گویا کبھی چوٹ ہی نہیں لگی تھی۔

باب دوم:

چودھویں فصل: قِصّہٗ اِفک

بعد ہجرت کے واقعات میں واقعہٗ افک بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ افک کا معنی جھوٹ اور تہمت لگانا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو منافقین نے تہمت لگائی تھی اور بعض مخلصین بھی نادانی سے ان کے ساتھ ہو گئے تھے۔

اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ رسول کریم ﷺ غزوۂ مُریسیع بنام دیگر غزوۂ بنی المُصطَلِق میں تشریف لے گئے تھے اور آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں۔ وہ ایک محمل میں سوار ہو کر سفر کرتیں۔ اس غزوہ سے واپسی پر ایک جگہ پڑاؤ ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کو رفع حاجت کے لیے قافلہ سے باہر گئیں۔ ان کا ہار گلے سے ٹوٹ کر کہیں گر پڑا۔ وہ دوبارہ اس کی تلاش میں گئیں۔ اس مرتبہ انہیں واپس ہونے میں دیر لگ گئی۔ لشکر کوچ کر گیا۔ جو آدمی محمل کو اٹھانے اور اونٹ پر رکھنے کے لیے مقرر تھے۔ انہوں نے خالی محمل کو اونٹ پر رکھ دیا۔

حضرت عائشہ ان دنوں کم عمر، بہت ہلکی اور دبلی پتلی تھیں۔ اس لیے محمل اٹھانے والے کو خالی اور بھرے ہوئے کی تمیز نہ ہوئی۔ حضرت عائشہ ہار لے کر جب واپس آئیں تو دیکھا کہ لشکر اس جگہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ بدن پر کپڑا لپیٹ کر وہیں لیٹ گئیں اور آپ کو نیند آ گئی۔

صفوان بن معطل صحابی کو یہ حکم تھا کہ جب لشکر روانہ ہو لے تب چلیں تا کہ جو چیز چھوٹ جائے اسے لیتے آئیں۔ اسی غرض سے ان کا خیمہ لشکر کے آخر میں ہوا کرتا تھا۔ جب وہ وہاں پہنچے تو حضرت عائشہ کو دیکھ کر زور سے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۔ آواز سن کر حضرت عائشہ بیدار ہو گئیں اور چہرہ چھپا لیا۔ حضرت صفوان نے اپنی اونٹنی بیٹھائی حضرت عائشہ اس پر سوار ہو گئیں حضرت صفوان نے اونٹ کی مہار پکڑی اور انہیں لشکر میں پہنچا دیا۔

منافقین نے حضرت صفوان کے تعلق سے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی۔ عبداللہ بن ابی بن سلول جو منافقوں کا

سردار تھا اس نے اسے شہرت دی اور اس کا خوب چرچا کیا۔ حضرت حسان بن ثابت انصاری، مسطح[1] بن اُثاثہ اور حَمنہ[2] بنت جحش وغیرہ مخلصین بھی اس بلا میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عائشہ کو اس کی خبر نہ تھی، مدینہ میں پہنچ کر انہیں بخار آ گیا۔ کچھ افاقہ ہوا تھا کہ ایک بار وہ مسطح کی ماں کے ساتھ رات میں رفع حاجت کے لیے باہر گئیں۔ اس وقت تک مکانوں میں پائے خانے نہیں بنے تھے۔ راستہ میں مسطح کی ماں کو ٹھوکر لگی، انہوں نے کہا تَعِسَ مِسطح - مسطح ہلاک ہو۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ مسطح کو کیوں کوستی ہو وہ صحابی ہے بدر میں حاضر ہوا تھا۔ مسطح کی ماں نے کہا کہ تمہیں خبر نہیں جس طوفان میں وہ شریک ہے۔ اور اِفک والوں کی پوری داستان سنائی۔ سنتے ہی حضرت عائشہ کے ہوش جاتے رہے۔ بخار میں اضافہ ہو گیا۔ اور صبح کو رسول کریم ﷺ سے اجازت لے کر میکے چلی آئیں۔ ماں سے پورا واقعہ بیان کیا اور رونے لگیں۔ ایک دن اور دو رات برابر روتی رہیں آنسو ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا۔ صبح کو انصار کی ایک عورت آئی اور ان کے ساتھ رونے میں شریک ہو گئی۔ رسول کریم ﷺ کو اس واقعے سے بڑا رنج ہوا۔ آپ نے بریرہ نامی ایک خادمہ سے حال پوچھا تو اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف بیان کی اور کہا کہ لڑکی ہے آٹا گوندھ کر بے خبر رکھ دیتی ہے، بکری کا بچہ آ کر کھا جاتا ہے۔ یعنی دنیا کی کچھ چھل بل نہیں جانتی۔ اور اکثر صحابہ نے ان کے حق میں الفاظ خیر کہے۔ ایک دن آپ نے اس سلسلے میں خطبہ فرمایا اور کہا کہ میں اپنے اہل کے بارے میں نیکی کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا۔ اور جس شخص کا نام لیا جا رہا ہے۔ اس کی آمد و رفت میرے یہاں جب بھی ہوئی میرے ہی پاس میرے سامنے ہوئی۔ چونکہ انبیائے کرام میں شائبۂ بشریت ہوتا ہے اس لیے اس وقت تک آپ پریشان رہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عائشہ کی براءت نازل نہ ہو گئی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ان دنوں میں رسول کریم ﷺ کی توجہات اور مہربانیاں اپنے اوپر کم پاتی تھی۔

جب میں ماں کے گھر آئی تو ایک دن حضور تشریف لے آئے اور مجھے روتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اے عائشہ تجھ سے اگر کوئی گناہ ہوا ہے تو توبہ کر اللہ غفور رحیم ہے۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ کی بات کا جواب دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ تم اس کا جواب دو۔ انہوں نے بھی کچھ جواب نہیں دیا۔ میرے آنسو تھم گئے میں نے کہا کہ میں نہیں جانتی ہوں کہ تم لوگوں نے جو بات سنی اس کا یقین تمہیں ہو گیا ہے۔ اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگوں کو یقین نہیں ہوگا۔ اور اگر میں اقرار کروں حالانکہ میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ یقین کر لیں گے۔ اس وقت میرا حال حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کے مثل ہے۔ لہذا میں بھی وہی کہتی ہوں جو انہوں نے کہا فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَ ۔ (پ۱۲۔ ع۱۲۔ آیت ۱۸ یوسف) تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔ (کنز الایمان)

۱: مِسْطَح : بکسر میم وسین مہملہ ساکنہ وطائے مہملہ مفتوحہ وحائے مہملہ۔ بن اثاثہ۔ بضم ہمزہ وثائے مثلثہ والف وثائے مثلثہ دیگر وہا۔ ایک صحابی کا نام جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ۲: حَمْنَہ : بفتح حائے مہملہ ومیم ساکنہ ونون وہا ۔ بنت جحش بفتح جیم وسکون حائے مہملہ وشین معجمہ ایک صحابیہ کا نام جو زوجۂ رسول حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں۔

اس وقت فکر وغم کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ان کی زبان پر نہیں آیا اس لیے انہیں یوسف کا باپ کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنی ایسی حقیقت نہیں سمجھتی تھی کہ میرے لیے قرآن میں وحی نازل ہوگی۔ بلکہ مجھے یہ گمان تھا کہ میرے معاملے میں خواب کے ذریعہ میری براءت کی اطلاع حضور کو دی جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی کریمی کہ ابھی آپ وہیں تشریف فرماتھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ نزول وحی کے وقت آپ پر ایک طرح کی حالت طاری ہوتی تھی جس سے لوگ پہچان جاتے تھے۔ جاڑے کے دنوں میں آمد وحی کے وقت آپ کو پسینہ آجاتا۔ جب وحی کی حالت آپ سے ختم ہوئی تو آپ نے ہنس کر فرمایا کہ اے عائشہ خدائے تعالیٰ نے تمہاری پاکی اور صفائی نازل فرمائی اور آپ نے سورہ نور کی آیتیں[1] اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (پ ۱۸ ع ۱۱) آخر رکوع تک پڑھ کر سنائیں۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں شکر الٰہی بجالائی۔ میری ماں نے کہا کہ حضور کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا کہ اس وقت تو میں اللہ کا ہی شکر ادا کرتی ہوں۔ آیات براءت نازل ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ نے طوفان بدتمیزی برپا کرنے والوں کو اور ان کے ساتھ شریک ہونے والوں کو طلب کر کے اَسّی اَسّی درے حَدِّ قَذْف کے طور پر لگوائے۔

فائدہ: انبیاء اور اہل بیت کرام کے تعلق سے اس طرح کے معاملات رونما ہونے میں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔ صحیح بخاری کی بعض شرحوں میں قصۂ افک کی بہت سی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) اس واقعہ کے پیش آنے سے قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف وتوصیف نازل ہوئی۔

(۲) مسلمانوں پر جو مصیبت آتی ہے تو یہ ثواب اور ترقی درجات کا سبب ہوتی ہے۔ اور اس طرح کی غلط تہمت کا شکار ہونا بہت بڑی مصیبت ہے۔

(۳) یہ مصلحت کہ ایسے معاملات میں مسلمانوں کی حالت کھل کر سامنے آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بیان سے یہ بات واضح ہو جائے کہ مسلمانوں کی شان ایسے معاملات میں اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ کہیں۔ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ (النور ۱۸-۱۶) الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔ (کنز الایمان)

اس سلسلے میں اچھا گمان رکھیں اور کہیں کہ یہ بات ہماری زبان پر لانے کے قابل نہیں۔ اور یہ کھلا جھوٹ ہے۔

(۴) یہ کہ جب کسی بے گناہ مسلمان پر کوئی تہمت لگے تو یہ واقعہ تسلی کا ذریعہ ہو۔ وہ اپنے دل کو سمجھالے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ جیسی طاہرہ مقدسہ پر تہمت لگائی جاسکتی ہے تو ہماری کیا حقیقت ہے۔

(۵) یہ کہ ایسا مصیبت زدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیروی کرتے ہوئے صبر جمیل کا دامن نہ چھوڑے کہ ان ایام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روزے رکھنے، عجز و نیاز اور بارگاہ خداوندی میں طلب مدد کے علاوہ اور کوئی چیز ظہور میں نہیں آئی۔

---

[1] بے شک وہ کہ یہ بڑا بہتان لائے ہیں تمہیں میں کی ایک جماعت ہے۔ (کنز الایمان)

Scanned with CamScanner

مِسطح کا خرچ: مسطح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ اور مفلس تھے۔ ان کا خرچ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمہ کر رکھا تھا۔ جب افک میں وہ شریک ہوئے تو حضرت صدیق نے انہیں خرچ دینا ترک کر دیا۔ اور قسم کھائی کہ اب خرچ نہیں دوں گا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَا یَاْتَلِ اُولُو الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَالْمُهَاجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لْیَعْفُوا وَ لْیَصْفَحُوا۔ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۸۔ ۲۲۔ ۹۔ النور)

اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں۔ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی۔ اور چاہئے کہ معاف کریں اور در گزریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کنز الایمان)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سن کر کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی ہمیں تمنا ہے۔ اور وہ خرچ جو حضرت مسطح کو دیا کرتے تھے پھر جاری کر دیا۔

باب دوم:

پندرہویں فصل:

آیتِ تیمّم

ایک جہاد میں رسول کریم ﷺ تشریف لے گئے۔ رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا۔ جس کی تلاش میں آپ کو وہاں ٹھہرنا پڑا۔ وہاں پانی بھی دستیاب نہ تھا۔ نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر خفا ہو گئے کہ تم نے حضور ﷺ کو ایسی جگہ ٹھہرا لیا ہے جہاں پانی میسر نہیں۔ مسلمانوں کو نماز کے لیے حیرانی ہے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیمّم نازل فرمائی۔ اس پر حضرت اُسید[۲] بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ نے جو اجلہ صحابہ میں سے تھے۔ کہا کہ اے آل ابی بکر یہ بھی تمہاری ایک برکت ہے۔ کہ تمہارے سبب سے ہمیشہ کے لیے ایک آسانی کا حکم نازل ہوا۔ اس کے بعد جب محمل کو اٹھایا گیا تو ہار اس کے نیچے پڑا ہوا ملا۔ خدا کی قدرت اس ہار کو تھوڑی دیر نہ ملنے کی یہی حکمت تھی کہ تیمّم کا حکم نازل ہوا۔

۱: بعض حضرات کا خیال ہے کہ آیت تیمم کے نزول کا واقعہ غزوۂ بنی مصطلق میں پیش آیا۔ اور اس سفر میں حضرت عائشہ کا ہار۔ دوبارہ گم ہوا تھا۔ ایک بار آیت تیمم کا نزول ہوا۔ اور دوسری بار قصہ افک پیش آیا۔ اور بعض کا خیال ہے آیت تیمم غزوۂ ذات الرقاع میں نازل ہوئی جو ۶ھ میں پیش آیا۔ منہ

۲: اُسید بضم ہمزہ وسین مہملہ مفتوح ویا ودال مہملہ۔ بن حضیر بحائے مہملہ وضاد معجمہ ویا و رائے مہملہ بصیغۂ تصغیر ایک جلیل القدر انصاری صحابی کا نام۔ منہ

باب دوم:

سولہویں فصل:

صُلحِ حُدَیْبِیَہ[1]

بعد ہجرت کے واقعات میں سے ایک اہم واقعہ حدیبیہ کا بھی ہے۔ اس کی قدرے تفصیل یوں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا فرمایا۔ آپ نے یہ خواب اپنے صحابہ سے بیان کیا۔ صحابۂ کرام تو شوق مکہ اور خانۂ کعبہ کی زیارت کے لیے بے قرار تھے ہی۔ خواب سن کر سارے لوگوں نے مکہ کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ اور مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ کے قریب پہنچ گئے۔ قریش نے جب مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی تو کہا کہ ہم ہرگز مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

ہمارے آقا ﷺ ''قصواء[2]'' نامی اونٹنی پر سوار تھے۔ وہ مکہ کے سامنے بیٹھ گئی۔ صحابہ نے اسے اٹھانے کی کوشش کی اور کہنے لگے کہ قصواء کی عادت بیٹھنے کی تو نہ تھی آخر ایسا کیوں ہوا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اونٹنی خدا کے حکم سے بیٹھی ہے۔ جیسے اصحاب فیل کا ہاتھی بیٹھا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا الٰہی! قریش خانۂ کعبہ کی تعظیم میں جو کچھ مجھ سے چاہیں گے میں اس کی انجام دہی میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر اونٹنی کو اٹھایا وہ کھڑی ہوگئی۔ پھر وہاں سے واپس ہو کر آپ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا۔ حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے اس کے پاس ایک میدان ہے۔ آپ اسی میدان میں فروکش ہوئے۔

پانی اُبل پڑا: حدیبیہ میں پہنچنے کے بعد پانی کی بہت قلت ہوگئی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جو پانی آپ کے سامنے برتن میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ لشکر میں مطلق پانی نہیں ہے۔ آپ نے اس برتن میں اپنا دست مبارک ڈال دیا انگلیوں کے درمیان سے پانی چشموں کے مانند جوش مارنے لگا۔ سارے لوگ سیراب ہوئے اور وضو کیا۔ حضرت جابر جو اس حدیث کے راوی ہیں ان سے لوگوں نے پوچھا کہ اس وقت کتنے آدمی تھے۔ حضرت جابر نے کہا کہ اگر لاکھ آدمی بھی ہوتے تو پانی کفایت کر جاتا۔ ہم اس وقت پندرہ سو آدمی تھے۔[3]

اسی مقام حدیبیہ میں ایک یہ بھی معجزہ رونما ہوا کہ چاہ حدیبیہ کا پانی سوکھ گیا تھا۔ آپ نے کنویں کے کنارے بیٹھ کر پانی منگوایا اور وضو فرمایا۔ اس پانی میں کلی کر کے دعا فرمائی اور وہ پانی کنویں میں ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔ اس کے بعد اس کنویں میں اتنا پانی ہوگیا کہ سارے آدمی اور جانور سیراب ہوگئے۔ اور جب تک وہاں لشکر کا قیام رہا لوگ اسی سے پانی پیتے رہے۔ اور پانی بالکل کم نہ ہوا۔

1: حُدَیْبِیَہ: بضم حائے مہملہ وفتح دال مہملہ وسکون یاو کسر بائے موحدہ ویائے مفتوحہ وہا۔ منہ

2: قصواء: بفتح قاف وسکون صاد مہملہ وواو والف ممدوہ۔ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

3: اس واقعہ کی ترجمانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ یوں کرتے ہیں۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

صلح کی پیش رفت: مقام حدیبیہ میں آپ کے اقامت پذیر ہونے کے بعد کفار کو اس بات پر شدت سے اصرار رہا کہ آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اور عمرہ نہ کرنے دیں گے۔ بُدَیل[1] بن وَرْقاءٗ خُزاعی آپ کے لشکر میں آیا اور اس نے کہا کہ قریش آپ سے جنگ کے لیے آمادہ ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے ہیں۔ ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ قریش کے لیے بہتر تو یہ ہوتا کہ وہ ہم سے ایک معینہ مدت کے لیے صلح اور معاہدہ کر لیں کہ اس مدت میں ہم دوسرے کافروں سے لڑیں۔ اگر ہم غالب آگئے تو وہ بھی اور کافروں کی طرح ہماری اطاعت کر لیں۔ اور اگر ہم مغلوب ہو جائیں تو ان کا مطلب حاصل ہے۔ بدیل نے جا کر قریش سے کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ وہ عمرہ کے لیے آئے ہیں ان کا روکنا ہرگز مناسب نہیں۔ اور ساتھ ساتھ مصالحت کا پیغام بھی پہنچایا مگر قریش کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ پھر عروہ بن مسعود ثقفی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے اسی سلسلے میں گفتگو کرنے لگا۔ دوران گفتگو اس نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) یہ لوگ جو تمہارے پاس جمع ہیں ان کا بھروسہ مت کرنا۔ تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ بات بہت ناگوار گزری، انہوں نے کہا اُمْصُصْ بَظَرَ اللّاتِ اَنَفِرُّ عَنۡهُ یعنی اے عروہ اپنی معبودہ لات کی شرمگاہ چوس، کیا ہم نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

عروہ کی اس نازیبا گفتگو سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غصے سے بے تاب ہو گئے تھے اس لیے آپ نے اسے یہ گالی دی بَظَر اس پارۂ گوشت کو کہتے ہیں جو عورت کی فرج کے اوپر ہوتا ہے۔ ہندوستانی زبان میں اس کا نام مشہور ہے۔

عروہ نے کہا کہ یہ کس نے کہا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق نے کہا ہے۔ تب اس نے کہا کہ اگر تمہارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جسکا میں نے ابھی بدلہ ادا نہیں کیا ہے۔ تو میں تمہیں جواب دیتا۔

دوران گفتگو عروہ بار بار رسول کریم ﷺ کی داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیرتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس کے ہاتھ پر تلوار کا قبضہ مارتے اور کہتے کہ اپنا ہاتھ دور رکھ۔ عروہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے کہا کہ ابھی تک میں تیری عہد شکنی کو سنبھالنے کی کوشش میں ہوں اور تو مجھے ایذا دیتا ہے۔ ایام جاہلیت میں مغیرہ بن شعبہ نے ایک قوم کے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جس کا خوں بہا عروہ بن مسعود نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا۔ یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

عروہ نے اصحاب رسول کے حالات کو بغور دیکھا اور قریش سے جا کر کہا کہ میں نے بادشاہوں کے دربار اور ان کے درباریوں کو دیکھا ہے محمد ﷺ کے اصحاب کو جتنا جاں نثار اور فرمانبردار پایا۔ کسی بادشاہ کے درباریوں کو

---

[1] بدیل: بضم بائے موحدہ و دال مہملہ مفتوحہ و یائے ساکنہ و لام۔ بن ورقاء۔ بفتح واؤ و سکون رائے مہملہ و قاف بروزن ''حمراء'' خزاعی۔ بضم خائے معجمہ و زائے معجمہ مفتوحہ و عین مہملہ۔ خزاعہ کی طرف منسوب ایک قبیلہ کا نام۔ ۱۲ منہ

Scanned with CamScanner

نہیں دیکھا۔ اگر محمد (ﷺ) کا لعاب دہن یا آب بینی کسی پر پڑ جاتا ہے تو وہ اسے اپنے بدن پر مل لیتا ہے۔ اور آب وضو کو اس طرح تبرکاً لیتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے لیے آپس میں کٹ مریں گے اور آپ جس کام کا حکم دیتے ہیں تو ہر شخص تیزی سے اٹھتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسے میں ہی انجام دوں۔ وہ آپ کی طرف تیز نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ آپ کے سامنے پست آواز میں باتیں کرتے ہیں۔

اس طرح سے جائزہ لینے کے بعد عروہ نے قریش سے کہا کہ محمد (ﷺ) سے صلح کر لینا ہی مناسب ہے۔

حضرت عثمان کی بیعت:

رسول کریم ﷺ نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ اپنی طرف سے قریش کے پاس کوئی سفیر (ایلچی) بھیجا جائے اس کے لیے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ قریش کی عداوت مجھے معلوم ہے، مجھ سے ان کا معاملہ نہ بنے گا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا۔ اس لیے کہ قریش میں ان کے قرابت دار اور حمایتی بہت تھے۔ حضرت عثمان مکہ پہنچے اور قریش کو رسول کریم ﷺ کا پیغام سنایا۔ قریش ان سے بڑی محبت سے پیش آئے۔ لیکن وہ اس بات پر ہرگز راضی نہ ہوئے کہ آقائے کائنات مکہ آکر عمرہ ادا کریں۔ اور حضرت عثمان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو طواف کر لو تمہیں ہم منع نہ کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ رسول کریم ﷺ کے بغیر عمرہ کر لوں۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ عثمان کو تو خوب موقع ملا وہ بڑی ہی خوش دلی کے ساتھ عمرہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ عثمان ہمارے بغیر ہرگز عمرہ نہیں کریں گے۔ اس کے بعد لشکر میں یہ خبر گشت کرنے لگی کہ حضرت عثمان کو کفار نے مار ڈالا۔ شیطان نے لشکر میں یہ خبر چلا کر کہہ دی۔ آپ یہ خبر سن کر جلال اور غضب میں آگئے اور ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور تمام صحابہ سے اس بات پر بیعت لی کہ جب تک دم میں دم ہے کفار سے لڑتے رہیں گے۔ اور منہ نہ موڑیں گے۔ تمام صحابہ نے مسرت کا اظہار کیا اور بہ نیت جاں نثاری بیعت کی۔ چونکہ یہ بیعت بارگاہ خداوندی میں مقبول ہونے والی تھی اور اہل بیعت کو بلند درجات ملنے والے تھے اس لیے آپ نے حضرت عثمان غنی کو بھی اس بیعت میں شریک کر لیا۔ اور فرمایا کہ عثمان خدا اور رسول کے کام میں گئے ہیں۔ آپ نے اپنا بایاں ہاتھ سیدھے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ میرا یہ ہاتھ عثمان کے لیے ہے اور حضرت عثمان کی جانب سے بیعت کر لی۔ پروردگار عالم اس بیعت سے بہت راضی ہوا۔ اور اس سلسلے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحاً قَرِيْباً ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزاً حَكِيْماً۔

(الفتح پ۲۶-ع۱۱- آیت۱۸)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور بہت ہی غنیمتیں، جن کو لیں اور اللہ عزت و حکمت والا ہے۔

(کنز الایمان)

''جلد آنے والی فتح'' سے مراد فتح خیبر ہے، جو صلح حدیبیہ کے بعد بلا فصل نصیب ہوئی۔اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں اس لیے کہ اس بیعت سے اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوئی اور بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ شرکائے بدر کی طرح بہت ممتاز شمار کیے جاتے ہیں۔سب کے لیے رسول کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔

صلح کی دفعات اور صحابہ کی بے چینی:

قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو ان کے درمیان بے چینی اور خوف و ہراس پیدا ہو گیا۔ انہوں نے سہیل بن عمرو کو رسول کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا، آخر کار سہیل کی وساطت سے یہ بات طے پائی کہ۔

(۱) امسال رسول کریم ﷺ بغیر عمرہ کیے واپس چلے جائیں۔سال آئندہ آکر عمرہ کریں، اور سوائے تلواروں کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔اور وہ بھی قراب میں ہوں۔قراب اس غلاف کو کہتے ہیں جو میان سے اوپر ہوتا ہے۔اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔

(۲) صلح کی مدت دس برس طے ہوئی۔

(۳) اور جو رسول کریم ﷺ کا حلیف ہو قریش اس سے نہ لڑیں۔اور قریش کے حلیفوں کے ساتھ آنحضور ﷺ بھی ایسا ہی معاملہ کریں۔حلیف کہتے ہیں۔دوسرے کے ساتھ عہد و پیمان کرنے والے کو۔

وہاں بنی بکر اور بنی خزاعہ دو قبیلے تھے۔بنو خزاعہ رسول کریم ﷺ کے حلیف تھے۔اور بنو بکر قریش کے۔

(۴) اگر قریش کا کوئی آدمی مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو قریش کی طلب پر رسول اللہ ﷺ اسے واپس کر دیں۔اور اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر قریش کے پاس چلا آئے تو قریش اس کو واپس نہیں کریں گے۔

ظاہر ہے کہ یہ سب کی سب شرطیں کفار کے موافق تھیں۔اور مسلمانوں کے سراسر خلاف۔اکثر صحابہ جو شجاعت اور غیرت سے بھرے ہوئے تھے انہیں یہ صلح ناگوار گزری۔اس لیے کہ ان کی نظریں صلح کی حکمتوں پر نہیں تھیں۔اور وہ رسول کریم ﷺ کی فکر بلند کو نہیں دیکھ پا رہی تھیں۔یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس طرح دب کر صلح کرنے پر طیش آ گیا۔انہوں نے خدمت رسول میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ پیغمبر خدا نہیں ہیں۔آپ نے فرمایا بیشک میں پیغمبر ہوں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔عرض کیا کہ پھر ہم ایسی دب کر صلح کیوں کریں۔یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ نبی برحق ہیں۔ہم آپ کے ساتھ ہیں اور نصرت الٰہی ہمارے ساتھ تو پھر ہم کفار سے دب کر صلح کیوں کریں۔آپ نے فرمایا کہ میں یقیناً خدا کا رسول ہوں اور اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتا۔پھر انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ہم خانہ کعبہ پہنچ کر طواف کریں گے۔آپ نے فرمایا کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اسی سال، حضرت عمر نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ سال آئندہ اس کا ظہور ہوگا۔حضرت عمر نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شرط کہ ہمارا کوئی آدمی ان کے پاس جائے تو وہ واپس نہ کریں اور ان کا کوئی ہمارے پاس آجائے تو ہم واپس کر دیں۔آپ اس شرط پر بھی راضی ہیں۔آپ نے

مسکرا کر فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی مرتد ہو کے ان میں جا ملے گا تو وہ ہمارے کس کام کا ہے۔اسے واپس لینے میں ہمارا کیا فائدہ ہے۔اور ان میں سے جو ہم میں آئے گا اور ہم اسے پھیر دیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی۔ان سے بھی ہر بات کا وہی جواب ملا جو رسول کریم ﷺ نے دیا تھا۔

جب بات طے ہوگئی تو رسول کریم ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ صلح نامہ لکھیں، آپ نے فرمایا کہ لکھو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم سہیل نے کہا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو مسلمانوں نے کہا ہم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم لکھیں گے۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ نہیں لکھیں گے۔آپ نے فرمایا کہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھدو۔اور کہا لکھو۔ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَقُرَيْش۔یعنی یہ محمد رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان صلح نامہ ہے۔یہ سن کر بانی صلح سہیل نے کہا کہ ہم محمد کو اگر رسول تسلیم کرتے تو انہیں خانہ کعبہ سے نہ روکتے۔اس لیے رسول اللہ نہ لکھو محمد بن عبداللہ لکھو۔آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی۔ آپ نے حضرت علی سے کہا کہ لفظ رسول اللہ محو کر کے ابن عبداللہ لکھ دو۔حضرت علی نے کہا کہ میں لفظ رسول اللہ نہ مٹاؤں گا۔پھر آنحضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لفظ رسول اللہ کو محو کر دیا اور ابن عبداللہ لکھ دیا۔آپ امی تھے اس وقت آپ کا ان الفاظ کو لکھنا بطور معجزہ تھا۔پھر صلح نامے کو مرتب کر کے اس پر طرفین سے گواہیاں کرالیں۔

ابو جندل کی آزمائش:

بانی صلح سہیل بن عمرو کے لڑکے ابو جندل مسلمان ہو گئے تھے۔ان کے باپ نے انہیں مکہ میں بیڑیاں لگا رکھی تھیں۔وہ بھاگ کے لشکر اسلام میں آئے۔ سہیل نے کہا کہ اسے ہمیں دیدو تب تو صلح قائم رہے گی ورنہ نہیں۔آپ نے ابو جندل کو دیدیا۔ابو جندل نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے جماعت مسلمین تم مسلمانوں کو مشرکین کے حوالے کیے دیتے ہو۔اس موقع سے مسلمان صلح کی شرط کے خلاف کچھ نہ کر سکے۔اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا کہ وہ ان کے لیے کوئی راہ پیدا کر دے۔

ہدی کے جانوروں کی قربانی:

صلح کے اختتام کے بعد رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ہدی کے اونٹ یہیں قربانی کر ڈالو۔ اور بال مونڈ وا ڈالو۔ چونکہ صحابہ اس صلح سے بہت تنگ دل اور ملول خاطر تھے۔اس لیے قربانی کے لیے اٹھنے اور بال مونڈوانے میں تاخیر ہوئی۔ صحابہ کی اس تاخیر سے آپ ملول خاطر ہو کر زنان خانے میں تشریف لے گئے۔اس سفر میں حضرت ام سلمہ آپ کے ساتھ تھیں آپ نے ملال کی وجہ دریافت کی۔حضور ﷺ نے وجہ بیان کی۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنی ہدی قربانی فرمائیں اور حجامت بنوائیں۔اس کے بعد پھر کسی ٹیں باز رہنے کی مجال نہیں ہوگی۔آپ نے نکل کر اپنی ہدی کو قربان فرمایا اور حجام کو بلایا۔یہ دیکھ کر تمام صحابہ نے اپنی اپنی ہدی کو قربان کیا اور سر منڈایا۔

فتح مبین کی بشارت:

قربانی سے فارغ ہونے کے بعد رسول کائنات ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف کوچ فرمایا۔راستے میں سورہ اِنَّا فَتَحْنَا نازل ہوئی۔اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ اور فتح خیبر کی خوشخبری سنائی۔ بیعت سے رضا مندی ظاہر فرمائی اور صحابہ کی بہت

تعریف وتوصیف نازل فرمائی ۔ اوران کے لیے جنت کا وعدہ کیا ۔ آپ بہت خوش تھے ۔ راستے میں اونٹنی پر سوار ہوکراس سورہ کوخوش الحانی کے ساتھ مسرت میں پڑھتے تھے ۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۔ (پ۲۶ ۔ ع۹ آیت ۱ الفتح)

بعض مفسرین کے نزدیک اس سے فتح مکہ مراد ہے اس لیے کہ نقض عہد کے بعد رسول کریم ﷺ نے لشکر کشی کی اور مکہ فتح ہوا ۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس فتح سے صلح حدیبیہ ہی مراد ہے کہ وہ بہت سے فتوحات اور برکات کا سبب ہوئی ۔

ابوبَصیر کا واقعہ: صلح حدیبیہ کی وہ دفعہ جوصحابہ کوسب سے زیادہ ناگوارتھی وہ یہ تھی کہ اگر مکہ سے مسلمان مدینہ آئے گا تو اسے کفار کی طلب پر واپس کرنا ہوگا ۔ یہ شرط ایک عجیب رنگ لائی کہ ابوبصیر نامی ایک شخص مسلمان ہوکر مدینہ پہنچے ۔ کفار قریش نے ان کی واپسی کے لیے دو آدمی مدینہ بھیجے ۔ ان کی طلب پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے حوالے کردیا ۔ وہ لوگ لے کر واپس ہوئے اور مقام ذُوالحُلَیفَہ کی مسجد میں کھانا کھانے بیٹھے ۔ ابوبصیر نے ان دونوں میں سے ایک کی تلوار دیکھ کر کہا کہ تمہاری تلوار تو بہت اچھی معلوم ہوتی ہے ۔ دیکھوں تو سہی ۔ اس نے تلوار دیدی ۔ ابوبصیر نے اسی تلوار سے اس کے مالک کا سرتن سے جدا کردیا ۔ اس کے بعد دوسرے کی طرف بڑھے ۔ وہ بھاگا اور بھاگتے بھاگتے مسجد نبوی شریف میں جا پہنچا ۔ رسول کریم ﷺ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص ڈرا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔ اس نے کہا میرا ساتھی مارا گیا ۔ اور میں بھی ضرور مارا جاؤں گا ۔ اتنے میں ابوبصیر بھی وہاں ننگی تلوار لیے ہوئے پہنچے آپ نے فرمایا یہ تو عجیب لڑائی بھڑکانے والا ہے ۔ اے کاش اس کے ساتھ کوئی ہوتا جو اسے روکتا ۔ اس ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ یہاں سے چلے جائیں اور مکہ میں ان مسلمانوں سے جاملیں جو کافروں کے پاس ہیں ۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر میں رک جاتا ہوں تو یقیناً رسول کریم ﷺ مجھے پھر واپس کریں گے ۔ اس لیے وہ وہاں سے چل دیے ۔ اور ایک ایسی جگہ آکر قیام کیا جہاں سے قریش کے قافلے گزرا کرتے تھے ۔ پھر جو مکہ میں مسلمان ہوتا وہ بھی وہیں پہنچتا ۔ ابوجندل بھی ان سے جاملے ۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد ستر اور بعض کے قول کے مطابق تین سو تک پہنچ گئی ۔ جب کفار کا کوئی قافلہ گزرتا تو وہ ان کا مال لوٹ لیتے اور کفار کو مار ڈالتے ۔ اس صورت حال سے وہ بہت تنگ ہوگئے ۔ اور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں یہ کہلا بھیجا کہ اے "محمد" ہم اپنی شرط سے باز آئے ۔ آپ ہماری قرابت کا لحاظ کرتے ہوئے ہم پر یہ مہربانی کریں کہ ان لوگوں کو وہاں سے بلالیں ۔ رسول کریم ﷺ نے ان کے سردار ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خط بھیجا کہ تم اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر مدینہ چلے آؤ ۔ جس وقت فرمان رسالت پہنچا اس وقت حضرت ابوبصیر نزع کی حالت میں تھے ۔ نامہ مبارک ہاتھ میں لیا آنکھوں سے لگایا ، بوسہ دیا ، اس کے بعد آپ کی روح پرواز کرگئی ۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" وہیں پر ان کی تجہیز و تکفین کے بعد سارے لوگ مدینہ شریف خدمت رسول ﷺ میں حاضر ہوگئے ۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:
سترہویں فصل:

غزوۂ خیبر

مدینہ میں رونق افروزی کے بعد حضور اقدس ﷺ نے غزوۂ خیبر کی تیاری کا حکم دیا۔ اور صحابہ کے درمیان اس بات کا چرچا ہو گیا کہ خدائے تعالیٰ نے فتح خیبر اور ڈھیروں غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔ صحابہ کی یہ بات سن کر مدینہ کے یہود جل بھن اٹھے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ جس یہودی کا کسی مسلمان پر قرض تھا اس نے شدید تقاضا کیا۔ عبداللہ بن ابی حَدْرَدْ صحابی انصاری پر ابوشحم یہودی کے پانچ درہم تھے۔ اس نے تقاضا کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے فتح کا وعدہ کیا ہے جب وہاں کی غنیمتوں سے مجھے حصہ ملے گا تو تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔ اس یہودی نے کہا کہ خیبر کا حال اور جگہ کی طرح نہ سمجھو۔ خیبر میں دس ہزار جنگی جوان ہیں۔ یہودی کی اس بات پر اس صحابی نے اسے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی اور جھڑکی سنائی اور کہا کہ مردود تو ہمیں ہمارے دشمنوں سے ڈراتا ہے۔ اس نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں صحابی کی شکایت کر دی۔ حضرت عبداللہ نے بھی اس یہودی کی گفتگو رسول اللہ ﷺ کے سامنے نقل کی۔ آپ نے زیر لب کچھ فرمایا اور حضرت عبداللہ سے ارشاد فرمایا کہ اس کا قرض ادا کر دو۔ حضرت عبداللہ نے اسی وقت اپنا ایک کپڑا تین درہم میں بیچا اور دو درہم ایک صحابی سے قرض لے کر اس کا قرض ادا کیا۔ سلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کپڑا دیا انہوں نے وہ کپڑا پہن کر غزوۂ خیبر میں شرکت کی۔ وہاں انہیں غنیمت سے بہت سے مال ملے۔ اور اسی ابو شحم یہودی کی ایک قریبی عورت بھی ہاتھ لگی۔ جسے انہوں نے بھاری قیمت میں بیچا۔

لشکر اسلام خیبر میں: رسول کریم ﷺ اسلامی لشکر لے کر خیبر کی طرف چلے۔ خیبر والوں کو پہلے سے یہ خبر مل چکی تھی کہ رسول کریم ﷺ خیبر پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ پہرہ دیا کرتے۔ ہر رات مسلح سوار قلعے سے نکل کر گشت کرتے۔ اس دن سب سو گئے۔ اور صبح کو قلعے کا دروازہ کھول دیا اور سامان زراعت لے کر ابھی اپنے کھیتوں کی طرف نکلے ہی تھے کہ مسلمانوں کا مبارک لشکر دیکھا۔ دیکھنے والے نے پکار کر کہا مـحمدٌ وَّ الْخَمِیْسُ ۔ یعنی محمد (ﷺ) پورے لشکر کے ساتھ آ پہنچے۔ یہ کہہ کر خیبر کے یہود جھٹ پٹ قلعے کے اندر گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ رسول کریم ﷺ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ یکے بعد دیگرے مسلمانوں نے سات قلعے فتح کئے بعض میں خوب جم کر لڑائی بھی ہوئی۔

فائدہ: خمیس کے معنی پانچ والا ہے اور کوئی بھی لشکر اس وقت مکمل سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ اس میں حسب ذیل پانچ دستے ہوں۔ مقدمہ، ساقہ، میمنہ، میسرہ، قلب۔

مقدمہ: اس دستہ کو کہتے ہیں جو لشکر کے آگے آگے چلے۔ ساقہ۔ اس لشکر کو کہتے ہیں جو لشکر کے پیچھے پیچھے چلے۔ میمنہ۔ داہنی طرف چلنے والا لشکر۔ میسرہ۔ بائیں طرف چلنے والا لشکر۔ قلب۔ بیچ والا لشکر جس میں سردار ہوتا ہے۔

قلعہ قَمُوص فتح ہو گیا:

خیبر کا قَموص نامی ایک بہت ہی زبردست اور مضبوط قلعہ تھا جس پر مسلمانوں کا کوئی داؤ نہیں چلتا تھا کہ وہ فتح ہو۔ ایک دن شام کے وقت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کل ایسے شخص کے ہاتھ علم دوں گا کہ جسے اللہ دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔ صبح لوگ منتظر تھے کہ یہ دولت کس کے نصیب میں آنے والی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ علی کہاں ہیں لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں بلاؤ۔ حضرت علی بلائے گئے۔ جب حاضر خدمت ہوئے۔ تو طبیب اعظم ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگادیا آنکھ فوراً اچھی ہوگئی۔ اور انہیں اسلامی جھنڈا عنایت فرمایا۔ اور قلعہ پر حملہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر لے کر قلعہ قموص کی طرف بڑھے۔ اور خوب جم کر لڑائی ہوئی۔ اس قلعہ کا سب سے بڑا بہادر مَرحَب نامی ایک یہودی شخص تھا۔ حضرت علی نے جاتے ہی اس کا کام تمام کر دیا۔ اس دن حضرت علی کے دست شجاعت سے یہودیوں کے رؤسا اور بہادروں میں سے سات آدمی موت کے گھاٹ اترے۔

کتب تواریخ میں ہے کہ دوران جنگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سپر گر پڑی۔ تو آپ نے قلعہ کے دروازے کا پھاٹک اکھاڑ لیا اور بطور سپر ہاتھ میں لے کر دن بھر دشمنوں سے مقابلہ کیا، جنگ ختم ہونے کے بعد آپ نے اسے پیچھے پھینک دیا وہ اسی بالشت دور جا کر گرا۔ اتنا بھاری تھا کہ سات آدمی اسے ایک طرف سے دوسری طرف الٹ نہ سکے۔ اسی دن رسول عالی وقار ﷺ کے فرمان عالی شان کے مطابق قلعہ فتح ہوا۔

اہل خیبر کی جَلا وطنی:

خیبر کے یہود[1] جو قتل ہونے سے رہ گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو جَلاوطن ہونے کا حکم دیا۔ اور ان کے مال زمین اور باغات سب ضبط کر لیے۔ یہود نے عرض کیا کہ آپ کو اور سارے مسلمانوں کو اپنے باغات اور کھیتوں میں کام کرنے کے لیے مزدوروں کی ضرورت ہوگی۔ اگر ہم کو آپ جلاوطن نہ کریں تو ہم یہ کام کریں گے۔ آپ نے ان کی یہ بات قبول کر لی۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب تک ہم چاہیں گے تمہیں رکھیں گے۔ اور جب چاہیں گے نکال دیں گے۔ اس معاہدے کے بعد آپ نے بٹائی پر انہیں خدمت کے لیے رکھ لیا اور فرمایا کہ پیداوار میں سے نصف تمہارا اور نصف ہمارا۔ بٹائی کے معاملہ کو عربی میں "مخابرہ" اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ خیبر سے مشتق ہے۔

خیبر کے قریب ایک موضع "فِدَک" ہے وہاں کے لوگوں نے بھی رسول اعظم ﷺ سے اس طرح صلح چاہی کہ فدک کی آدھی زمین آپ کو دیدیں اور آدھی اپنے پاس رکھیں۔ آپ نے قبول فرمایا۔

حضرت صَفِیّہ کا نکاح:

خیبر کے مال غنیمت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں۔ صحابہ کے اصرار پر رسول کریم ﷺ نے

---

[1]: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں خیبر کے یہودیوں کو وہاں سے نکال دیا۔ بات یہ طے ہوئی کہ جزیرۂ عرب میں اسلام کے علاوہ اور کسی مذہب والا نہ رہے۔ ایک یہودی نے حضرت عمر سے کہا کہ تم ہمیں کیوں نکال رہے ہو جب کہ محمد ﷺ نے ہمیں یہاں رکھا ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ ہمیں خوب یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم لوگوں سے آباد رکھنے کے وقت کہا تھا کہ جب تک ہم چاہیں گے رکھیں گے اور جب چاہیں گے نکال دیں گے۔ اور تم سے یہ بھی کہا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری اونٹنی تمہیں رات کو لیے بھٹکتی پھرے گی۔ اس یہودی نے کہا کہ یہ تو ابوالقاسم کی ایک ٹھٹھے کی بات تھی۔ حضرت عمر نے کہا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ آپ نے درست فرمایا تھا۔ وہ سب یہودی خیبر سے نکال دیئے گئے اور شام چلے گئے۔ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

7 DD

Scanned with CamScanner

انہیں ان سے واپس لے لیا۔ پھر آزاد فرما کر ان سے نکاح کرلیا۔آپ نے ان کے رخسار پر ایک نیلا داغ دیکھا اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ جب آپ خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اس وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری بغل میں آیا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے شوہر کو سنایا تو اس نے ایسا زوردار طمانچہ مارا کہ میرا رخسار نیلا ہوگیا۔اور کہا کہ تو چاہتی ہے کہ اس بادشاہ کی بغل میں سوئے۔ یہ نیلا پن اسی طمانچہ کا اثر ہے،اس نے بادشاہ سے رسول کریم ﷺ کو مراد لیا تھا۔ گویا یہ تعلق خواب کے مطابق واقع ہوا۔

حضرت جعفر طیار کی حبشہ سے آمد:

رسول کریم ﷺ ابھی خیبر ہی میں تشریف فرما تھے، کہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور دیگر مہاجرین حبشہ مقام خیبر میں خدمت رسول میں حاضر ہوئے رسول اللہ ﷺ ان کی آمد سے بہت خوش ہوئے۔آپ نے استقبال کر کے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی چوم کر فرمایا کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں فتح خیبر سے زیادہ خوش ہوا یا جعفر کے آنے سے۔اور حضرت ابوموسیٰ اشعری بھی اپنے چند اشعری ساتھیوں کے ساتھ اسی کشتی پر خیبر آئے جس پر حضرت جعفر آئے تھے۔

حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اوروں کی ایک ہجرت ہے اور اے کشتی والو تمہاری دو ہجرتیں ہیں۔

دو ہجرتوں کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ کشتی مہاجرین حبشہ کی تھی انہوں نے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر وہاں سے مدینہ کی طرف۔اور ابوموسیٰ اور ان کے ہمراہیوں کو مہاجرین حبشہ کی ہمراہی کے سبب یہ شرف حاصل ہوا۔

رسول اکرم ﷺ کو زہر دیا گیا:

زینب بنت حارث یہودیہ جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی اس نے سن رکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو بکری کے دست کا گوشت بہت پسند ہے۔اس نے بکری کا گوشت پکایا اور اس میں زہر ملا کر خدمت اقدس میں حاضر کیا۔آپ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس دست نے مجھ سے کہہ دیا کہ مجھ میں زہر ملا ہے،ایک صحابی نے اس گوشت سے کچھ کھالیا تھا۔ان کا انتقال ہوگیا۔آپ نے اس یہودی عورت کو بلا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے زہر اس لیے ملایا تھا کہ اگر آپ نبی نہ ہوں گے تو ہم آپ کی آفت سے نجات پا جائیں گے۔اور اگر آپ پیغمبر ہوں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا اور آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے گا۔اس کے بعد آپ نے اسے چھوڑ دیا۔بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اسے اس صحابی کی بدلے میں قتل کر دیا گیا جو زہریلا گوشت کھا کر شہید ہو گئے تھے۔

گدھے کے گوشت اور مُتعہ کی حرمت:

عرب کے جاہل گدھے کا گوشت کھایا کرتے تھے،آپ نے کچھ ہانڈیاں چولھوں پر چڑھی ہوئی دیکھیں پوچھا یہ کیا پک رہا ہے۔عرض کیا گیا گدھے کا گوشت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ حرام ہے اور ہانڈیاں الٹوا دیں،اور غزوۂ خیبر میں ہی متعہ کی بھی ممانعت آئی۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔اور شیعوں کی کتاب استبصار میں بھی ابو جعفر طوسی نے تحریم متعہ کی حدیث بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔

متعہ غزوۂ اوطاس میں پھر مباح ہوا تھا لیکن پھر حرام ہوگیا۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ متعہ قیامت تک حرام ہے۔(صحیح مسلم)

ایک متعین مدت کے لیے نکاح کو مُتعَہ کہتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:

اٹھارہویں فصل:

عُمرۃُ القضا

صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان امسال بغیر عمرہ کئے واپس جائیں سال آئندہ آ کر عمرہ کریں اور تین دن سے زیادہ یہاں نہ رہیں۔اسی قرارداد کے مطابق رسول کریم ﷺ ایک سال بعد اپنے صحابہ کے ساتھ مکہ شریف عمرۃ القضا کے لیے تشریف لے گئے۔آپ نے حکم فرمایا کہ سفر حدیبیہ میں جو لوگ ساتھ تھے وہ اس وقت (۷ھ) ضرور چلیں۔آپ نے مکہ میں پہنچ کر عمرہ کیا اور وہاں میمونہ بنت حارث سے نکاح فرمایا۔تین دن کے بعد قریش نے تقاضا کیا کہ حسب شرط آپ مکہ سے کوچ کر جائیں۔آپ نے فرمایا کہ اگر میں ٹھہر جاؤں تو تم لوگوں کی بطور ولیمہ دعوت کروں۔قریش نے کہا کہ ہمیں دعوت منظور نہیں۔آپ کوچ کر جائیں۔آپ وہاں سے اسی دن مدینہ روانہ ہو گئے۔

باب دوم:

انیسویں فصل:

خالد بن ولید، عَمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ کا اسلام

صلح حدیبیہ کے بعد خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ حَجبی جو خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔مکہ سے مدینہ آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ان کی آمد کے بارے میں پہلے ہی رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو مدینہ کے آگے پیش کر دیا ہے۔

حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا اور رسول کریم ﷺ نے بیعت کے لیے اپنا دست مبارک دراز فرمایا تو میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔آپ نے پوچھا کیوں ایسا کیا۔میں نے عرض کیا کہ میری کچھ شرطیں ہیں۔آپ نے پوچھا وہ کیا ہے میں نے کہا کہ میں اس شرط پر بیعت کروں گا کہ میرے سارے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں۔آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام سارے پچھلے گناہ مٹا دیتا ہے۔اور ہجرت سارے گزشتہ گناہ مٹا دیتی ہے۔(مشکوٰۃ شریف) آپ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اکثر امیر لشکر بنا کر بھیجا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ یہ سردار لشکر تھے۔سفر میں انھیں غسل کی حاجت پیش آئی۔سردی شدت کی تھی،انہوں نے تیمم کیا اور کہا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَکُمْ یعنی تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔جب رسول کریم ﷺ نے یہ بات سنی تو اس پر کچھ اعتراض نہ فرمایا۔

اور معتبر کتابوں میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔تقریب التہذیب اور کتاب اسماء الرجال میں بھی فتح مکہ سے پہلے ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کو معتبر کہا گیا ہے۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:

بیسویں فصل: اُمَرَا اور بادشاہوں کے نام خُطُوط

صلح حدیبیہ کے بعد آنحضور ﷺ نے بادشاہوں اور امراء کے پاس خطوط لکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

ہِرَقل۔بادشاہ روم،شہنشاہ نصاریٰ　　نَجَاشی۔بادشاہ حبشہ،شہنشاہ نصاریٰ

مُقَوقِس۔بادشاہ اسکندریہ ومصر　　پَرویز۔شاہ فارس۔(نوشیرواں کا پوتا)

ان کے علاوہ اور دوسرے بادشاہوں کے نام بھی خطوط لکھے گئے۔

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عجم بے مہر کے خط قبول نہیں کرتے،تب آپ نے مُہر کھدوائی اور اس پر "محمد رسول الله" لکھوایا،یہ مہر چاندی کی انگشتری میں تھی،آپ اسے اکثر داہنے ہاتھ کی چھنگلی میں پہنے رہتے۔آپ کے بعد یہ انگشتری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہی پھر حضرت عمر کے پاس پھر حضرت عثمان کے پاس (رضی اللہ عنہما) اور ان کے ہاتھ سے "بیرِ اَرِیس"[1] (مدینہ طیبہ میں ایک کنواں ہے) میں اس وقت گر پڑی جب کہ آپ اس کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔تلاش بسیار کے بعد بھی وہ انگشتری نہ ملی۔اور اسی دن سے خلافت راشدہ کے امور میں بدنظمی شروع ہوگئی اور ریاست دینیہ کا انتظام جیسے چاہئے تھا قائم نہ رہا۔

محققین نے لکھا ہے کہ اس انگشتری میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری کی خاصیت موجود تھی کہ اس کی گم شدگی سے نظام سلطنت بگڑ گیا۔

آپ نے پہلے سونے کی انگشتری بنوائی تھی تو صحابہ نے بھی دیکھ کر سونے کی انگشتریاں بنوائیں،پھر آپ نے سونے کی انگوٹھی اتاردی اور فرمایا کہ سونا مردوں پر حرام ہے،پھر چاندی کی بنوائی صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں اتاردیں۔

ہِرَقل کے نام خط:

ہرقل کے پاس جب رسول کریم ﷺ کا خط پہنچا تو اس نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی،اس خط میں یہ تھا۔

یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے ہرقل بادشاہ روم کی طرف ہے،ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔اسلام لاؤ،سلامت رہو گے۔اور اگر نہیں مانو گے تو تم پر تمہاری رعایا کا بھی گناہ ہوگا۔(پھر یہ آیت لکھی ہوئی تھی)

يَاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُم اَلَّا نَعْبُدَ اِلا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران۔پ ۳۔رکوع۔۱۵)	اے کتابیو! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے۔یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی۔اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں،اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا۔پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔(کنز الایمان)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ کا خط ہرقل کے پاس پہنچا۔میں ان دنوں قریش

[1]: بیرِ اریس۔بکسر باو یائے ساکن،ورائے مہملہ وہمزہ مفتوحہ ورائے مکسورہ ویائے ساکن وسین مہملہ۔مدینہ طیبہ کے ایک کنویں کا نام ۱۲ منہ

کے ایک قافلہ کے ساتھ شام میں موجود تھا۔ ہرقل نے حکم دیا کہ کسی ایسے آدمی کو تلاش کر کے میرے پاس لاؤ جو اس شخص کے وطن کا ہو جس نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ لوگوں نے مجھے میرے ساتھیوں کے ساتھ اس کے دربار میں حاضر کیا۔ اس نے کہا ان میں جو محمد (ﷺ) کا قریبی ہو آگے بیٹھے چونکہ ابوسفیان ہی زیادہ قریبی تھے اس لیے وہ آگے بڑھے۔ پھر اس نے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہدو کہ اگر یہ جھوٹ بولے تو بتادینا۔ ترجمان اس شخص کو کہتے ہیں جو ایک کی بات دوسرے کو سمجھا دے مثلاً اس موقع سے عرب کی بات کا رومی میں ترجمہ کر کے ہرقل کو بتائے اور ہرقل رومی کی بات کا عربی میں ترجمہ کر کے قافلہء ابوسفیان کو سمجھائے۔ ترجمان اس کو بھی کہا جاتا جو مجمع بڑا ہونے کی وجہ سے کسی محدث یا خطیب کا کلام اپنی آواز بلند کر کے سامعین کے کانوں تک بلفظہٖ پہنچاتا۔

ہرقل نے پوچھا	یہ شخص جو تم میں دعویٰ نبوت کرتا ہے اس کا نسب کیسا ہے؟
ابوسفیان نے کہا	بہت اعلیٰ ہے۔
ہرقل	دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی کسی بات میں اسے جھوٹا پایا کہ نہیں؟
ابوسفیان	نہیں
ہرقل	اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ تھا؟
ابوسفیان	نہیں
ہرقل	اس سے پہلے تم میں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟
ابوسفیان	نہیں
ہرقل	زیادہ تر بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا غریبوں نے؟
ابوسفیان	غریبوں نے
ہرقل	اس کی جماعت روز بروز بڑھتی جاتی ہے یا کم ہوتی جاتی ہے؟
ابوسفیان	بڑھتی جاتی ہے
ہرقل	اگر کوئی مسلمان ہوتا ہے تو اسلام کو ناپسند کر کے مرتد بھی ہو جاتا ہے؟
ابوسفیان	نہیں
ہرقل	لڑائی میں ہمیشہ تم غالب رہتے ہو یا وہ؟
ابوسفیان	کبھی ہم غالب رہتے ہیں کبھی وہ
ہرقل	وہ وعدہ خلافی کرتا ہے یا نہیں؟
ابوسفیان	نہیں۔ ہاں اس وقت ہمارے اور اس کے درمیان ایک عہد و پیمان ہوا ہے، دیکھیں اس کی خلاف ورزی کرتا ہے یا نہیں۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ سارے سوالات کے جواب میں میں سوائے ہاں اور نہیں کے اور کوئی بات نہ بڑھا سکا سوائے ان باتوں کے جو آخری جواب میں بڑھائی۔ چونکہ ابوسفیان اس وقت اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے،

Scanned with CamScanner

انہوں نے اس وقت کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ اگر جھوٹ بولوں گا تو مشہور ہو جائے گا، اگر یہ خوف نہ ہوتا تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔

حالات دریافت کرنے کے بعد ہرقل نے کہا کہ پہلے سوال کے جواب میں تم نے کہا کہ یہ نبی نسب میں اعلیٰ اور برتر ہیں تو سن لو کہ دستور یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو اونچے نسب والا ہی بھیجتا ہے۔اور جب وہ لوگوں کے معاملے میں کبھی جھوٹ نہیں بولتے تو تعجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سلسلے میں کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں۔اور اگر ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوتا تو یہ خیال ہوتا کہ اس بہانے وہ اپنے باپ دادا کا ملک لینا چاہتے ہیں۔اور اگر ان سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا تو یہ گمان ہوتا کہ دیکھی دیکھا دعویٰ کر رہے ہیں۔اور انبیاء کے پیروکار پہلے غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ روز بروز ان کی جماعت بڑھاتا ہے۔اور جب دین حق کی حلاوت دل میں اتر جاتی ہے تو آدمی اس دین سے نہیں پھرتا۔اور لڑائی میں بھی یہی حال ہوتا کہ کبھی کبھی نبیوں کے دشمن ان پر غالب ہو جاتے ہیں مگر آخر میں غلبہ انبیا ہی کو ہوتا ہے۔اور انبیا وعدہ خلافی بھی نہیں کرتے۔

پھر ہرقل نے کہا کہ وہ کن باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ابوسفیان نے کہا کہ وہ نماز، روزہ کا اور اہل قرابت سے حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں اور حرام سے روکتے ہیں، ہرقل نے کہا جو کچھ تم نے بیان کیا اگر سچ ہے تو وہ ضرور نبی ہیں۔اگر مجھے یقین ہوتا کہ ان کے پاس پہنچ سکوں تو ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا اور اگر میں وہاں ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔اور عنقریب جہاں میرا قدم ہے وہ اس جگہ کے مالک ہو جائیں گے۔ابوسفیان کہتے ہیں اس کے بعد ہمیں رخصت کر دیا، جب ہم باہر آئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ کا معاملہ عظیم ہو گیا۔روم کا بادشاہ بھی اس سے ڈرتا ہے۔

کفار بطور شرارت نبی کریم ﷺ کو ابن ابی کبشہ[1] کہتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا اور ابو کبشہ ان کے شوہر کا نام تھا۔اس لیے کفار نے ابو کبشہ کی طرف نسبت کرکے ابن ابی کبشہ کہا۔

ہرقل ایمان نہ لایا:

ہرقل نے دل سے رسول کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی اور اس نے مسلمان ہونے کا ارادہ بھی کر لیا، لیکن بادشاہت کے لالچ نے اسے ایمان سے محروم رکھا۔

ایک دن اس نے سارے نصرانیوں کو شہر حمص کے ایک محل میں جمع کیا اور دروازہ بند کر دیا، پھر اس نے کہا کہ اے لوگو! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اگر تم اس پر عمل کرو گے تو بھلائی تمہارے قدم چومے گی۔یہ پیغمبر جو عرب میں پیدا ہوئے ہیں تم ان کا دین اختیار کرو، یہ سچے پیغمبر ہیں اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہارا ملک تمہارے ہاتھ سے چلا جائے گا۔یہ سنتے ہی سب کے سب بہت برافروختہ ہوئے وہاں سے بھاگنا چاہا اور آمادۂ فساد ہوئے۔لیکن دروازہ بند تھا اس لیے وہ باہر نہ نکل سکے۔اتنے میں ہرقل نے کہا کہ میں نے تو تمہاری آزمائش کے لیے یہ کہا تھا میں خوش ہوں کہ تم اپنے دین پر مضبوطی سے قائم ہو، اس کے بعد سب نے اسے سجدہ کیا اور اپنی اپنی راہ لی۔(بخاری)

---

[1]: بعض شروح حدیث میں لکھا ہے کہ ابو کبشہ یمن میں ایک شخص تھا، اس نے بت پرستی چھوڑ کر شرائے یمانی کی پرستش شروع کر دی تھی۔مذہب اسلام اور ابو کبشہ کے درمیان ترک بت پرستی میں ایک طرح کی مناسبت تھی، اس لیے آنحضور ﷺ کو کفار نے ابن ابو کبشہ کہنا شروع کر دیا ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

Scanned with CamScanner

ایک نصرانی عالم کا اسلام:

علمائے نصاریٰ میں سے ضغاطر نامی ایک زبردست عالم تھا جو علمائے نصاریٰ کے نزدیک بڑا قابل تکریم اور صاحب عظمت تھا اور بڑھاپے کی منزل طے کررہا تھا۔ ہرقل نے رسول کریم کے قاصد حضرت دحیہ کلبی سے کہا کہ اس شخص کے پاس جاکر اپنے نبی کا حال سناؤ اگر اس نے اسلام قبول کرلیا تو سارے نصرانی اسلام لائیں گے۔ انہوں نے جاکر اس سے آنحضور ﷺ کے حالات بیان کئے، سنتے ہی اس نے اپنا عصا لیا، سفید کپڑا پہن کر باہر نکلا اور کلیسا میں پہنچا جہاں بڑے بڑے نصرانی جمع تھے ان سے کہا میں نبی آخرالزماں محمد عربی (ﷺ) پر ایمان لایا۔ اور بے شک یہ وہی نبی ہیں جن کی خبر عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔ اور پچھلی کتابیں بھی ان کی نبوت کی شہادت دیتی ہیں۔ اس لیے تم بھی ایمان لاؤ۔ اتنا سنتے ہی نصاریٰ اس پر دوڑ پڑے اور مارتے مارتے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ہرقل نے کہا کہ اگر میں بھی ایمان لاتا ہوں تو لوگ میرا بھی یہی حشر کریں گے۔ اس لیے وہ ایمان سے محروم رہا۔

فائدہ: نصرانیوں کے بڑے بڑے علما اور ان کے اکثر بادشاہ نبی آخرالزماں ﷺ کی نبوت کا اقرار کرتے رہے۔ توفیق الٰہی نے جن کی یاوری کی وہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور بدنصیب تمام شواہد نبوت کے باوجود بھی محروم رہے۔ خوش نصیب جیسے

بحیرا ، نسطورا ، نجاشی ، ہرقل ، ضغاطر

اور علماے یہود کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایمان سے مشرف ہوئے، اور بیشتر افراد آپ کی نبوت پر یقین کرنے کے باوجود حسد اور حب جاہ ومنصب کی وجہ سے محروم رہے۔

نجاشی کے نام خط:

ہر بادشاہ حبشہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔ جس نجاشی کے پاس رسول کریم ﷺ نے خط بھیجا تھا اس کا نام اصحمہ تھا۔ اس وقت وہ حبشہ کے دارالسلطنت کا مالک تھا۔ جب اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کا خط پہنچا تو وہ فوراً ایمان لایا اور قاصد کی بڑی تعظیم وتوقیر کی اور بڑی ہی عزت واحترام کے ساتھ اس کا جواب لکھا جس میں اس نے اپنے ایمان اور مذہب اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ کیا۔ اور خدمتِ اقدس میں بطور ہدیہ وتحفہ موزے وغیرہ بھیجے۔ اسی نجاشی کے دور حکومت میں مکہ سے مسلمان ہجرت کرکے حبشہ گئے تھے، جس میں حضرت عثمان اور حضرت جعفر طیار وغیرہ شامل تھے۔ ۹ھ میں اس کی وفات ہوئی، رسول کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں اس کی موت کی خبر دی۔ اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ ابوسفیان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ نے بھی اپنے سابق شوہر کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی، ان کے شوہر کا وہیں انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد اسی نجاشی نے آنحضور ﷺ کے حکم کے مطابق حبشہ ہی میں حضور سے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح منعقد کیا۔ اس نجاشی کے بعد جو دوسرا نجاشی اس کی جگہ آیا ہمارے آقا نے اس کے پاس بھی خط لکھا۔ مگر اس کا حال معلوم نہیں۔ (ھکذا فی المواھب)

Scanned with CamScanner

مقوقس کے نام خط: بادشاہ مصر و اسکندریہ مقوقس کے پاس جب رسول کریم ﷺ کا نامہ مبارک پہنچا تو اس نے اس خط کی بڑی تعظیم وتوقیر کی اور آپ کی خدمت میں تحفے، ہدیے بھیجے جن میں دو باندیاں تھیں، ماریہ قبطیہ اور شیرین۔ ماریہ قبطیہ آپ کے زیر تصرف رہیں اور ان کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ اور ایک سفید خچر بھی تھا جس کا نام دلدل تھا۔

پرویز کے نام خط: شاہ فارس پرویز کے پاس جب نامۂ رسول پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس میں لکھا ہوا ہے۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی کِسْرٰی عَظِیْمِ فَارِس (یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے شاہ کسریٰ کی طرف ہے) دیکھتے ہی اس نے جھنجھلا کر نامہ مبارک پھاڑ دیا اور کہا کہ اپنا نام میرے نام سے پہلے کیوں لکھا۔ اور یمن کے صوبہ دار باذان کو لکھا کہ وہ شخص جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اس کو یہاں بھیج دو۔
باذان نے دو آدمیوں کو مدینہ طیبہ روانہ کر دیا اور آپ کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ تم ان دونوں آدمیوں کے ساتھ شاہ فارس کسریٰ کے پاس چلے جاؤ۔ دونوں خدمت رسول میں حاضر ہوئے۔ ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں اور مونچھیں بڑی۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہیں ایسی صورت بنانے کا کس نے حکم دیا انہوں نے کہا ہمارے رب کسریٰ نے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے رب نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ۔ ان کے دل میں اگرچہ رسول اللہ ﷺ کا رعب بیٹھ چکا تھا اور بدن تھرتھرا رہا تھا۔ لیکن گفتگو بڑی بے باکی سے کی۔ اور کہا کہ یہ سب چھوڑو تم کسریٰ کے پاس چلو۔ اس کا مزاج بہت برا ہے وہ تمہارے ملک عرب کو تباہ و برباد کر ڈالے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ آج ٹھہرو کل آنا۔ آنحضور ﷺ نے صبح ان دونوں سے کہا کہ رات شیرویہ نے پرویز کو مار ڈالا تم چلے جاؤ۔ یہ منگل کی رات تھی اور جمادی الاولیٰ ۷ھ کی دسویں تاریخ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان سننے کے بعد وہ باذان کے پاس ملک یمن پہنچے اور صورت حال بیان کی۔ باذان نے کہا کہ اگر یہ خبر سچی ہے تو ضرور وہ نبی ہیں اور جان لو اگر ان کی نبوت کی تصدیق ہوگئی تو سارے بادشاہوں سے پہلے میں اسلام میں داخل ہوں گا۔ انہیں دنوں باذان کے نام شیرویہ کا خط پہنچا جس کا مضمون یہ تھا۔ پرویز ظالم تھا۔ لہذا میں نے اسے قتل کر دیا۔ اور تمہیں تمہارے عہدے پر برقرار رکھتا ہوں، اور جو شخص عرب میں دعوئ پیغمبری کرتا ہے اس سے اس وقت تک تعرض نہ کرنا جب تک کہ اس سلسلے میں میرا کوئی حکم نہ پہنچے۔ یہ خط پڑھتے ہی باذان فوراً اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ اور وہاں جتنے بھی یمنی اور فارسی تھے۔ سب مسلمان ہو گئے اور رسول کریم ﷺ کو اپنے اسلام کی خبر دی۔

فائدہ: جب کسریٰ (پرویز) نے نامۂ رسول پھاڑ ڈالا تو آپ نے اس کے لیے بددعا کی اَللّٰھُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ (اے اللہ تو خاندان کسری کو پاش پاش کر کے پارہ پارہ کر دے) اور ٹھیک رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہوا کہ خاندان کسریٰ کی حکومت جو ہزارہا سال سے چلی آ رہی تھی۔ روئے زمین پر اتنی بڑی حکومت کوئی نہ تھی ایسی نیست و نابود ہوئی کہ تھوڑے زمانے میں سطح زمین پر اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ اور ہرقل جس نے نامہ رسول کی تعظیم وتکریم کی تھی اس کے خاندان کی حکومت قائم رہی۔ اگرچہ اس کا زیادہ تر ملک مسلمانوں کے زیر تصرف آ گیا لیکن اس کی سلطنت بالکل ختم نہ ہوئی۔

Scanned with CamScanner

باب دوم:
اکیسویں فصل:

سَرِیہ حضرت اَبُو عُبَیدَہ رضی اللہ عنہ

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جہاد میں بڑی بڑی کوششیں کرتے اور بہت تکلیفیں اٹھاتے، ایک بار تو ایسا ہوا کہ توشہ کی قلت کی وجہ سے درختوں کے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھانے کی نوبت آگئی۔ اس جنگ کو غزوۂ ذات الخَبط کہا جاتا ہے، خبط کا معنی ہے پتا جھاڑنا۔

اس لشکر کے سالار حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے، لشکریوں کے پاس توشہ ختم ہو چکا تھا۔ لشکر سمندر کے کنارے کنارے سفر کر رہا تھا۔ سمندر نے عنبر نامی ایک بہت بڑی مچھلی کنارے پھینکی، مچھلی اتنی بڑی تھی کہ لشکریوں نے اس سے آدھے مہینے تک خوب کھایا۔ لشکریوں کی تعداد تین سو تھی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس مچھلی کی پسلی کی ایک ہڈی کھڑی کروائی تو وہ اتنی اونچی تھی کہ ایک بہت اونچا اونٹ اس کے نیچے سے گزر گیا، لوگ اس کی آنکھ کے گڈھے میں منوں آٹا خمیر کیا کرتے۔ مدینہ واپس ہونے کے بعد صحابہ نے سرور کائنات ﷺ سے اس مچھلی کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے تمہیں جو رزق دیا ہے کھاؤ۔ اگر اس میں سے کچھ بچا ہو تو مجھے بھی کھلاؤ۔ چنانچہ اس مچھلی کا بچا ہوا کچھ گوشت خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ نے بھی تناول فرمایا۔ بخاری شریف میں اس سریہ کا نام غزوۂ سیف بحری لکھا ہے۔

باب دوم:
بائیسویں فصل:

جنگ مُوتہَ

رسول کریم ﷺ نے حارث بن عمراز دی کو ایک خط دے کر حاکم بُصریٰ کے پاس بھیجا۔ راستے میں انہیں موتہ کے حاکم شُرحبیل نے قتل کر دیا۔ جب رسول اکرم ﷺ کو اس حادثہ کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ کی سربراہی میں اس کی سرکوبی کے لیے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر بھیجا، اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر لیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنا لیں۔

یہ سن کر ایک یہودی نے کہا کہ اگر انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی اس طرح نام لیتا تھا تو وہ سب شہید ہوتے تھے، اور حضور اقدس ﷺ کے بیان میں بھی ٹھیک اسی طرح ہوا۔

جب مسلمان موتہ کی طرف بڑھے تو دشمنوں نے مقابلہ کے لیے ایک لاکھ سے زائد کا لشکر اکٹھا کر لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں کو تردد ہوا۔ پہلے تو یہ مشورہ ہوا کہ بروقت لڑائی موقوف کر دی جائے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لکھا جائے کہ اور مجاہدین کو مدد کے لیے بھیجیں، پھر اس بات پر لوگوں کا اتفاق ہو گیا کہ ہمارا

Scanned with CamScanner

لڑائی میں کچھ نقصان نہیں اگر مارے گئے تو شہید ہوں گے اور اگر فتح ہوئی تو یہ مراد کے عین مطابق ہے۔ جنگ شروع ہوگئی دونوں فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار ہوگئیں۔ مسلمانوں نے بڑی ہی جواں مردی سے کام لیا، اور داد شجاعت دی، پہلے حضرت زید بن حارثہ جھنڈا لے کر بڑھے اور شہید ہوگئے۔ پھر حضرت جعفر بن ابی طالب نے علم سنبھالا۔ ان کے داہنے ہاتھ میں علم تھا وہ کٹ گیا، انہوں نے بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کٹ گیا، تب انہوں نے علم اسلامی کندھوں اور بازووں سے دبالیا آخرکار وہ بھی شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اب حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا وہ بھی بڑی ہی مردانگی کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید کو اپنا امیر منتخب کیا۔ ان کے حُسنِ تدبیر اور شجاعت و بہادری سے مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں لڑائی کے وقت ہی میدان جنگ کا حال بیان کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ زید نے علم لیا اور وہ شہید ہوئے پھر جعفر نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہوئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے لیا وہ بھی شہید ہوئے۔ اس کے بعد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے نشان سنبھالا اور ان کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ آپ یہ فرماتے جاتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جھڑتیں۔

اللہ رب العزت نے آپ کی آنکھوں سے حجاب دور فرما دیا تھا کہ آپ مدینہ شریف میں تشریف فرما ہیں اور سیکڑوں کوس دوری کے حالات دیکھ کر بیان فرما رہے ہیں۔

فائدہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو پہلی مرتبہ اسی جنگ میں سپہ سالاری ملی اور اسی وقت سے آپ کا خطاب سیف اللہ ہوگیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ نے فرمایا کہ انہیں دو پر ملے ہیں وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں آپ کے دونوں بازو کٹ گئے تھے، اس لیے اللہ نے انہیں بدلے میں دو پر دیے، اسی وجہ سے آپ کو جعفر طیار کہا جاتا ہے۔ سرور کائنات ﷺ حضرت جعفر کے بیٹے عبداللہ کو ''یاابنَ ذِی الجَناحین'' کہہ کر پکارتے، یعنی اے دو پر والے کے بیٹے۔ اس دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر کے گھر کھانا بھیجا۔ اور فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کو غم کی وجہ سے کھانا پکانے کا اتفاق نہیں ہوا ہوگا اس لیے ان کے گھر کھانا بھیج دو۔ اور آپ تین دن تک ان کی تعزیت میں مسجد میں بیٹھے۔

باب دوم:
تیئسویں فصل:

فتح مکہ

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاہا کہ مکہ فتح ہو کر اسلام کی شوکت وعظمت ظاہر ہو اور کفر ذلت کے ساتھ جزیرۂ عرب سے نیست ونابود ہو جائے تو اس کی سبیل یہ پیدا ہوئی کہ صلح حدیبیہ میں بنوخزاعہ رسول کریم ﷺ کے حلیف بن گئے تھے اور بنوبکر قریش کے۔ وہ آپس میں لڑ پڑے، اس میں زیادتی بنی بکر کی تھی کہ انہوں نے بنوخزاعہ پر شب خون مارا اور اس میں ان کے بیس آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور قریش نے ان کی خفیہ مدد کی بلکہ عکرمہ بن ابی جہل اور دوسرے سرداران قریش نے منہ چھپا کر بھرپور ساتھ دیا۔ رسول کریم ﷺ کو اسی وقت بالہام الٰہی خبر ہوئی، بلکہ خزاعہ کے رجز[1] کہنے والے نے اسی وقت رات میں آپ کو پکارا اور آپ سے مدد چاہی۔ خدائے تعالیٰ نے ان کی آواز آپ تک پہنچادی آپ نے اس کا جواب دیا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ۔ اس وقت آپ زنان خانے میں وضو فرما رہے تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا جن کے حجرے میں آپ تشریف فرما تھے انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ اس طرح آپ کس کا جواب دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خزاعہ کا رجز کرنے والا پکار رہا ہے اور فریاد کرتا ہے کہ قریش نے بنوبکر کی مدد کی کہ انہوں نے ہم پر شب خون مارے۔ صبح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا کہ رات خزاعہ میں ایک بات ہوگئی۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کا گمان ہے کہ قریش عہد شکنی پر جرأت کریں گے حالانکہ تلوار نے انہیں فنا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے اس لیے عہد توڑا کہ ان پر خدائے تعالیٰ کا ایک حکم ظاہر ہو۔ پھر تین دن کے بعد عمرو بن سالم خزاعی نے خدمت رسول میں پہنچ کر صحابہ کرام کے سامنے سارے حالات نظم میں عرض کیے۔

ابوسفیان کی کوشش:

اس واقعہ کے رونما ہونے کے بعد قریش کو یہ خوف لاحق ہوا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچ گئی تو یقیناً وہ ہم پر فوج کشی کریں گے۔ اس لیے قریش نے ابوسفیان کو سرور اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ حالات کا جائزہ لیں اور صلح کی مدت میں توسیع وتجدید کرلیں۔ ابوسفیان مدینہ پہنچے پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے جو ازواج مطہرات میں سے تھیں۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا۔ ام حبیبہ نے بستر لپیٹ دیا، ابوسفیان نے کہا کہ مجھے بستر پر کیوں نہیں بیٹھنے دیتی۔ ام حبیبہ نے کہا کہ تم مشرک ہو اور نجاست شرک سے بھرے ہو۔ اور یہ بوریا جناب سید الطاہرین (ﷺ) کا ہے۔ اس لیے میں نے لپیٹ دیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ مجھ سے الگ ہونے کے بعد تمہاری عادت بدل گئی ہے۔ ام حبیبہ نے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے

---

[1] رَجز: بفتح رائے مہملہ وجیم وزائے معجمہ۔ وہ اشعار جو لڑائی کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

اسلام کی دولت سے نوازا اور ہدایت سے بہرہ ور کیا۔ اور اے میرے باپ تو قوم کا سردار ہے عقل کا دعویٰ کرتا ہے اور پتھروں کی پوجا کرتا ہے مسلمان نہیں ہو جاتا۔ ابوسفیان نے کہا تعجب ہے۔ تو نے میری بے حرمتی کی۔ اور مجھے کہتی ہے کہ باپ دادا کا دین چھوڑ دوں۔ وہ ناراض ہو کر وہاں سے اٹھ آئے۔ اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر تجدید عہد کے لیے گفتگو کی۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر کے پاس جا کر اپنی عرضی پیش کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عذر کیا اور فرمایا کہ میں اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر اور حضرت فاطمہ نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزاج میں ظرافت تھی۔ جب ابوسفیان نے ان سے اصرار کیا کہ کوئی تدبیر بتاؤ تو آپ نے فرمایا کہ تم مسجد نبوی میں جاؤ اور رسول کریم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر زور سے کہو کہ میں (ابوسفیان) نے قریش کو امان دی محمد ﷺ میری امان نہیں توڑیں گے۔ تم بڑے آدمی ہو قریش کے سردار ہو۔ اس طرح کہہ دو۔ ابوسفیان نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو کار آمد ہوگا۔ حضرت علی نے کہا کہ یہ میں نہیں بتا سکتا۔ میرے ذہن میں ایک بات آئی میں نے کہہ دی۔ حضرت علی کے اس مشورے پر ابوسفیان نے مسجد شریف میں جا کر اسی طرح کہہ دیا۔ اور مکہ روانہ ہو گئے۔ مکہ پہنچنے کے بعد قریش سے صورت حال بیان کی، قریش نے بہت ملامت کی اور کہا کہ نہ تو تم صلح کی خبر لائے کہ اطمینان ہو اور نہ ہی لڑائی کی خبر لائے کہ اس کے لیے تیاری کی جائے۔ اور علی نے تو تیرا مذاق اڑایا تو سمجھ نہ سکا اور وہی کر گئے جو انہوں نے مشورہ دیا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ جو بہت زبان دراز تھی اس نے بھی اپنے شوہر کو بڑی لعنت و ملامت کی۔

حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعہ کا خط:

رسول اکرم ﷺ نے مکہ پر لشکر کشی کی تیاری شروع کر دی، اور خبر رسانی سے توقف فرمایا کہ قریش کو آپ کے ارادے کی خبر نہ ہو اور اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔ حاطب[1] ابن ابی بلتعہ نے قریش کو ایک خط لکھا اس میں سرکار دو عالم ﷺ کی جنگی سرگرمیوں کے بارے میں تحریر کیا اور ایک عورت کے حوالے کیا کہ وہ چپکے سے لے کر مکہ روانہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اس سے آگاہ فرما دیا۔ آپ نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا کہ جلدی سے مکہ کا راستہ اختیار کرو اور ''روضۂ خاخ'' تک جاؤ۔ وہاں ایک عورت ملے گی اس کے پاس خط ہے اسے پکڑ کر لاؤ، یہ تینوں حضرات گھوڑا دوڑاتے ہوئے ''روضۂ خاخ'' پہنچے، وہاں ایک عورت ملی، اس کی تلاشی لی گئی اس کے پاس کوئی خط نہ ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار نکال کر اس عورت کو دھمکایا اور کہا کہ رسول ﷺ نے ہم سے غلط نہیں کہا ہے کہ تیرے پاس خط ہے۔ یقیناً تیرے پاس خط ہے، اور اگر تو مجھے نہ دے گی تو میں تجھے ننگا کر کے تلاشی لوں گا۔ تب اس نے سر کے جوڑوں سے خط نکال کر دیا۔ خط خدمت رسول میں پیش کیا گیا۔ اس میں لکھا تھا۔

---

[1] حاطب: بحائے و طائے مہملہ و بائے موحدہ بروزن فاعل۔ ابن ابی بلتعہ ـ بفتح بائے موحدہ و سکون لام و فتح تائے مثناۃ فوقیہ و عین مہملہ و ہائے ہوز۔ ایک معزز صحابی کا نام۔ منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

بنام سرداران قریش!

رسول کریم ﷺ ایک لشکر جرار کے ساتھ تم پر حملہ کرنے والے میں اگر وہ تنہا بھی تم پر حملہ کریں تو خدائے تعالیٰ انہیں تم پر غالب کرے گا۔تم اپنی فکر کرو۔

آپ نے حضرت حاطب کو بلا کر اس کا پس منظر دریافت کیا، انہوں نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے یہ کام بطور ارتداد نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ سارے مہاجرین قریش کی مکہ میں ایسی قرابت ہے کہ جس کی وجہ سے وہ ان کے خویش و اقارب اور اہل وعیاں کی حفاظت کریں گے۔اور میرا تعلق چوں کہ قریش سے نہیں ہے اس لیے وہ میرے اقارب کی حفاظت نہیں کریں گے۔اور میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح دے گا، میرے اس لکھنے سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔آپ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے۔حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو میں اس منافق کی گردن ماردوں آپ نے فرمایا۔اے عمر یہ اہل بدر سے ہے، اور تم نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر ایک خاص توجہ فرمائی ہے۔اور ان کے حق میں ارشاد فرمایا۔

اِعْمَلُوا مَاشِئتُم فَقَدْ غَفَرتُ لَکُم[1] جو چاہو کرو اللہ نے تمہیں معاف کردیا۔(حدیث قدسی)

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہوگئی اور وہ رونے لگے۔اور کہا کہ خدا اور خدا کے رسول بہتر جانتے ہیں۔آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو رخصت کردیا اور کوئی سزا نہ دی۔

مکہ پر لشکر کشی: اور رسول کریم ﷺ نے مہاجرین، انصار اور دیگر قبائل عرب سے بارہ ہزار مجاہدین کا لشکر ظفر پیکر لیکر مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آرہے تھے۔راستے میں ان سے ملاقات ہوگئی، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عباس کی ہجرت آخری ہجرت ہے جیسے میری نبوت آخری نبوت ہے۔آپ نے ان سے فرمایا کہ مال واسباب مدینہ بھیج دو اور تم ساتھ چلو، جب یہ اسلامی لشکر مکہ کے قریب مقام ''مر الظَّہر ان''[2] میں پہنچا تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر آدمی اپنے خیمے کے آگے آگ روشن کردے اس لیے کہ عرب کا یہی دستور ہے۔آقائے کائنات کے حکم کے مطابق آگ روشن کردی گئی۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اگر یہ لشکر جرار یکبارگی مکہ پر حملہ کردے گا تو سارے قریش تباہ ہو جائیں گے۔وہ لشکر سے نکل کر مکہ کی جانب روانہ ہوئے کہ اگر کوئی مل جائے تو قریش کو زبانی کہلا بھیجیں کہ اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر سوچ لو۔رسول کریم ﷺ رحیم ہیں قریش اگر ان کے ساتھ عاجزی اور نیازمندی سے پیش آئیں گے تو آپ رحم فرمائیں گے۔اُدھر سے ابوسفیان، حکیم بن حزام[3] اور بدیل بن ورقاء گشت کرتے ہوئے ملے۔قریش نے انہیں سراغ رسانی کے لیے بھیجا تھا، انہیں رسول کریم ﷺ کی لشکر کشی کا خوف تھا اور کوئی سراغ نہ

---

[1]: بروایۃ بخاری باب فضل من شہد بدراً۔منہ۔[2]: (مرالظہر ان۔بفتح میم وراء مہملہ مشددہ وفتح ظائے معجمہ وسکون ہاورائے مہملہ والف و نون۔مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام۔منہ رحمۃ اللہ علیہ۔ [3]: حکیم بروزن فعیل بن حزام بکسر حاوزائے معجمہ۔بدیل بضم بائے موحدہ و تحیۃ ودال مہملہ بصیغۂ تصغیر۔بن ورقاء بفتح واؤ وسکون راء وقاف بروزن حمراء۔ یہ دونوں صحابی ہیں اس واقعہ کے بعد دونوں مسلمان ہوگئے۔منہ رحمۃ اللہ علیہ۔

Scanned with CamScanner

ملنے کی وجہ سے ان کے درمیان بے چینی پائی جارہی تھی۔ جب مر الظہران کے ٹیلے پر چڑھے تو آگ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آپس میں طرح طرح کی خیال آرائیاں کرنے لگے۔ بدیل نے کہا یہ قبیلۂ خزاعہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ ان کی فوج اتنی بڑی نہیں کہ اتنی آگ ان کے لشکر کی ہو۔ حضرت عباس وہاں پہنچے ان کی باتیں سنیں اور ابوسفیان کی آواز پہچان کر پکارا اور ابوسفیان نے بھی ان کو پہچانا اور پوچھا کیا حال ہے اور یہ آگ کیسی ہے۔ فرمایا کہ یہ رسول کریم ﷺ کے لشکر کی آگ ہے۔ حضرت عباس ابوسفیان کو لشکر میں لے گئے۔ ابوسفیان کو حضرت عمر نے دیکھ لیا اور چاہا کہ قتل کردیں مگر حضرت عباس نے کہا کہ میں نے اسے پناہ دی ہے۔ حضرت عمر جلدی سے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ابوسفیان کے قتل کی اجازت لے لیں۔ حضرت عباس ابوسفیان کو لے کر خدمت اقدس میں پہلے حاضر ہوئے۔ جب تک حضرت عمر بھی پہنچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ دشمن خدا ابوسفیان ہے بے ایمان اور بے امان آیا ہے حکم ہو تو میں اس کی گردن ماردوں۔ حضرت عباس نے کہا میں نے امان دی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عباس اور حضرت عمر کے درمیان بات بڑھ گئی۔ آنحضور ﷺ نے دونوں کو روک دیا اور حضرت عباس سے کہا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمے میں رکھو اور صبح لے کر حاضر ہونا۔ صبح کو حضرت عباس ابوسفیان کو لیکر سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اخلاق سے پیش آئے اور فرمایا کہ افسوس ہے اے ابوسفیان کہ اب تک تیرا یہ اعتقاد نہیں کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا، آپ بڑے رحیم وکریم ہیں۔ میری ایسی عداوت کے باوجود آپ مہربانی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ واقعی خدا کے علاوہ اور کوئی نہیں کہ میری مدد کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ میری نبوت کی تصدیق کرے۔ ابوسفیان نے تامل کیا، حضرت عباس نے کہا کہ اب تامل کا وقت نہیں ایمان لاؤ ورنہ عمر ابھی آکر تمہارا سر اڑا دے گا۔ ابوسفیان نے کہا: اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ ۔اس کے بعد ابوسفیان آپ سے رخصت ہوگئے۔ حضرت عباس نے عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ ابوسفیان مکہ میں جاکر مرتد نہ ہوجائے۔ آپ انہیں جانے نہ دیجئے۔ انہیں پورا لشکر دکھایا جائے تاکہ ان کے دل میں اسلام کی ہیبت سماجائے۔ آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے۔ ابوسفیان کو روک لو۔ اور پورے لشکر کا مشاہدہ کراؤ۔ حضرت عباس نے لپک کر ابوسفیان کو بلالیا، اور ایک ایسی جگہ لے کر بیٹھ گئے جہاں سے یکے بعد دیگرے پورا لشکر گزرا۔ ابوسفیان کے سامنے سے رسالہ سوار اور پاپیادہ مجاہدین الگ الگ اپنے اپنے سپہ سالاروں کے ساتھ نکلے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ حضرت عباس سے کہا کہ تمہارے بھتیجے تو زبردست بادشاہ ہوگئے۔ حضرت عباس نے کہا کہ یہ پیغمبری ہے بادشاہت نہیں۔ غرض کہ ابوسفیان پورے لشکر کا کروفر تعجب خیز نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ ابوسفیان کے اسلام قبول کرنے کے وقت حضرت عباس نے رسول اقدس سے عرض کیا یا رسول اللہ ابوسفیان اپنے نام ونمود اور اظہار سرداری پر بڑا خوش ہوتا ہے۔ اس کے لیے کچھ ایسی بات ارشاد فرمادیں جس سے اس کا فخر ظاہر ہو۔ آپ نے فرمایا مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِی سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ ۔یعنی جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے اسے امان ہے۔ اور آپ نے مزید فرمایا کہ جو مسجد حرام میں داخل ہو

Scanned with CamScanner

جائے اسے امان، جو ہتھیار ڈال دے اسے امان، جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے امان۔ اس کے بعد شہنشاہ دو عالم ﷺ کا لشکر ہمایوں مکہ میں داخل ہوا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب تک تم سے کوئی لڑائی نہ کرے تم بھی ان سے قتال نہ کرنا۔

ایک طرف سے عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ ایک چھوٹی سی ٹکڑی لے کر حملہ آور ہوئے اس جانب حضرت خالد بن ولید کا لشکر تھا۔ انہوں نے ان سے جنگ کی، لڑائی سخت ہوئی مسلمانوں نے مارتے مارتے کافروں کو مسجد حرام کے دروازے تک پہنچا دیا اس جھڑپ میں کافروں کے چوبیس آدمی مارے گئے۔ جن میں بیس بنی بکر کے تھے، اور چار ہُذَیل کے۔ اور دو مسلمان بھی جام شہادت سے سرفراز ہوئے۔

قاتل اور مقتول دونوں جنت میں:

ایک مسلمان عکرمہ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ آپ نے یہ خبر سن کر تبسم فرمایا، صحابہ کو تعجب ہوا تو آپ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ میں نے دیکھا کہ قاتل اور مقتول دونوں ایک ساتھ جنت میں جا رہے ہیں۔ حاضرین نے اور زیادہ تعجب کیا، کیوں کہ عکرمہ کافر تھا کافر کا جنت میں جانا محال اور لوگ عکرمہ کا مسلمان ہونا بڑا مشکل جانتے تھے۔ مگر آپ کی پیشین گوئی کے مطابق عکرمہ مسلمان ہوئے۔ آگے اس کا تفصیلی ذکر پیش کیا جائے گا۔

اہل مکہ کا قتل:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اعظم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو خدمت اقدس میں یہ استغاثہ پیش ہوا کہ خالد اہل مکہ کو قتل کئے ڈالتے ہیں۔ آپ نے ایک آدمی بھیجا کہ وہ خالد سے کہہ دے۔ اِرْفَعْ عَنْهُمُ السَّيْفَ۔ یعنی قریش سے تلوار اٹھا لو، اس نے جا کر کہا ضَعْ فِيهِم السيفَ یعنی قریش میں شمشیر زنی کر۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قتل کی سرگرمیاں اور تیز کر دیں یہاں تک کہ ستر کافر قتل ہو گئے۔ آپ نے خالد پر عتاب کیا اور حکم نہ ماننے کا سبب پوچھا۔ خالد نے عرض کیا کہ مجھے تو ممانعت کا حکم ملا ہی نہیں، بلکہ قتل کا حکم ضرور پہنچا۔ آپ نے اس حکم لے جانے والے سے تفتیش کی، اس نے کہا کہ راستے میں ایک ہیبت ناک شخص ملا جس کا سر آسمان پر اور پاؤں زمین پر تھا اس کے ہاتھ میں ایک حربہ تھا اس نے مجھ سے کہا کہ تو یوں کہہ ضَعْ فِيهِمُ السَّيفَ یعنی قریش پر شمشیر زنی کر۔ ورنہ میں تجھے اس سے قتل کر ڈالوں گا۔ مجھ پر ایسا رعب طاری ہوا کہ اس بات کے علاوہ کچھ نہ کہہ سکا۔

معلوم ہوا کہ وہ شخص مہیب ایک فرشتہ تھا، اور اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ مقتولان احد کے برابر کافر قتل ہوں۔ اس لیے کہ رسول کریم ﷺ نے احد کے روز جب کہ آپ کے چچا حضرت حمزہ شہید ہوئے تھے کہا تھا کہ جب میں قریش پر غلبہ پاؤں گا تو ان کے ستر آدمیوں کو قتل کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سچ کر دکھائی۔ (روضۃ الاحباب۔ مدارج النبوۃ)

سجدۂ شکر:

مکہ میں داخل ہوتے وقت فاتح مکہ ﷺ نے بطور تواضع اپنا سر مبارک اتنا جھکا دیا کہ ریش مبارک کجاوے سے لگ گئی۔ اور یہ عمل اس خیال سے کیا کہ مکہ سے کس طرح نکلنے کا اتفاق

ہوا تھا اور اب کس عزت وشوکت سے رب العزت نے داخل کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پالان ہی پرسجدہ کیا۔

رسول اکرم ﷺ ام ہانی کے گھر: مکہ پہنچنے کے بعد آقائے کائنات ﷺ ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر گئے۔ آپ نے وہاں غسل فرمایا اور آٹھ رکعت چاشت کی نماز ادا فرمائی۔

ام ہانی نے عرض کیا کہ میرا بھائی علی (رضی اللہ عنہ) فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے جب کہ میں نے اسے امان دی ہے۔ وہ شخص حضرت ام ہانی کے شوہر کا قریبی تھا۔ رسول گرامی وقار ﷺ نے فرمایا کہ جسے تم نے امان دی اسے میں نے بھی امان دی۔

حسن سلوک: فتح مکہ کے بعد قریش کے بڑے بڑے سردار شہر چھوڑ کر بھاگ نکلے جو حاضر تھے اللہ کے رسول نے ان کا قصور معاف کردیا اور ان کی جاں بخشی کی۔ ان سے آپ نے دریافت کیا کہ اے لوگو! تمہارا میرے سلسلے میں کیا گمان ہے؟۔ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ برادر کریم ہیں۔ ہمارے مالک ہوے ہیں، ہم پر رحم فرمائیں گے۔

آپ نے فرمایا میں تمہارے حق میں وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَ ھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ (پ ۱۳۔ یوسف۔ ع ۴) آج تم پر کچھ ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

حق آیا اور باطل مٹ گیا: خانۂ کعبہ کے گرد مشرکین نے تین سو ساٹھ بت رکھے تھے اور ان کے پاؤں سیسے سے جمادیئے تھے۔ رسول کریم ﷺ جس وقت وہاں تشریف لے گئے، ان کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، اور زبان پر اس آیت کریمہ کا ورد۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا (پ ۱۵ ع ۹ بنی اسرائیل) حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ (کنزالایمان)

اور لکڑی سے بتوں کی طرف اشارہ فرماتے۔ جس کے منہ کی طرف اشارہ فرماتے وہ چت گرتا، اور جس کی پشت کی طرف اشارہ فرماتے وہ اوندھا گرتا۔ اسی طرح سارے بت اکھڑا کھڑ کر گر پڑے۔ اور دیوار کعبہ پر جو تصویریں بنائی گئی تھیں انہیں ہمارے آقا ﷺ نے زمزم کے پانی سے دھلوادیا۔ ان میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی بھی تصویریں تھیں، ان کے ہاتھوں میں جوئے کے تیر بنادیئے گئے تھے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین خوب جانتے ہیں کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی یہ کام نہیں کیا۔ یہ کفار کی شرارت ہے۔

فائدہ: یہ جو مشہور ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اونچے بتوں کو اتارنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے مبارک کندھے پر چڑھایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ میرے کندھوں پر سوار

فرمایا کہ تم بار نبوت نہ اٹھا سکو گے[1] اور میں بار ولایت اٹھالوں گا۔ اس سلسلے میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں لکھا ہے کہ جب بت اشارے سے گر پڑے تو حضرت علی کو کندھے پر سوار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ شاید یہ معاملہ کعبے کے اندر واقع ہوا ہو۔

خونِ مُباح: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ مرد اور چھ عورتوں کا خون مباح فرمایا کہ انہیں جہاں پاؤ مار ڈالو۔ مرد یہ ہیں (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) صفوان بن امیہ (۳) وحشی قاتل حضرت حمزہ (۴) عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح (۵) کعب بن زہیر (۶) ہَبّار[2] بن اسود (۷) عبد اللہ بن زِبَعریٰ[3] (۸) عبد العزیٰ بن خَطل[4] (۹) مِقیس[5] بن صُبابہ (۱۰) حارث بن طُلیطِلہ[6] (بصیغۂ تصغیر) (۱۱) حُویرث بن نُقید۔

ان میں سے بعد والے چار قتل ہوئے باقی سب اسلام لائے اور محفوظ رہے۔

عورتیں یہ تھیں۔ (۱) ہندہ زوجہ ابوسفیان (۲) قَرتنا[7] (۳) قُرَیبہ (۴) ارنب (۵) سارا (۶) ام سعد۔ بعد کی چاروں قتل کی گئیں۔ ان کی قدرے تفصیل یہ ہے۔

عبد العُزّیٰ بن خَطَل: یہ آکر کعبہ کے پردوں سے لپٹ گیا لوگوں نے خدمت رسول میں اس کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ اسے وہیں مار ڈالو۔ چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن حرم میں قتل کی اجازت دیدی تھی۔ اس لیے آپ نے وہیں قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

ابن خَطَل پہلے مدینہ میں آکر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کا نام عبد العزیٰ تھا آپ نے بدل کر اس کا نام عبد اللہ رکھا، آپ نے اسے ایک قبیلہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا، اس سفر میں اس نے اپنے خدمت گار کو اس لیے مار ڈالا کہ اس نے کھانا پکانے میں دیر کر دی تھی۔ پھر اس ڈر سے وہ مدینہ واپس نہیں ہوا کہ رسول علیہ السلام قصاص میں اس کے قتل کا حکم کریں گے۔ وہ زکوٰۃ کا مال لے کر مکہ چلا گیا اور مرتد ہو گیا۔ اس لیے آپ نے اس کا خون مباح کر دیا تھا۔ اور وہ مارا گیا۔

---

[1]: شیعہ اس واقعہ سے حضرت علی کی فضیلت پر استدلال کرتے ہیں اور سر خفی کہتے ہیں حالانکہ جو وجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی یعنی تم بار نبوت نہ اٹھا سکو گے۔ یہاں شیعوں نے جو اپنے دل میں سر خفی سمجھ رکھا ہے یعنی اس واقعہ سے حضرت علی کی اولیت ثابت ہے۔ ان کا یہ خیال بالکل باطل ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شب ہجرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر سوار کر کے غار ثور تک لے گئے۔ اس سے حضرت ابو بکر کی افضلیت ثابت ہوتی ہے کہ جو بار حضرت علی نہ اٹھا سکے وہ صدیق اکبر نے اٹھالیا۔ [2]: ہَبّار: بفتح ہائے مہملہ وتشدید بائے موحدہ والف ورائے مہملہ۔ منہ [3]: زِبعری: بکسر زائے معجمہ وفتح موحدہ وسکون عین مہملہ ورائے مہملہ والف مقصورہ کذا فی القاموس۔ منہ [4]: خطل: بفتح خائے معجمہ وطائے مہملہ کذا فی القاموس منہ۔ [5]: مقیس: بکسر میم وسکون قاف وفتح یا وسکون سین مہملہ۔ بن صبابہ بضم صاد مہملہ ودو بائے موحدہ کہ درمیان ہر دو الف است ودر آخر ہا کذا فی القاموس منہ۔ [6]: طلیطلہ: بضم طائے مہملہ اولی وبکسر ثانیہ منہ۔ [7]: قرتنا: بفتح قاف وسکون رائے مہملہ وفتح تائے مثناۃ فوقانیہ ونون۔ [8]: قریبہ۔ بہ قاف بصیغۂ تصغیر۔ یہ دونوں ابن خطل کی لونڈیاں تھیں۔ کذا فی المدارج، منہ۔

مِقیَسُ بن صُبَابَه: اس کا جرم یہ تھا کہ اس کے بھائی ہشام کو ایک انصاری صحابی نے مشرک جان کر قتل کر دیا تھا۔ جس کی رسول کریم ﷺ نے دِیَت بھی دلادی تھی۔ مقیس نے دیت لینے کے بعد انصاری کو قتل کر دیا۔ اور مرتد ہو کر بھاگ نکلا۔ وہ فتح مکہ کے دن مشرکین کے ساتھ ایک گوشے میں شراب پی رہا تھا۔ نُمیلَہ بن عبداللہ لیثی کو خبر ہوئی انھوں نے اسے قتل کر دیا۔

حارث بن طُلَیطله: یہ بھی نبی اکرم ﷺ کو ایذائیں دیا کرتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔

حُوَیرث بن نُقَید: اسے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ وہ اپنے گھر میں موجود تھا۔ حضرت علی اس کی تلاش میں اس کے دروازے پر گئے۔ گھر سے آواز آئی کہ جنگل گیا ہے۔ حضرت علی وہاں سے چلے آئے تب وہ گھر سے نکلا۔ اتفاق سے وہ حضرت علی کو مل گیا انھوں نے اسے فوراً قتل کر دیا۔ یہ ایک شاعر تھا اور رسول اعظم ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا۔ اس لیے اس کا خون مباح کیا گیا۔

عِکرِمَه بن ابی جهل: اس نے مکہ سے راہ فرار اختیار کی۔ اور اس کی بیوی امِ جمیل مسلمان ہوگئی۔ اس نے خدمت رسول میں جا کر عرض کیا کہ یارسول اللہ عکرمہ کو امان دیدی جائے۔ آپ نے امان دیدی۔ ام جمیل نے جا کر عکرمہ سے اس وقت یہ حال بیان کیا جب کہ وہ جہاز پر سوار ہو کر بھاگنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ جب اس نے یہ بات سنی تو کمال تعجب سے کہا کہ میں زندگی بھر انھیں طرح طرح کی ایذائیں دیتا رہا۔ اس پر بھی مجھے امان دی ہے؟ ام جمیل نے کہا کہ ہاں۔ وہ ایسے رحیم و کریم ہیں کہ ان کی تعریف بیان نہیں کی جاسکتی۔ عکرمہ، ام جمیل کے ساتھ ہولیا۔ راستہ میں عکرمہ نے ام جمیل سے مباشرت کا ارادہ کیا ام جمیل نے کہا کہ نہیں تو مشرک ہے۔ تو جب تک مسلمان نہیں ہوگا تجھ سے صحبت حلال نہیں۔ عکرمہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر تعجب کے ساتھ عرض کیا کہ یہ عورت کہتی ہے کہ آپ نے مجھے امان دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سچ کہتی ہے۔ میں نے تجھے امان دی ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ اتنا حلم پیغمبر کے سوا دوسرے سے نہیں ہوسکتا۔ وہ اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ پھر کیا تھا عکرمہ کی مقبولیت عروج کو پہنچ گئی۔ قرآن مجید دیکھ کر ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اور کہتے هٰذا کتابُ ربّی. یہ میرے رب کی کتاب ہے۔ یہ میرے رب کی کتاب ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ابتدائے خلافت میں فتنۂ ارتداد کے دفع کے لیے اور کفار سے جنگ کی خاطر بارہ لشکر منظم کیے تھے۔ ان میں سے ایک لشکر کے سربراہ عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور ان ہی کے عہد میں جنگ اَجنادَین میں شہید ہوئے۔

صَفوان بن امیه: رسول کریم ﷺ سے صفوان بن امیہ نے اسلام قبول کرنے کے لیے مہلت مانگی۔ آپ نے غزوۂ حنین تک مہلت دیدی۔ اس لیے کہ آپ نے صفوان سے کچھ زِرہیں بطور عاریت لی تھیں۔ فتح حنین کے بعد بہت ساری غنیمتیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ سارا پہاڑ غنیمت کی بھیڑوں، بکریوں اور دنبوں سے بھرا ہوا تھا۔ صفوان بن امیہ نے دیکھ کر تعجب کیا اور کہا کہ کیا ہی مواشی کی کثرت

Scanned with CamScanner

ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سب کی سب میں نے تمہیں ہبہ کیں۔ اسی وقت صفوان مسلمان ہو گئے۔ اور کہا کہ اتنی سخاوت سوائے نبی کے دوسرے سے نہیں ہو سکتی۔

وحشی: وحشی یکبارگی آ کر مسلمان ہو گیا۔ اور اس کا قصور معاف ہو گیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے مہلت لی تھی۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تب مسلمان ہوا۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (پ ۲۴ رکوع ۳ زمر)

تم فرماؤ اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان)

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت وحشی نے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ عہد صدیقی میں جنگ یمامہ اسی کے مقابلہ میں ہوئی تھی۔ جس میں وہ وحشی کے ہاتھوں مارا گیا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح: یہ کاتب وحی تھا اس کا قصور یہ تھا کہ آیات کے آخر میں اس طرح کے الفاظ جیسے وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ یا إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ. میں تغیر وتبدل کر دیتا اور کبھی ایسا ہوا کہ آگے آپ کچھ ارشاد فرمائیں اس سے پہلے ہی اس طرح کے الفاظ اس کی زبان پر گزر گئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہی لکھ لو۔ اس نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ محمد (ﷺ) کو خبر نہیں ہوتی میں جو چاہتا ہوں لکھ دیتا ہوں۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ مجھ پر بھی وحی آتی ہے۔ اور مرتد ہو کر راہ فرار اختیار کی۔

فائدہ: علمی امور میں یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ شاگرد اور سامعین کے دل پر اکثر استاد یا عالم کے افاضے کا عکس پڑتا ہے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جو بات استاد یا عالم کو بتانی ہوتی ہے۔ وہی شاگرد یا سامع کے دل میں نقش ہو جاتی ہے۔ یہی معاملہ ابن سعد کا بھی تھا کہ بعض کلمات اس کی زبان پر جاری ہو گئے۔ مگر شیطان نے اسے گمراہ کیا اور وہ مرتد ہو گیا۔

وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ وہ اسے لے کر خدمت رسول میں حاضر ہوئے اور اس کی معافی کی بڑی سفارش کی نتیجۃً اسے معاف کیا گیا۔ وہ اسلام لایا اور اس کا اسلام قبول ہوا۔ اس کے بعد جب رسول کریم ﷺ کو دیکھتا تو مارے شرم کے بھاگ جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت آپ سے بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ کہہ دو شرمائے نہیں، سامنے آیا کرے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں افریقہ، انہیں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ وہ مصر کے حاکم بھی بنائے گئے۔ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد وہ مسلمانوں کے خون سے بچنے کی خاطر کسی طرف شریک نہیں ہوئے۔

کُعب بن زُہَیر[1]: کعب بن زہیر کا قصور یہ تھا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجو کی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس نے خبر سنی کہ محمد (ﷺ) نے

1: بفتح بزائے معجمہ وہا در آخر رائے مہملہ صیغۂ تصغیر۔ ۱۲ منہ

Scanned with CamScanner

نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اس نے اپنے بھائی کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی پرانی جان پہچان تھی اس لیے پہلے وہ ان سے ملا اور ان کی رہنمائی پر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ کعب پر یہ بات ناگوار گزری کہ بغیر میرے مشورے کے کیوں مسلمان ہو گیا۔ غصے میں اس نے کچھ اشعار لکھ کر بھیجے ان میں سے ایک بیت یہ ہے ۔

سَقَاکَ اَبُوبکر بکَاسٍ رَدِیَّۃٍ　　　فَانْھَلَکَ الْمَاْمُوْرُ مِنْھَا وَ عَلَّکَا

ابوبکر نے تجھے برا پیالہ پلایا۔　　　پھر تجھے مامور نے اس سے سیراب کیا اور مکرر دیا۔

مامور محاورے میں اس شخص کو کہتے ہیں جس کا جنوں سے رابطہ ہو، اور اسے جن کی بات معلوم ہو۔ اس نے اس سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کنایہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اور بہت ساری ہجو کی تھی۔ اس لیے رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون مباح فرما دیا تھا۔ وہ فتح مکہ کے بعد ہاتھ نہ آیا۔ جب آپ مدینہ رونق افروز ہوئے تو اس نے بھی مدینہ کا قصد کیا۔ دن میں چھپا رہتا اور رات میں سفر کرتا۔ آپ مسجد شریف میں تشریف فرما تھے، یکبارگی اس نے مسجد کے دروازے پر اونٹنی بیٹھا کر کہا میں کعب بن زہیر ہوں اور پڑھتا ہوں۔ اشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً رسول اللّٰہ۔ اس کے بعد اس نے شان رسالت میں لکھے ہوئے نعتیہ اشعار سنائے جو قصیدہ بانت سعاد کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ اشعار سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور اپنی چادر مبارک بطور انعام عطا فرمائی۔ اور قصیدے کے اس شعر میں آپ نے اصلاح بھی فرمائی۔

إنَّ الرسولَ لَسَیفٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ　　　مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوفِ الْھِنْدِ مَسْلُوْلُ

لسیف کی جگہ آپ نے لَنُوْر کر دیا۔ اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے پوچھا کعب! یہ شعر تیرا ہی ہے؟

سقاک ابوبکر بکاسٍ ردیَّۃٍ　　　فانْھَلَکَ المامورُ منھا وعلَّکا

اس نے اپنی ذہانت کے زور پر اس شعر میں دو ایسے حروف بدل دیے جس سے یہ شعر ہجو سے نکل کر مدح میں داخل ہو گیا۔ اس نے کہا کہ یہ شعر تو میرا ہی ہے لیکن اس میں "ردِیّہ" دال سے نہیں بلکہ "رَوِیّہ" واو سے ہے۔ یعنی بھرا ہوا خوشگوار، اور "مامور" نہیں ہے بلکہ "مامون" ہے یعنی وہ ایسے شخص ہیں جو خدا کی وحی میں امانت دار ہیں۔ کعب کی اس حاضر جوابی اور جودتِ ذہنی سے آپ بہت خوش ہوئے۔

منقول ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کعب سے دس ہزار دینار قیمت دے کر وہ مبارک چادر خریدنی چاہی مگر انھوں نے فروخت نہیں کی۔ اور کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تبرک ہرگز نہیں بیچوں گا۔ ان کی وفات کے بعد امیر معاویہ نے ان کی اولاد سے وہ چادر بیس ہزار دینار میں خرید لی۔

ھَبَار بن اَسْوَدْ[۱]: ہبار بن اسود کا جرم یہ تھا کہ جب ابورافع اور مَسْلَمہ بن اسلم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق مکہ پہنچے کہ بنت رسول حضرت بی بی زینب کو مدینہ

۱: بفتح ہا و تشدید بائے موحدہ و رائے مہملہ در آخر۔ کذا فی معارج النبوۃ ۱۲ منہ

Scanned with CamScanner

لائیں۔ وعدہ کے مطابق ان کے شوہر ابوالعاص نے ہودج میں بٹھا دیا۔ جب یہ لوگ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو ہبار چند قریشی اوباش کو لے کر پہنچا اور بی بی زینب کو ایک نیزہ مارا جس کی وجہ سے وہ ایک پتھر پر گر پڑیں اور ان کا حمل ساقط ہوگیا۔ اور بیمار ہوکر اسی صدمے سے مر گئیں۔ اسی لیے آپ نے اس کا خون مباح کیا تھا۔ وہ فتح مکہ کے روز نہ ملا۔ جب آپ مدینہ شریف واپس ہوگئے اور صحابہ کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یکبارگی اس نے حاضر خدمت ہوکر کہا میں اقرار اسلام کے ساتھ آیا ہوں۔ اور کلمہ پڑھا۔ آپ نے اس کا قصور معاف فرمادیا:

ہِندہ: یہ چند عورتوں کے ساتھ بارگاہ رسالت میں آئیں اور مسلمان ہوگئیں۔ اور عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں آپ کو سب سے بڑا دشمن سمجھتی تھی اور اب میں آپ کو سب سے زیادہ دوست رکھتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی محبت میں اور اضافہ ہوگا۔ ہندہ اپنے گھر پہنچیں اور سارے بت توڑ ڈالے۔ اور کہا کہ اب تک میں تمہارے فریب میں تھی۔ انھوں نے خدمت اقدس میں بکریوں کے دو بچے ہدیۃً پیش کیے۔ اور یہ عذر پیش کیا کہ میرے پاس بکریاں کم ہیں۔ آپ نے ان کی بکریوں کے لیے دعائے برکت کی۔ ان کی بکریاں زیادہ ہوگئیں۔ ہندہ کہتی ہیں کہ یہ ساری برکت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔

قَرْتَنا: یہ ابن خطل کی لونڈی تھی۔ یہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی۔ فتح مکہ کے بعد بھاگ گئی۔ لوگوں نے اس کے لیے امان طلب کی اور وہ حاضر ہوکر مسلمان ہوگئی۔

قُرَیْبَہ: یہ بھی ابن خطل کی لونڈی تھی شان رسالت میں ہجو گایا کرتی۔ اور قتل کی گئی۔

اَرنَب: یہ ابن خطل کی آزاد کردہ باندی تھی۔ یہ ہجو کیا کرتی تھی اور ماری گئی۔

سارہ: یہ اولاد مطلب میں سے کسی کی لونڈی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل کی گئی۔

ام سعد: یہ بھی قتل کی گئی۔ اس کا مزید حال معلوم نہیں کہ کون تھی۔ اس کا کیا جرم تھا۔ اور اسے کس نے قتل کیا۔

کعبہ کی کنجی: مکہ شریف میں رونق افروزی کے دوران رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ کے اندر داخل ہونے کا ارادہ فرمایا: عثمان بن طلحہ سے کنجی طلب کی۔ وہ لے کر حاضر خدمت ہوئے، آپ کعبے کے اندر داخل ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاجیوں کا سقایہ (پانی پلانے کی ذمہ داری) مجھ سے متعلق ہے۔ اس لیے کنجی مجھے عنایت کی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی کنجی کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا. (پ۵۔ ع۵۔ نساء) بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔ (کنزالایمان)

آپ نے کنجی عثمان بن طلحہ کو دیدی اور فرمایا کہ ہمیشہ کے لیے لو، اور تم سے وہی لے گا جو ظالم ہوگا۔ اس پیشین گوئی کے مطابق خانہ کعبہ کی کنجی اب تک خاندان عثمان میں چلی آرہی ہے۔

حضرت عثمان بن طلحہ کے کوئی اولاد نہیں تھی اس لیے انھوں نے وفات کے وقت کنجی اپنے بھائی شیبہ کے حوالے کردی۔ وہ کنجی شیبہ کی اولاد میں رہی۔ اسی لیے کنجی کے مالک کو شیبی کہا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن طلحہ کو کنجی حوالے کرنے کے بعد وہ بات یاد دلائی جو ہجرت سے پہلے پیش آئی تھی۔ کہ آپ نے ایک مرتبہ ہجرت سے پہلے عثمان بن طلحہ سے کعبہ شریف کھولنے کو کہا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا۔ عثمان نے کہا کہ جس دن ایسا ہوگا۔ قریش بہت زیادہ ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس دن قریش کو بڑی عزت وسربلندی حاصل ہوگی۔ اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا:

باب دوم:

چوبیسویں فصل: غزوۂ حُنَین

غزوۂ حنین فتح مکہ کے بعد واقع ہوا۔ حنین اطراف طائف میں ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں کے کفار جنگ کے ارادہ سے اکٹھا ہوئے تھے۔ جب اس کی خبر رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے بارہ ہزار مجاہدین کا لشکر ہمایوں لے کر ان پر چڑھائی کی۔ جب کفار اپنے سارے ساز وسامان اور مویشی کے ساتھ نکلے تو کسی نے بارگاہ رسول اعلیٰ میں اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: انشاء اللہ ان کے سارے مال واسباب مسلمانوں کی غنیمت ہوں گے۔ اور ٹھیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کے مطابق ہوا۔ کفار کا سردار عوف بن مالک تھا۔ اولاً مسلمان تنگ جگہ میں تھے قبیلۂ ہوازن کے لوگوں نے مسلمانوں پر بری طرح تیر برسانا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے اکثر لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغلۂ شہبا یعنی دُلدُل پر سوار تھے۔ اور پیش قدمی کیے جا رہے تھے۔ اور بطور رجز یہ فرماتے جاتے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبُ   اَنَاابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

بے شک میں نبی ہوں   اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث نے بڑھ کر دلدل کی لگام تھام لی تا کہ آگے نہ بڑھ جائے۔ آپ کے چچا حضرت عباس بھی وہیں موجود تھے۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ صحابہ کو پکارو انھوں نے مہاجرین اور انصار کو اے اصحاب سمرہ کہہ کر پکارا۔ چونکہ بیعت رضوان درختِ سَمُرہ (ببول کے پیڑ) کے نیچے ہوئی تھی۔ اس لیے بیعت رضوان کے شرکاء اصحاب سمرہ کہلاتے ہیں۔ حضرت عباس کی آواز سن کر سارے صحابہ یکبارگی پلٹ پڑے۔ اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ کافروں نے بری طرح شکست کھائی، اور مسلمانوں کو فتح عظیم نصیب ہوئی۔ اس غزوے میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کی جماعت بھیجی۔ آپ نے مٹھی بھر خاک اور کنکریاں لے کر کافروں کے لشکر پر پھینکیں اور فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوهُ۔ یہ چہرے بگڑ جائیں۔ کافروں کے اوپر یہ خاک پڑتے ہی ان کی شکست کے آثار ظاہر ہوگئے۔

Scanned with CamScanner

فائدہ: بعض مسلمانوں کے دل میں یہ بات پیدا ہوگئی تھی کہ ہمیشہ ہم کم ہوتے اور کفار زیادہ تو ہم کامیاب ہوتے، اور اب ہم زیادہ ہیں اور کفار کم تو اب ہمیں فتح سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ (کفار کی تعداد چار ہزار تھی) خدائے تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ ابتدائے جنگ میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے:

وَیومَ حُنَینٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئاً وَ ضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلیٰ رسولہ و علیٰ المومنین وَاَنْزَلَ جُنُوداً لَّمْ تَرَوْھَا وعَذَّبَ الَّذِیْنَ کفروا وذٰلك جزاء الکٰفرین۔ (التوبہ پ ۱۰ ع ۱۰ آیت ۲۶/۲۵)

اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے۔ پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر، اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا، اور منکروں کی یہی سزا ہے۔ (کنز الایمان)

مسلمانوں کو بے شمار مال غنیمت ملے، بھیڑ، بکری، دنبے سے پورا ایک پہاڑ بھر گیا۔ وہ سب آپ نے صفوان بن امیہ کو عنایت فرمایا: جس سے متاثر ہو کر وہ داخل اسلام ہوا۔

جنگ اوطاس اور محاصرۂ طائف: حنین سے شکست کھا کر بھاگنے والے کفار کی فوج سے کچھ افراد اوطاس میں جا کر ٹھہرے، اور کچھ نے طائف کے قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ اس لیے کفار کی ان فوجوں کو مکمل طور پر شکست دینے کے لیے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوطاس کی جانب حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک چھوٹی سی فوج بھیجی۔ حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ پھر ان کے بھتیجے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمان سنبھالی اور کفار کے چھکے چھڑا دیے۔ وہ شکست کھا کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے اور سب کے سب گرفتار ہوئے۔ (از فیضی)

اصحاب اوطاس کی سرکوبی کے بعد آپ نے قلعۂ طائف کا محاصرہ کیا۔ اس میں ہوازن اور ثقیف کے مشرکین کے ساتھ عوف بن مالک بھی چھپا ہوا تھا۔ کفار نے اس قلعہ میں سال بھر کا ضرورت کا سامان رکھ لیا تھا۔ پندرہ دن تک قلعہ کا محاصرہ رہا۔ اسی دوران آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ دودھ کا ایک بڑا پیالا آپ کے سامنے ہے۔ ایک پرندہ نے آ کر اس میں چونچ ماری اور دودھ گرا دیا۔ آپ نے یہ خواب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا۔ انھوں نے اس کی تعبیر میں عرض کیا کہ یہ قلعہ ابھی فتح نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ بالکل درست ہے۔ اور محاصرہ اٹھالیا گیا۔ اس کے بعد وہ قلعہ خود بخود فتح ہوا۔ عوف بن مالک اور قبیلۂ ہوازن کے سارے لوگ مسلمان ہوگئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عوف کو ان کا امیر بنا دیا۔ انھوں نے قبیلۂ ثقیف سے مقابلہ کر کے انھیں بھی مسلمان بنالیا۔

حُنین کا مال غنیمت: حنین سے حاصل شدہ غنیمت کا بیشتر حصہ آپ نے قریش کے نو مسلم حضرات کو دیدیا۔ اس پر انصار کے حقیقت ناشناس حضرات نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مال غنیمت قریش کو ملتے ہیں، حالانکہ اب تک ہماری تلواروں سے قریش کے خون ٹپک رہے ہیں۔ جب رسول کریم

Scanned with CamScanner

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے سب انصار کو ایک خیمے میں جمع کیا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ اے قوم انصار! کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے سمجھدار لوگوں نے تو ایسی بات نہیں کہی ہے۔ ہاں چند نئی عمر کے لوگوں نے کچھ کہہ دیا ہے۔ آپ انھیں مخاطب کر کے ان پر اپنے احسانات شمار کرنے لگے کہ

''میں نے تمھیں ہدایت کی، تمھیں شرک سے نکال کر راہ حق پر لا کھڑا کیا، جنت میں جانے کے قابل بنایا۔ اور تمھیں عزت و سربلندی سے نوازا۔ اس کے علاوہ اور دیگر احسانات آپ نے شمار کیے۔''

انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حق فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے احسانات بیان کرو۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کیا عرض کریں۔ آپ نے فرمایا کہ تم یہ کہو کہ

''ہم نے تمھیں اپنے گھر میں جگہ دی۔ اور تمہاری مدد کی۔ اسی قسم کی اور دوسری باتیں آپ نے ارشاد فرمائیں۔''

پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے قوم انصار! یہ قریش نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں مناسب معلوم ہوا کہ ان کی دلجوئی کی جائے۔ اور انھیں بہت صدمے پہنچے تھے۔ انھیں مال زیادہ دیا تا کہ ان کا صدمہ دور ہو۔ کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ لوگ یہاں سے مال غنیمت لے کر اپنے گھر جائیں، اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھر جاؤ۔ حضراتِ انصار نے بیک زبان عرض کیا یا رسول اللہ ہم راضی ہیں۔ ہمیں صرف اللہ کا رسول چاہیے۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ طیبہ کا عزم فرمایا۔

باب دوم:

پچیسویں فصل:

وُفُود کی آمد

خانہ کعبہ کی عظمت عرب کے دل میں بہت زیادہ تھی، عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ کعبہ پر باطل قوت کبھی بھی غالب نہیں آئے گی۔ اصحاب فیل کا برا حال وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے، اس لیے فتح مکہ کے بعد سارے عرب کو اسلام کی حقانیت کا اعتقاد ہو گیا۔ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ دیہات اور قبیلوں کے لوگ بھی مسلمان ہونے لگے۔ کچھ لوگ اسلام کی بات سیکھنے کی خاطر خدمت رسول میں حاضر ہوتے۔ یہی لوگ ''وَفد'' کہلاتے ''وفود'' وفد کی جمع ہے۔ ۹ھ میں وفود کثرت سے آئے۔ اس لیے اس سال کو ''عامُ الوفود'' کہا جاتا ہے۔ آپ وفود کی بہت خاطر داری کرتے اور انھیں بہ توقیر و تواضع ٹھہراتے۔ اور بوقت رخصت انعامات سے بھی نوازتے۔

Scanned with CamScanner

وفد بنی حَنِیْفَہ: آپ کی خدمت میں ملک یمامہ کے ایک قبیلہ بنو حنیفہ[1] کا ایک وفد حاضر ہوا اس وفد میں جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ اس کے ساتھی مسلمان ہو گئے۔ وہ سامنے نہیں آیا۔ ایک دوسری جگہ تھا اس نے وہیں سے خبر بھیجی کہ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ بنا دیں۔ آپ اس کے پاس خود تشریف لے گئے آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ شاخ بھی مجھ سے مانگے گا تو میں نہیں دوں گا۔ اور جو خدائے تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کیا ہے وہ ٹلے گا نہیں۔ اور تو میرے بعد رہے گا تو خدائے تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا۔

یمن میں اَسْوَدْ عَنْسِی[2] نامی ایک شخص تھا۔ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ سونے کے کنگن آپ کے دونوں ہاتھوں میں پڑے ہیں۔ وہ آپ کو گراں معلوم ہوئے۔ آپ کو حکم ہوا کہ آپ ان پر پھونک ماریں۔ آپ نے پھونک ماردی۔ وہ دونوں اڑ گئے۔ آپ نے صحابہ کرام سے خواب بیان فرما کر یہ تعبیر ارشاد فرمائی کہ کنگن سے مراد یہ ہے کہ دونوں کذاب ہیں۔ یمامہ والا یعنی مُسَیلَمہ اور یمن والا یعنی اسود عنسی۔ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ برباد کرے گا۔

فائدہ: علمائے محققین نے اس تعبیر کی وجہ یہ بتائی ہے کہ سونا دنیاوی زینت کی ایک شکل ہے دعویٰ نبوت سے ان دونوں کی غرض حصول دنیا تھی۔ لہذا خواب میں یہ صورت نظر آئی۔ وہ آپ کے تصرفات عامہ کو روکنا چاہتے تھے۔ اور ہاتھ آلۂ تصرف ہے۔ لہذا بھاری کنگن کی شکل میں ہاتھوں میں معلوم ہوئے۔ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق اسود آپ کے سامنے، مارا گیا۔ یمن کے بعض علاقے پر اس نے دخل کر لیا تھا۔ فیروز نامی ایک صحابی تھے۔ انھوں نے اس کی بیوی سے بات کی وہ مسلمان تھی اور فیروز کی چچازاد بہن تھی۔ بحر اسود کے پاس رہتی تھی۔ فیروز ایک دن اسود کے مکان میں پیچھے سے نقب لگا کر اندر گئے اور اسے قتل کیا۔ قتل کے وقت اس نے ایک زوردار آواز نکالی۔ باہر سے دروازے کے پہرہ داروں نے پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے۔ اس کی بیوی نے کہا کہ تمہارے پیغمبر پر وحی آ رہی ہے یہ اسی کی آواز ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز مدینہ میں اسود عنسی کے قتل کی خبر دی۔ اور مسیلمہ کذاب بہت بڑی طاقت وقوت کا مالک ہوا۔ اس نے ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا لیا۔ عہد صدیقی میں حضرت وحشی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ جو خالد بن ولید کے لشکر میں شامل تھے۔

---

[1] بنو حنیفہ: بفتح حائے مہملہ و بکسر نون و یائے تحتانیہ و بفتح فا و ہا در آخر۔ یمامہ میں ایک قبیلہ ہے۔ ۱۲ منہ

[2] عنسی: عنس کی طرف نسبت ہے۔ عنس۔ بفتح عین مہملہ و سکون نون و سین مہملہ در آخر یہ یزید بن مالک بن اود کا لقب ہے۔ جو یمن میں ایک قبیلہ کا باپ تھا۔ کذا فی القاموس۔ منہ

Scanned with CamScanner

باب دوم:
چھبیسویں فصل:

غزوۂ تبوک

مشہور غزوات میں غزوۂ تبوک[1] عظیم اہمیت کا حامل ہے۔تبوک اطراف شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اسلامی لشکر نے وہیں قیام کیا تھا۔اس لیے اسے غزوۂ تبوک کہا جاتا ہے۔اور چونکہ بڑی تنگی اور دشواری کے ایام میں اس جنگ کی تیاری ہوئی تھی اس لیے اسے غزوۂ عُسرہ بھی کہا جاتا ہے۔اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ بادشاہ روم ہرقل آپ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔تو آپ نے مناسب سمجھا کہ اس سے پہلے اسی پر لشکر کشی کر دی جائے۔اس کے لیے آپ نے قبائل عرب میں اطلاع بھیجی۔خبر پاتے ہی تیس ہزار مسلمانوں کا لشکر جرار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا۔آپ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ عزم جہاد کی سمت کو چھپائے رکھتے۔مگر اس غزوہ میں آپ نے صاف صاف مسلمانوں کو اپنے ارادہ سے باخبر کر دیا۔اس لیے کہ سفر دور کا ہے۔اور موسم گرم ہے لوگ اپنے ضروری انتظامات کے ساتھ عزم کریں۔اور آپ نے اس بات کی ترغیب دی کہ لوگ اپنی استطاعت کے مطابق اس غزوہ کے ضروری سامان خدمت اقدس میں حاضر کر دیں۔اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس لشکر کا سامان مہیا کرے گا اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں بھی پیش قدمی کی اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جنت کے حقدار ہوئے۔اور آپ نے اتنا مال دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی زیادہ خوش ہوئے۔بیان کیا جاتا ہے کہ لشکر میں کل تیس ہزار آدمی شامل تھے۔ان میں سے بیس ہزار کا سامان خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کر دیا تھا۔اس وقت ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں عثمان سے راضی ہوں۔اے اللہ تو بھی ان سے راضی ہو۔اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد کوئی بھی عمل عثمان کو نقصان نہ پہنچائے گا۔

کارِ خیر میں پیش قدمی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ کار خیر میں مجھ سے سبقت لے جاتے۔غزوۂ تبوک کے زمانے میں، میں بہت زیادہ خوش حال تھا۔میں نے سوچا کہ اس مرتبہ میں صدیق اکبر پر سبقت لے جاؤں گا۔اس خیال سے اپنے مال کا آدھا حصہ خدمت رسول میں حاضر کر دیا۔آپ نے پوچھا عمر! اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑا ہے میں نے کہا اتنا ہی۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سب مال لے کر حاضر خدمت ہوئے۔آپ نے پوچھا بال بچوں کے لیے کیا چھوڑا۔انھوں نے عرض کیا خدا اور اس کا رسول۔آپ نے ارشاد فرمایا: مَابَیْنَکُما مَا بَیْنَ کَلِمَاتِکُماَ۔یعنی تم دونوں کے مراتب میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے کلمات میں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل وعیال کے لیے خدا اور رسول کو بتایا اور حضرت عمر نے مال کو۔ظاہر ہے کہ دونوں باتوں میں

[1] تبوک: بفتح تائے مثنات فوقانیہ وضم بائے موحدہ۔۱۲ منہ

بہت بڑا فرق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ پر کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔

حضرت علی کی نیابت:

تبوک کی طرف روانگی کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مدینہ ہی میں رہیں۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ علی! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہی بنو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون ہوئے مگر میرے بعد نبوت نہیں۔ یعنی جس طرح کوہ طور پر جاتے وقت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اپنا نائب بنایا تھا ایسے ہی اس سفر میں میں تمھیں نائب بنا رہا ہوں۔

لشکر اسلام تبوک میں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں تیس ہزار کا لشکر جرار تبوک میں پہنچ کر وہیں قیام پذیر ہوا۔ اور ہرقل[1] چونکہ آپ کو نبی برحق سمجھتا تھا اس لیے آپ کی طرف مارے ڈر کے رخ نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف و جوانب میں لشکر بھیجا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ حاکم دُومَۃُ الجَندَل[2] اُکَیدِر[3] کے پاس بھیجا۔ اور فرمایا کہ تم اسے نیل گائے کے شکار میں پکڑ لوگے۔ اور ٹھیک ایسا ہی ہوا کہ جس وقت حضرت خالد بن ولید اس کے قلعے کے نیچے پہنچے وہ قلعے سے اترا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ چاندنی رات تھی یکبارگی ایک نیل گائے نے قلعہ کی دیوار سے اپنا بدن رگڑنا شروع کیا۔ اکیدر کو نیل گائے کے شکار کا بے حد شوق تھا۔ وہ شکار کی نیت سے قلعہ کے نیچے اترا۔ اس کا بھائی بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ مارا گیا۔ اور اکیدر گرفتار ہوا۔ حضرت خالد اسے خدمت اقدس میں لے آئے۔ آپ نے اس کے لیے رہائی کا پروانہ جاری کر دیا۔ اور اکیدر نے بطور نذر کچھ مقرر کر دیا۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اکیدر بعد میں مسلمان ہو گیا۔

اَبُو ذَرِ غِفَارِی تبوک کی طرف:

حضرت ابوذر[4] غفاری[5] رضی اللہ عنہ لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے ان کا اونٹ تھک گیا تھا۔ اس لیے وہ اپنے کندھے پر ضروری سامان لاد کر پیدل تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ پاپیادہ چلے آرہے تھے دور سے پہچانے نہیں جاتے تھے قریب آئے تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ ابوذر ہیں۔ جب وہ تبوک میں حاضر ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مرحبا" کہا اور فرمایا کہ پروردگار عالم ابوذر پر رحم کرے کہ اکیلا چلا آتا ہے۔ اور فرمایا کہ ابوذر اکیلے ہی زندگی گزاریں گے اور اکیلے ہی دنیا سے جائیں گے۔ تو ٹھیک ایسا ہی ہوا کہ عہد عثمانی میں حضرت ابوذر رَبَذہ[6] نامی ایک گاؤں میں اکیلے جا بسے۔ اور تنہا وفات پائی اتفاقاً کوفہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت آگئی ان لوگوں نے وہیں ان کی تجہیز و تکفین کی۔

---

۱ ہرقل: بکسر ہا و فتح رائے مہملہ و سکون قاف و لام در آخر۔۱۲ منہ

۲ دومۃ الجندل: بضم دال مہملہ و سکون واو و فتح میم و جیم و دال مہملہ ثانیہ و سکون نون میان جیم و دال ثانیہ و لام در آخر۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ قاموس ۱۲ منہ

۳ اکیدر: بدال و رائے مہملتین۔ بصیغۂ تصغیر ۱۲ منہ

۴ ابوذر: بفتح ذال معجمہ و رائے مہملہ مشددہ در آخر۔ ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ

۵ غفاری: بکسر غین معجمہ و فتح فا و رائے مہملہ در آخر۔ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ ۱۲ منہ

۶ ربذہ: بفتحات رائے مہملہ و بائے موحدہ و ذال معجمہ مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ

Scanned with CamScanner

تبوک سے واپسی: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں دو مہینے قیام فرمایا: اس کے بعد صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ صلاح دی کہ یارسول اللہ! آپ کا رعب اور دبدبہ ہرقل پر طاری ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ مارے ڈر کے مقابلہ میں نہیں آیا۔ اب ہمیں آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ سے اتفاق فرمایا اور مدینہ واپس چلے آئے۔

مسجد ضرار: ابو عامر راہب جو قبیلۂ خزرج[1] کا بہت بڑا فسادی آدمی تھا۔ اس نے پچھلی کتابیں پڑھی تھیں جس کی وجہ سے نصرانی ہو گیا تھا۔ پہلے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر اہل مدینہ سے بیان کرتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو وہ حسد اور شیطان کے بہکاوے میں آکر ایمان نہ لایا۔ اور آپ کی عداوت میں سرگرم رہا۔ غزوہ بدر کے بعد وہ مدینہ سے بھاگ گیا۔ اور قریش کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوا۔ مسلمانوں پر سب سے پہلا تیر اسی نے چلایا۔ اس کے بعد وہ روم چلا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ بادشاہ روم کے لشکر کے ساتھ آپ پر حملہ آور ہو۔ لیکن اس کی یہ اسکیم کامیاب نہ ہوسکی۔ پھر مدینہ آنا چاہا۔ اور مدینہ کے منافقوں کو یہ کہلا بھیجا کہ وہ ایک مسجد بنائیں جس میں بیٹھ کر میں تعلیم و تلقین کروں گا۔ اور مشورے کے لیے وہ ایک جگہ ہو جائے گی۔ آپ کے تبوک تشریف لے جانے سے پہلے ہی منافقوں نے مسجد قبا[2] کے مقابلے میں ایک مسجد بنا دی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر استدعا کی کہ آپ چل کر اس میں نماز پڑھ دیں۔ (تا کہ برکت ہو) آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں جہاد کے لیے تیار ہو چکا ہوں وہاں سے واپسی کے بعد دیکھا جائے گا۔ جب منافقین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ واپس آنے کی خبر سنی تو ان میں سے کچھ لوگ خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے جو مسجد بنائی ہے آپ چل کر وہاں پہلے نماز پڑھیں تا کہ برکت ہو۔ غرض یہ تھی کہ اسی بہانے اس مسجد کو رونق حاصل ہو جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے منافقین کی چالبازیوں اور مکاریوں سے اپنے حبیب کو مطلع کیا اور سورہ توبہ کی آیتیں نازل فرمائیں تا کہ ان کا نفاق اور اسلام دشمنی بے نقاب ہو جائے۔ اس مسجد کے بارے میں خصوصیت سے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوا مَسْجِداً ضِرَاراً وَّكُفْراً وَّ تَفْرِيْقاً بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَاداً لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ۔ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى۔ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَاتَقُمْ فِيْهِ اَبَداً۔ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ (پ ۱۱۔ ع ۲۔ توبہ۔)

اور وہ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو، اور اسکے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے۔ اور ضرور قسمیں کھائیں گے۔ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں۔ اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا بے شک وہ مسجد (مسجد قبا) کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ وہ (مسجد قبا) اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔ اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔ (کنز الایمان)

---

1 خزرج: بفتح خائے معجمہ و سکون زائے معجمہ و فتح رائے مہملہ و جیم در آخر۔ انصار کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ

2 قبا: بضم قاف و فتح بائے موحدہ بدو ہم بہ قصر۔ مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ

ان آیتوں کے نازل ہونے کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کو منہدم کرادیا اور اس میں آگ لگوادی۔

غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے والے: منافقین کے علاوہ تین مخلص صحابۂ کرام بھی غزوۂ تبوک میں حاضر نہ ہوئے۔ان کے نام یہ ہیں:

(۱) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، یہ بدری نہ تھے۔مگر بیعت عقبہ میں حاضر تھے۔یہ وہ بیعت ہے جو انصار نے ہجرت سے پہلے ایام حج میں کی تھی۔اور یہی بیعت مدینہ کی طرف ہجرت کا سبب بنی۔اس بیعت کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اگر چہ بدر کی فضیلت بہت مشہور ہے۔لیکن بیعت عقبہ میں میری حاضری ایسی ہے کہ اگر مجھے بدر میں حاضری نصیب نہ ہوئی تو اس کا مجھے کچھ رنج نہیں۔(صحیح بخاری)

(۲) ہلال بن امیہ۔ (۳) مُرارہ بن الربیع۔یہ دونوں صحابی بدری تھے۔

یہ تینوں حضرات تبوک سے واپسی کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور صاف صاف کہہ دیا کہ یا رسول اللہ ہمیں کوئی عذر نہیں تھا۔ویسے ہی شامت نفس کی وجہ سے رہ گئے تھے۔اس واقعہ کی پوری تفصیل صحیح بخاری شریف میں حدیث کعب بن مالک کے تحت مذکور ہے۔

حاجی رفیع الدین خاں صاحب مرادآبادی مؤلف ''سُلوی الکئیب بذکر الحبیب'' کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ذوق ایمانی کے لیے مزہ دار ہے۔لہذا اپنی یادداشت کے مطابق مذکورہ حدیث پیش خدمت ہے۔

حضرت کعب بن مالک کہتے ہیں کہ جن دنوں آپ غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے۔میں صحیح وسالم تھا۔اور مال ودولت کی فراوانی بھی تھی۔اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کی طرف قصد کا صراحۃً حکم بھی سنا دیا تھا۔میں یہ سوچ رہا تھا کہ جھٹ پٹ سامان کا انتظام کر کے چل دوں گا۔لیکن میں سامان کا انتظام نہ کرسکا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوگئے۔روزانہ مجھے یہ خیال گزرتا کہ اب چل کر لشکر اسلام سے جاملوں گا۔یہی سوچتا رہا یہاں تک کہ کئی دن گزر گئے۔اور لشکر اسلام دور نکل گیا۔مدینہ میں ضعیفوں اور منافقوں کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا تھا۔طبیعت بہت گھبرائی، آقائے کائنات ﷺ نے ایک دن لشکر میں میرے سلسلہ میں دریافت فرمایا تو ایک شخص نے کہا کہ اپنے کپڑوں کی وضع داری دیکھنے میں رہ گیا۔مُعاذ[1] بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا وہ ایسا تو نہیں، اور میری تعریف وتوصیف کی۔ایک روز میں گھر میں آیا۔عورتوں نے انگور کی ٹٹیوں میں چھڑکاؤ کر کے میرے لیے دوپہر میں سونے کا انتظام کیا تھا۔میں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گرمی اور لُو میں ہیں اور میں ایسی پر تکلف جگہ سوؤں یہ نہ ہوگا۔میں وہاں نہیں سویا۔اس کے بعد میرے دن بڑی مشکل سے کٹتے تھے۔جب میں نے آپ کے آنے کی خبر سنی تو میرا دل اور گھبرایا اور میں حیران ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے منہ دکھاؤں گا۔یہاں تک کہ آپ مدینہ میں رونق افروز ہوئے۔دل میں طرح طرح کے خیالات آتے

---

[1] معاذ: بضم میم وفتح عین مہملہ وذال معجمہ۔۱۲منہ

Scanned with CamScanner

رہے آخر میں نے یہ ٹھان لی کہ سچ کے علاوہ کچھ نہ کہوں گا۔ خدمت سرکار میں حاضر ہوا۔ آپ نے غیر حاضری کا سبب پوچھا۔ میں نے صاف صاف عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ عذر نہ تھا۔ نہ بیمار تھا۔ نہ بے مقدور، مگر رہ گیا اور حضور کے ساتھ نہ جا سکا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ٹھہرو، اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں جیسا حکم فرمائے گا کیا جائے گا۔ میں وہاں سے واپس آیا۔ منافقین نے جھوٹے عذر اور بہانے پیش کیے آپ نے کچھ نہیں کہا۔ لوگوں نے مجھے ملامت کرنا شروع کیا اور کہا کہ اگر تم بھی کوئی بہانہ کر دیتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا عذر بھی قبول فرما لیتے۔ دیکھو، جنھوں نے عذر پیش کیا آپ نے سب کا عذر قبول فرمالیا۔ لوگوں نے مجھے اتنا بہکایا کہ میں پہلی بات بدل کر حضور اقدس میں کوئی جھوٹا عذر بیان کر دوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ اور کسی کا میرے جیسا حال ہے۔ لوگوں نے ان دونوں بدری صحابیوں کا نام لیا۔ میں نے کہا کہ وہ دونوں حضرات تو بڑے نیک ہیں۔ میں بھی انھیں کا ساتھی ہوں۔ اب جو ہونا ہو ہو میں بات نہ بدلوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ان تینوں سے کوئی بات چیت نہ کرے۔ ہم سے سارے لوگوں نے بولنا چھوڑ دیا۔ میرے دونوں ساتھی تو گھر میں بیٹھ گئے۔ میں جوان آدمی تھا۔ مکان سے نکلتا تھا اور مسجد شریف میں جا کر آپ کے ساتھ نماز پڑھتا۔ اور آپ کو سلام کرتا۔ آپ آواز سے جواب نہیں دیتے تھے۔ یہ نہیں معلوم کہ آہستہ بھی جواب دیتے تھے یا نہیں۔ میں مبارک ہونٹوں کو سلام کے وقت دیکھتا کہ آپ نے جنبش دی یا نہیں۔ میں آپ کے قریب نماز پڑھتا اور چھپی نگاہ سے آپ کی طرف دیکھتا۔ جب میں نماز کی طرف متوجہ ہو جاتا تو آپ میری طرف دیکھتے۔ اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ منہ پھیر لیتے۔ ایک روز میں بازار جا رہا تھا کہ بادشاہ غسان[1] کا ایک آدمی مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے میرا پتہ بتا دیا اس نے مجھے بادشاہ کا خط لا کر دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب نے تمھیں علاحدہ کر دیا ہے اور تم سے ناخوش ہیں۔ تم تو ایسے آدمی نہیں ہو کہ کوئی تم سے ناخوش ہو، اگر تم ہمارے پاس چلے آؤ تو ہم تمہاری بہت خاطر و مدارات کریں گے۔ اور تمہیں بہت ہی خوش رکھیں گے۔ خط پڑھ کر مجھے بڑا رنج اور قلق ہوا اور میں نے کہا کہ مولیٰ! اب میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ مجھے کافر بلاتا ہے اور میرے ایمان میں نقب لگانا چاہتا ہے۔ میں نے اس خط کو تنور میں ڈال دیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ سبحان اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان کیا ہی کامل تھا کہ رنج اور تکلیف کی حالت میں بھی خوب ثابت قدم رہتے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ پھر آپ کا حکم ہوا کہ ان تینوں میں سے کسی کی بیوی ان کے ساتھ نہ رہے۔ میں نے سن کر کہا کہ حکم ہو تو طلاق دیدوں۔ حکم ہوا کہ صرف علاحدگی اختیار کرو۔ طلاق کا حکم نہیں۔ میں نے اپنی بیوی کو اس کے گھر رخصت کر دیا۔ میرے ایک ساتھی ہلال بن امیہ کے لیے ان کی بیوی نے ان کی ضعیفی اور پیرانہ سالی کی وجہ سے ان کے ساتھ رہنے کی اجازت لے لی۔ اس لیے کہ کوئی دوسرا ان کا خدمت گار نہ تھا۔ مگر مباشرت کی ممانعت ان کے ساتھ بھی برقرار رہی۔ مجھ سے لوگوں نے کہا کہ تم بھی کوئی عذر پیش کر کے اپنی زوجہ کے لیے اجازت لے لو۔ میں نے کہا کہ میں جوان ہوں۔ عذر نہیں پیش کروں گا۔ اسی طرح پچاس دن گزر گئے۔

[1] غسان: بفتح غین معجمہ وسین مہملہ مشددہ والف ونون۔ یہ یمن کا ایک قبیلہ کا نام ہے بادشاہان غسان اسی قبیلہ کے تھے۔ کذا فی القاموس ۱۲ منہ

اور حقیقت میں ویسا ہی ہوا جیسا کہ خداوند کریم نے فرمایا کہ۔

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (پ۱۱/ ع۳/ توبہ ۔ آیت ۱۱۸)　جب زمین اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہوگئی۔ (کنزالایمان)

یکبارگی صبح کے وقت ایک پہاڑی سے ایک شخص نے پکار کر کہا کہ اے کعب بن مالک تمہیں بشارت ہو تمہاری توبہ قبول ہوگئی۔ میں نے اسی وقت سجدۂ شکرادا کیا اور خدمت سرکار میں حاضر ہوا۔ مجلس میں شریک مہاجرین میں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر مجھے مبارک باد پیش کی۔ اور مصافحہ کیا۔ طلحہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ میں نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے ایسا دمک رہا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ آپ نے فرمایا تجھے بشارت ہو ایسے دن کی جو بہت بہتر ہے ان دنوں میں جب سے تمہیں تیری ماں نے جنا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس خوشی کے شکریہ میں جی میں آتا ہے کہ اپنا سارا مال خیرات کردوں۔ آپ نے سارا مال خیرات کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کچھ مال اپنے پاس بھی رکھو۔

حیلہ بنانے والے منافقین کو اللہ تعالیٰ نے رسوا کیا۔ سورۂ براءت میں ان کی مذمت اور جہنمی ہونے کی آیتیں نازل فرمائیں۔ اور ہمارے لیے قبول توبہ کے ذکر کے بعد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ (پ۱۱۔ ع۴۔ آیت ۱۱۹۔ توبہ)　اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔ (کنزالایمان)

ہم کو صادقین فرمایا۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اس وقت سے سچ کی خوبی میرے دل میں اور راسخ ہوگئی۔ اور ہمیشہ مجھے اس بات کا خیال رہتا ہے کہ مجھے سچ نے بچایا۔ اور جھوٹے رسوا ہو کر جہنمی ہوئے۔

باب دوم:

ستائیسویں فصل:

صدیق اکبر کا حج

۹ھ میں حج فرض ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفود کی تعلیم و ہدایت اور امور غزوات میں مشغولیت کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جاسکے۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ فرمایا کہ وہ لوگوں کو شریعت کے مطابق حج کرائیں۔

(اسی دوران سورہ براءت کا کچھ ابتدائی حصہ نازل ہوا) جس میں کفار و مشرکین سے کئے گئے عہد و پیمان کو ان کی بدعہدی کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کے اعلان کا بھی حکم دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ نقض عہد کا اعلان کسی اہل بیت کی زبانی چاہیے کہ ایسے معاملات میں اہل عرب اقارب

Scanned with CamScanner

کی ہی بات قبول کرتے ہیں۔اس لیے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی ''عضباء[1]'' پر سوار کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ کیا۔اور فرمایا کہ علی! موسم حج میں سورۂ براءت تم جا کر سناؤ۔حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اونٹنی کی آواز سن کر یہ گمان کیا کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔رک کر دیکھا تو حضرت علی تھے۔آپ نے پوچھا کہ'' امیرٌ او مامور؟''امیر ہوکر آئے ہو یا تابع ہوکر،آپ نے فرمایا کہ تابع ہوکر اور کہا کہ سورۂ براءت سنانے کی غرض سے آیا ہوں۔اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔اور خطبے ارشاد فرمائے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۂ براءت سنائی۔اور بلند آواز سے اس کے مضامین لوگوں کے گوش گزار کیے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد کے لیے کچھ لوگوں کو مقرر کر دیا۔وہ باری باری اس کے مضامین لوگوں کو سناتے۔

اس منادی میں یہ بات تھی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔طواف کعبہ کوئی ننگا نہ کرے۔جنت میں مسلمان کے سوا اور کوئی نہیں جائے گا۔کافروں میں جس نے وقتی عہد و پیمان کیا ہے وہ میعاد پوری کر لے۔جس کا عہد بے میعاد ہے یا مطلق عہد ہی نہیں اسے چار مہینے کی امان ہے۔اس کے بعد اگر مسلمان نہیں ہوا تو واجب القتل ہے۔

باب دوم:

اٹھائیسویں فصل: مباہلہ

عرب میں نصرانیوں کا ایک قبیلہ آباد تھا۔جس کا نام نجران تھا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خط کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی۔انھوں نے اپنی قوم میں سے چودہ آدمیوں کو خدمت اقدس میں بھیجا۔پہلے روز وہ ریشمی لباس اور سونے کی انگوٹھیاں پہن کر حاضر بارگاہ ہوئے۔آپ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ ان سے کوئی بات کی۔وہ بہت ہی حیران و پریشان ہوئے۔مدینہ میں ان کی صرف دو آدمیوں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے ملاقات تھی اس لیے وہ ان کے یہاں گئے۔ان سے پوری کیفیت بیان کی۔وہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ان دونوں حضرات نے ان سے مشورہ کیا انھوں نے کہا کہ ریشمی کپڑے اور سونے کی انگوٹھی اتار دیں، راہبوں کی طرح سادے اور بے تکلف کپڑے پہن کر حاضر ہوں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے دوسرے دن ہدایت کے مطابق کپڑے پہن کر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ان سے کلام فرمایا اور انھیں اسلام کی دعوت دی۔انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور بہت سے بے جا مباحثے کیے۔انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اسی شہر میں ٹھہرو تمہیں جواب ملے گا۔انھیں ایام میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

---

[1] عضباء: بفتح عین مہملہ وسکون ضاد معجمہ وبائے موحدہ والف ممدودہ۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کا لقب ہے۔عضباء کا معنیٰ ہے کان چری ہوئی۔یہ اونٹنی اگرچہ ایسی نہیں تھی مگر اس کا یہ لقب پڑ گیا تھا۔کذا فی القاموس ۱۲ منہ

Scanned with CamScanner

اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۔ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ۔ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ۔ فَمَنۡ حَآجَّكَ فِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ ۔ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَكُمۡ ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ۔ (پ ۳۔ ع ۱۴۔ آل عمران)	عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہوجا وہ فوراً ہوجاتا ہے۔ اے سننے والے یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔ تو شک والوں میں نہ ہونا۔ پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں۔ پھر مباہلہ کریں۔ تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔ (کنزالایمان)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ آیتیں سنائیں۔ انھوں نے تسلیم نہیں کیا۔ اور مباہلہ کے سلسلے میں کہا کہ ہم کل آکر اس سلسلہ میں بتائیں گے۔ انھوں نے اپنی قیامگاہ پر جاکر اپنے سردار عاقب سے پوچھا اس نے کہا اے گروہ نصاریٰ تم خوب جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی برحق ہیں۔ اور جو نبی سے مباہلہ کرتا ہے یقیناً وہ تباہ و برباد ہوجاتا ہے۔ مباہلہ مت کرو۔

مباہلہ اسے کہتے ہیں کہ ایسے دو شخص جن کے آپس میں نزاع ہو وہ اکٹھا ہوکر پوری توجہ کے ساتھ جناب الٰہی میں دعا کریں کہ اے اللہ ان میں جو باطل پر ہے اس پر لعنت نازل فرما۔ اور اے اللہ تو اسے تباہ و برباد کردے۔ مباہلہ میں سب سے زیادہ مبالغہ کی صورت یہ ہے کہ دونوں طرف کے لوگ مباہلہ میں اپنی عورتوں اور بچوں کو جائے مباہلہ میں حاضر کریں۔ اس موقع سے اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی مبالغہ کا حکم دیا تھا۔

دوسرے دن نصاریٰ حاضر خدمت ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرات حسنین، اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لے آئے۔ اور ان سے فرمایا کہ تم میری دعا کے ساتھ آمین کہنا۔ نصاریٰ پنج تن پاک کی نورانی صورت دیکھ کر گھبرا گئے۔

ابوالحارث بن علقمہ نے کہا کہ یہ ایسے لوگ نظر آرہے ہیں کہ اگر خدائے تعالیٰ سے پہاڑ کے ٹل جانے کی دعا مانگیں تو پہاڑ ٹل جائے۔ ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرو۔ نتیجۃً مباہلہ نہیں کیا اور اطاعت اختیار کی۔ اور ہر سال ایک ہزار حُلّے بطور نذر پیش کرنے کی شرط قبول کرکے رخصت ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ مباہلہ کرتے تو سب بندر اور سور ہوجاتے۔ اور یہ جنگل ان پر آگ برساتا۔ اور سال بھر میں روئے زمین سے نصرانیوں کا نام و نشان مٹ جاتا۔ اور وہ تباہ و برباد ہوجاتے۔

باب دوم:

انتیسویں فصل:

حجۃ الوداع

ہجرت کے دسویں سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ اس حج میں آپ نے ایسی باتیں ارشاد فرمائیں جیسے آپ لوگوں کو وَدَاع یعنی رخصت کررہے ہوں۔ اسی لیے اس حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

جب قبائل عرب کو یہ خبر ہوئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں تو لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ آپ نے حج ادا فرمایا۔ اور خطبوں میں حج کے احکام اور دیگر پند و نصائح ارشاد فرمائے۔ اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

شاید سال آئندہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں۔

آپ نے مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت اور خونریزی کی ممانعت بڑی تاکید سے فرمائی۔ اور فرمایا: مرد اپنی بیوی کا حق پہچانے۔ اے لوگو! عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی سے پیش آؤ۔ خدائے تعالیٰ سے ان کے معاملے میں ڈرو۔ یعنی انھیں بے جا تکلیف اور رنج نہ دو۔ اور مردوں کے لیے عورتوں پر تاکید فرمائی کہ وہ اطاعت کریں اور کسی بیگانے مرد کو گھر میں نہ آنے دیں۔ اور آپ نے کتاب اللہ کے موافق عمل کرنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کے احکام مضبوطی سے پکڑو گے تو گمراہ نہ ہوگے۔ اختتام خطبہ پر آپ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرے بارے میں تم سے پوچھے گا کہ وہ تمہارے ساتھ کیسے پیش آئے تو تم کیا جواب دو گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کہیں گے کہ آپ نے بخوبی احکام الٰہی پہنچائے۔ اور امت کی نصیحت فرمائی۔ اتنا سنتے ہی آپ نے آسمان کی طرف کلمے کی انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ یعنی اے اللہ تو گواہ رہنا، گواہ رہنا، گواہ رہنا۔

اور فرمایا: تین چیزیں سب کو پاک و صاف رکھتی ہیں۔ ایک عمل میں اخلاص۔ یعنی عبادت الٰہی محض خدا کے لیے کرنا۔ اور ہر کام بغیر ریا، دل سے کرنا۔ دوسرے مسلمانوں کی جماعت میں شریک رہنا۔ تیسرے مسلمان بھائی کی خیر خواہی۔

پھر آپ نے فرمایا کہ جو لوگ حاضر ہیں غیر حاضر کو یہ باتیں پہنچا دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا احرام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن میں تھے۔ آپ وہیں سے حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ اور انھوں نے اس طرح احرام باندھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِفراد کا احرام باندھا تھا یا قِران کا، یا تمتع کا۔

اِفْرَاد: اسے کہتے ہیں کہ صرف حج کا احرام باندھا جائے۔

قِرَان: اسے کہتے ہیں کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا جائے۔

تَمَتُّع: اسے کہتے ہیں کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے۔ اس کے بعد حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے۔

اِحْرَام: حج یا عمرہ کی نیت کو کہتے ہیں۔ اپنا کپڑا تبدیل کر کے بغیر سلا ہوا کپڑا پہنے۔ اگر صرف حج کرنا ہو تو زبان

Scanned with CamScanner

سے یوں کہے۔لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ بِحَجَّۃٍ۔ اور اگر صرف عمرہ کرنا ہو تو یوں کہے۔لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ بعمرۃ اور قران میں یوں کہے۔ لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ بحجۃ و عمرۃ.

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کا احرام باندھا تھا۔

اسی لیے آپ کے نزدیک افراد اور تمتع کی بہ نسبت قران افضل ہے۔

امام نووی اور محققین شافعیہ یہاں پر اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام قران کا نہیں تھا۔

حضرت صدیقہ کا حج: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایام حج میں حیض آ گیا۔ وہ رونے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب پوچھا۔ انھوں نے اپنی کیفیت بیان کردی۔ آپ نے فرمایا کہ حیض ایک ایسا امر ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر مقدر کر دیا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ سوائے طواف کے باقی ارکان ادا کرلو۔ اور حیض سے پاک ہونے کے بعد طواف کر لینا۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔

تکمیل دین: عرفہ کے روز جمعہ کا دن تھا اسی دن یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (پ۶۔ ع۵۔ آیت۳۔ المائدہ)	آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ (کنزالایمان)

اس آیت کے نزول پر مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایسی آیت اگر ہم میں نازل ہوتی تو ہم روز نزول کو روز عید قرار دیتے۔

حضرت عمر نے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ جس دن یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وہ دن عرفہ کا تھا اور دن جمعہ بھی تھا۔ اور اس دن مسلمانوں کی عید ہوتی ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن دو عیدوں کو جمع کر دیا۔

خطبۂ غدیرِ خُم: ادائیگی حج کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ روانہ ہوئے۔ اور غدیر خم پہنچے۔ آپ نے وہاں ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت اور ان سے محبت کرنے کی تاکید تھی۔ غدیر تالاب کو کہتے ہیں اور خم اس غدیر کا نام تھا۔

غدیر خم میں خطبہ دینے کی یہ وجہ پیش آئی کہ یمن میں جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان میں سے کچھ لوگوں نے اپنی ناسمجھی کے سبب حضرت علی کی بے جا شکایت کی تھی۔ جب کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضرت علی سے محبت کرے۔ لہذا آپ نے دفع شکایت اور حضرت علی سے محبت رکھنے کے سلسلے میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا سب سے پہلے آپ نے ارشاد فرمایا کہ

کیا میں سارے مسلمانوں کے لیے ان کی جانوں سے زیادہ واجب المحبۃ نہیں ہوں؟

حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہمارے دلوں میں آپ کی محبت اپنی جانوں سے زیادہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

Scanned with CamScanner

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھُمَّ میں جس کا مولیٰ ہوں علی اس کے مولا ہیں۔ یعنی جو مجھ سے محبت رکھے علی سے بھی محبت رکھے۔ اے اللہ تو اسے دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے۔ اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے۔ وال من والاہ وعادِ من عاداہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ سماعت فرمانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارک باد پیش کی۔ اور کہا کہ آپ تو ہر مومن مرد و عورت کے مولا ہو گئے۔

خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی راہ لی اور وہاں پہنچ کر مخلوق کے ارشاد و ہدایت اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور جوں جوں زمانۂ وصال قریب آتا آپ مزید کلمات رخصت و وداع ارشاد فرماتے۔

باب دوم:

تیسویں فصل:

وفات شریف

جب آیت کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ نازل ہوئی تو باریک بین صحابہ سمجھ گئے کہ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلد ہی ہم سے رخصت ہو جائیں گے۔ جو قرب قیامت کی عظیم نشانی ہے۔ اس لیے کہ پیغمبر دنیا میں دین مکمل کرنے کے لیے رہتا ہے۔ اور جب دین مکمل ہو گیا تو پیغمبر کو اپنے رب کے پاس جانا ہے۔ انھیں دنوں سورہ نصر نازل ہوئی:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ۔ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّاباً۔
(پ ۳۰۔ ع ۳۵۔ نصر)

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔ اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں۔ تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو، بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔
(کنز الایمان)

اس سے بھی علمائے صحابہ سمجھ گئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال قریب آچکا ہے۔ بظاہر یہ آیتیں تو خوشی اور مسرت کا پیغام دیتی تھیں۔ مگر اس جہت سے رنج عظیم کا سبب ہوئیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو پسند کیا: ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی آسائش و نعمت پسند کرے۔ یا اس چیز کو جو اللہ کے پاس ہے۔ (یعنی آخرت کو) تو اس بندے نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو پسند کیا۔

Scanned with CamScanner

یہ کلمات سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت دیکھ کر ہم لوگ متحیر ہوگئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندے کا حال بیان فرمارہے ہیں۔ آخر صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کیوں رورہے ہیں۔ اور اپنے ماں باپ کو کیوں قربان کررہے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس بندے سے مراد خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ سمجھ دار اور علم والے تھے اس لیے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے سخن سمجھ گئے۔ آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ابوبکر! مت روؤ۔ اور ارشاد فرمایا:

''سارے لوگوں میں مجھ پر سب سے بڑا احسان ابوبکر کا ہے کہ انھوں نے مجھے اپنا مال دیا۔ اور میرے رفیق و یار رہے۔ اگر میں کسی کو خلیل (دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن وہ میرے اسلامی بھائی اور دوست ہیں۔ اور ابوبکر کے علاوہ مسجد میں کسی کا دروازہ نہ کھلے۔'' (صحیح بخاری۔ باب الخوخۃ والممر فی المسجد)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خدمت رسول میں حاضر ہوئیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کان میں کچھ باتیں کی۔ سن کر وہ خوب روئیں۔ پھر دوبارہ آپ نے کان میں کچھ باتیں کہیں۔ اب حضرت فاطمہ ہنسنے لگیں۔ میں نے بی بی فاطمہ سے سرگوشیوں کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہ کروں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے بی بی فاطمہ سے پھر پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ اب بتانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ انھوں نے کہا کہ پہلی سرگوشی میں آپ نے یہ کہا تھا کہ جبرئیل ہر سال رمضان میں ایک بار قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ لیکن امسال دو بار دور کیا۔ اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ تو اے بیٹی فاطمہ خدا سے ڈرتی رہنا اور صبر کا دامن تھامے رہنا۔ تمہارا بزرگ باپ تم سے پہلے جارہا ہے۔ اس پر میں رونے لگی۔ پھر آپ نے میرے کان میں یہ بات کہی کہ اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ یعنی تمہاری وفات میری وفات کے بعد سارے اہل بیت سے پہلے ہوگی۔ یہ سن کر میں بہت خوش ہوئی اور ہنسنے لگی۔ (مشکوٰۃ شریف)

فائدہ: آپ کی یہ پیشین گوئی بالکل درست ہوئی کہ اہل بیت میں سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ اور وہ بہت جلد (چھ مہینے کے بعد) آپ سے جاملیں۔

زہر کا اثر:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے۔ میرا سر درد کررہا تھا میں نے کہا وَا رَاساہ، ہائے میرا سر، آپ نے فرمایا کہ اگر میرے سامنے تمہاری وفات ہوتو میں خوب اچھی طرح تمہاری تجہیز و تکفین کروں اور نماز جنازہ پڑھوں۔ میں نے کہا گویا آپ یہی چاہتے ہیں کہ میں مرجاؤں اور آپ اسی دن میری جگہ اور بی بی کے ساتھ سوئیں۔ حضرت عائشہ کے اس انداز پر آپ نے تبسم فرمایا ازواج مطہرات محبت میں بطور ظرافت اس قسم کی باتیں کہہ دیا کرتی تھیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

Scanned with CamScanner

نیز آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا وہ لقمہ جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ زہر کی وجہ سے اب میری رگ جان کٹ گئی۔ایک یہودی عورت نے بکری کے دست والے گوشت کو زہر آلود کر کے آپ کے تناول کے لیے پیش کیا تھا۔اس میں سے آپ نے ایک لقمہ تناول فرمایا جس کی وجہ سے آپ کو دردِ سر اور شدید بخار کا عارضہ لاحق ہوا۔اور وہی مرض وصال کا سبب ثابت ہوا۔(مشکوٰۃ شریف)

نکتہ: زہر کے اثر سے مرض موت ہونے کی حکمت یہ تھی کہ آپ کی وفات شہادت کے طور پر ہو۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات بھی اس سانپ کے زہر کے اثر سے ہوئی جس نے غار میں کاٹا تھا۔

(مشکوٰۃ شریف بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ)

رحمت عالم ﷺ کی شہادت:

حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعزیز صاحب (محدث دہلوی) کی تقریر "سِرُّ الشَّہَادَتَیْن" میں ہے کہ

کمال شہادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذات خود حاصل نہیں ہوا۔اس لیے کہ اگر شہادت جہر یہ حاصل ہوتی تو اسلام میں ایک زبردست فتور پیدا ہو جاتا۔اور اگر شہادت سِرّ یہ حاصل ہوتی تو شہادت کاملہ نہ ہوتی۔اس لیے کہ کمال شہادت یہ ہے کہ آدمی مسافرت میں قتل کیا جائے۔اور اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی جائیں۔اس کے علاوہ اور پریشان کن اور مصیبت آمیز چیزیں لکھی ہیں۔اس کے بعد انھوں نے لکھا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے ذات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ قرار دے کر ان کے ذریعہ کمال شہادتین سے نوازا۔انتہیٰ۔

اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث سے بذات خود خاص آپ کے لیے شہادت سِرّیہ کا حصول محقق ہے۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علما نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ آپ کی وفات بطور شہادت زہر کے اثر سے ہوئی۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (محدث دہلوی) کی طرف سے یہ جواب ہوسکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا مقصود یہ ہے کہ شہادت سریہ علی وجہ الکمال آپ کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ اس لیے کہ کمال شہادت یہ ہے کہ تاخیر نہ ہو۔اور اگر زخمی ہونے کے بعد تاخیر ہوئی دوا غذا کھانے کے بعد مرا تو یہ شہادت میں نقص شمار کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل شہادت تو حاصل ہوئی۔لیکن شہادت کاملہ جو کہ آپ کے منصب عالی کا مقتضا ہے حضرات حسنین کریمین کی وساطت سے حاصل ہوئی۔شہادت سریہ کاملہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے سبب سے جو کہ صدمۂ زہر سے بلا تاخیر شہید ہوئے۔ برخلاف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ نے کئی برس کے بعد وفات پائی۔اور شہادت جہریہ کاملہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سبب،اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت تمام انبیا اور شہدا کی شہادتوں سے کامل تر ہوئی۔اس طور پر حضرت شاہ صاحب (محدث دہلوی) کی تقریر صحیح اور درست ہے۔

Scanned with CamScanner

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت:

روز بروز بخار میں تیزی اور مرض میں شدت بڑھتی جارہی تھی یہاں تک کہ حضور مسجد کی امامت کے لیے نہیں جاسکے۔ارشاد فرمایا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ امامت کریں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے یہ سوچا کہ جو شخص آپ کی جگہ امام ہوگا۔پھر آپ کی وفات ہوگی تو لوگ اسے منحوس سمجھیں گے۔اس لیے میں نے عرض کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نرم دل ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محراب خالی دیکھ کر بے تاب ہوجائیں گے۔اور مارے رِقت کے نماز نہ پڑھاسکیں گے۔آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ نماز پڑھائیں۔پھر میں نے حَفصہ[1] سے کہا کہ تم عمر کے لیے اجازت لے لو۔حضرت عائشہ کی تحریک پر انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے عرض کیا۔آپ بے حد ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ ابوبکر کی موجودگی میں کوئی دوسرا امام نہیں ہوسکتا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مؤذن حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ جماعت تیار ہے امامت کے لیے تشریف لے چلیں۔آپ نے حضرت عبداللہ بن زمعہ سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ نماز پڑھ لیں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر کو نہیں پایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے امامت کے لیے کہہ دیا۔انھوں نے مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھانی شروع کردی۔آپ نے ان کی آواز سن کر ارشاد فرمایا کہ کیا یہ عمر کی آواز نہیں ہے،لوگوں نے عرض کیا کہ بے شک عمر ہی کی آواز ہے،آپ نے تاکیداً فرمایا کہ سوائے ابوبکر کے اور کوئی امام نہ بنے۔خدائے تعالیٰ کو اور مسلمانوں کو سوائے ابوبکر کے اور کسی کی امامت پسند نہیں۔

خوش قسمت امت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ شریف پر نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے وہاں آپ کا جمال جہاں آرا نہ دیکھ کر شدت رنج سے بے تاب ہوگئے۔اور آپ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ حاضرین مسجد رونے لگے اور مسجد میں ایک شور مچ گیا۔

در نمازم خم ابروئے تو چوں یاد آمد
حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں شور وغل کی آواز پہنچی تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو حالات سے آگاہی دی۔آپ مسجد شریف میں تشریف لے گئے نماز پڑھی اور لوگوں کو تسلی دی۔آپ نے فرمایا:

> مسلمانو! میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا۔خدا سے ڈرتے رہو اور اطاعت خداوندی کرتے رہو۔اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔

ایام مرض میں کبھی آپ اپنی غمگین امت کو ان کلمات سے تسلی دیتے اور سمجھاتے کہ کوئی نبی اپنی امت میں ہمیشہ نہیں رہا۔اور آپ نے یہ بھی فرمایا:

[1] حفصہ: بفتح حاوصاد وسکون فا،آپ ازواج مطہرات میں سے ہیں،خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں ۱۲منہ

Scanned with CamScanner

وہ امت بڑی ہی خوش قسمت ہے جس کا نبی اس کے سامنے انتقال کر جائے۔اور
جس امت سے خدائے تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے اس کے نبی کو زندہ رکھتا ہے۔اور اس کے
سامنے امت کو ہلاک کر کے اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔

فائدہ: حکم رسول کے مطابق جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امامت شروع کر دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں دو بار مسجد میں تشریف لے گئے۔ایک مرتبہ آپ نے حضرت ابوبکر کے پیچھے صف میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔"صحیح ابن حِبّان" میں ہے کہ یہ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی۔اور ایک مرتبہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہوتے ہی تشریف لے گئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا۔آپ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ قائم رہیں۔آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بغل میں جا کر بحیثیت امام بیٹھ گئے۔صدیق اکبر آپ کے داہنی طرف کھڑے ہوئے۔لوگ ابوبکر کی نماز کو دیکھ کر نماز پڑھتے تھے۔اور حضرت ابوبکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھ کر۔یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے۔اور حضرت ابوبکر صدیق مکبر کی حیثیت سے تھے۔امام کے ارکان سے لوگوں کو مطلع کرتے۔(بروایت صحیحین)

ایک مرتبہ بروز وفات (صبح دوشنبہ) آپ حجرے کے دروازے تک تشریف لے گئے پردہ اٹھا کر آپ نے جماعت کی کیفیت ملاحظہ فرمائی۔اور لوگوں کو جماعت پر قائم دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت پیچھے ہٹنا چاہا تھا۔آپ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ قائم رہو۔اور واپس چلے گئے۔مسجد میں تشریف نہیں لائے۔

آپ نے دو صحابی کے پیچھے نماز پڑھی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے دو آدمیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے اور دوسرے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے۔ایک سفر میں۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت سے تشریف لانے میں دیر ہوئی تو صحابہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی امامت میں نماز شروع کر دی۔ایک رکعت ہو چکی تھی کہ آپ تشریف لائے۔عبدالرحمٰن بن عوف نے پیچھے ہٹنا چاہا۔آپ نے فرمایا کہ اپنی جگہ رہو۔آپ نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی اور باقی ایک رکعت اٹھ کر پوری کی۔

ایک مرتبہ آپ نے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محلہ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے درمیان ایک نزاع رفع کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔آپ کو آنے میں دیر ہوئی۔صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز شروع کر دی۔اتنے میں آپ تشریف لائے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔اور سارے لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔

Scanned with CamScanner

جَیشِ اُسَامہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے، اسامہ بن زید کو ایک لشکر کا امیر مقرر کیا۔ اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے لیے جھنڈا باندھا او رحکم فرمایا کہ جاؤ شہر اُبنٰی[1] کے حاکم کو روند آؤ۔ اس لیے کہ اس کی جنگ میں زید بن حارثہ جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے تھے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بھی شامل فرمایا تھا۔

آپ نے امیر لشکر اسامہ بن زید کو مقرر فرمایا اس میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ ان کے والد کے خون کا انتقام لینا تھا۔ اور دوسری حکمت یہ تھی کہ ان کا دل خوش ہو۔ اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی شمولیت میں یہ راز تھا کہ ان کی عظمت تمام صحابہ کے دل میں جمی ہوئی تھی تو ان کو اس لشکر میں دیکھ کر اور صحابہ اس بات سے عار نہ محسوس کریں گے کہ کم عمر۔ مولا کے بیٹے۔ کو ہمارا امیر بنا دیا گیا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کی وجہ سے لشکر کی روانگی ملتوی رہی۔ اور آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضوری خدمت یعنی مسجد نبوی کی امامت پر ماموٗر کر دیا۔ وفات سے دو روز پہلے شنبہ کے دن آپ کو کچھ افاقہ ہوا۔ طبیعت ساز گار دیکھ کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور لشکر کے لوگ آپ سے رخصت ہو کر مدینہ سے باہر لشکر گاہ میں ٹھہرے۔ یکشنبہ کو پھر مرض میں زیادتی ہوگئی یہ خبر سن کر رک گئے۔ دوشنبہ کی صبح مرض میں کچھ تخفیف ہوئی۔ حضرت اسامہ پھر آپ سے رخصت ہو کر لشکر میں گئے اور روانگی کا اعلان کر دیا۔ اب لشکر روانہ ہی ہونے والا تھا کہ آقائے کل جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت نزع طاری ہوگئی۔ حضرت اسامہ کی والدہ ام ایمن نے انھیں حالات سے باخبر کیا۔ لشکر واپس آ گیا۔ لشکر کے علم بردار بُریدہ بن الحصیب اسلمی نے پرچم اسلام لا کر مسجد نبوی کے دروازہ پر کھڑا کر دیا۔ رسول اکرم (ﷺ) کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اس لشکر کو روانہ کیا۔ اور امور خلافت میں مشورہ کے لیے اسامہ بن زید کی اجازت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔

خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام علالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے باپ ابوبکر اور بھائی (عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما) کو بلواؤ ابوبکر کے لیے عہد خلافت لکھ دوں تاکہ کوئی یہ کہنے والا نہ ملے کہ خلافت کا زیادہ حقدار میں ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ چھوڑ دو کوئی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے علاوہ کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے (بخاری ومسلم) صحیح مسلم میں تصریح کے ساتھ یہ لفظ موجود ہے کہ میں ابوبکر کے لیے عہد نامۂ خلافت لکھ دوں۔

چونکہ محدثین کا دستور ہے کہ جو لفظ مطلب میں صریح اور مفید تر ہوتا ہے وہی ذکر کرتے ہیں۔ اور جس کتاب کے لفظ کو ذکر کرتے ہیں حدیث کی نسبت اسی کی طرف کرتے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کا اصل مضمون اس کتاب سے بلند رتبہ کتاب میں ہو۔ اسی لیے مشکوٰۃ شریف اور صواعق محرقہ میں کہ لفظ کتاب مذکور ہے۔ حدیث

[1] ابنٰی: بضم ہمزہ وسکون بائے موحدہ وبفتح نون والف مقصورہ در آخر نامہ

شریف کو صرف مسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز (محدث دہلوی) قدس سرہ العزیز نے تحفۂ اثناعشریہ میں بھی صرف اسی وجہ سے حدیث کو مسلم کے حوالہ سے لکھا ہے۔

رام پور کے بعض علما نے شاہ عبدالعزیز صاحب پر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں بھی موجود ہے اس لیے صرف مسلم کی طرف نسبت بے جا ہے۔تو ان کا یہ اعتراض محدثین کے اصول وضوابط سے ناواقفی کی بنیاد پر ہے۔

آخری وصیت: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ وفات شریف سے چار دن پہلے پنجشنبہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلم دوات اور کاغذ لاؤ میں کچھ ایسی باتیں لکھ دوں جس سے تم خطا اور بے راہ روی سے محفوظ رہو گے۔حاضرین خوب سمجھ نہ سکے۔آپ پر بیماری کا غلبہ تھا اور آواز بھی دھیمی ہو چکی تھی۔کاغذ قلم لانے میں اختلاف ہو گیا۔بعض نے کہا لے آؤ اور بعض نے آپ کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے کہا کہ نہ لاؤ۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے اور کتاب اللہ ہمیں کافی ہے۔حضرت فاروق اعظم کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی پریشانی کی حالت میں محنت کرنا کوئی ضروری نہیں۔اختلاف کی وجہ سے آواز بلند ہوئی اور شور مچ گیا کچھ لوگوں نے کہا کہ پھر پوچھ لو۔دوبارہ پوچھنے پر سرکار نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔پھر آپ نے قلم دوات طلب نہیں فرمایا اور ملکی تدبیرات سے متعلق تین باتیں فرمائیں۔ایک یہ کہ وفود کو انعام واکرام سے نوازتے رہنا۔دوسری بات یہ کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا۔اور تیسری بات راوی بھول گیا۔شاہ عبدالعزیز (محدث دہلوی) نے لکھا ہے کہ وہ لشکر اسامہ کا ساز وسامان مہیا کرنے اور اسے روانہ کرنے کے متعلق تھا۔اس لیے کہ آپ نے مرض وفات میں بھی اس کی روانگی کا حکم دیا تھا۔

شیعوں کا شبہہ اور اس کا ازالہ: شیعہ اس قصہ کو قصۂ قرطاس کہتے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے تھے۔لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بول دینے کی وجہ سے وہ بات جاتی رہی۔شیعوں نے اس واقعہ کو حضرت عمر کے زبردست مطاعن میں شمار کیا ہے۔جب کہ واقعہ کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے اس میں کسی طرح کا کوئی طعن نہیں۔آپ کو خلافت کے تعلق سے کچھ لکھنا ہی نہیں تھا۔اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے متعلق جو کچھ آپ کو لکھنا تھا آپ نے اسے موقوف رکھا۔یہاں آپ کو ملکی تدبیرات سے متعلق ارشاد فرمانا تھا۔جسے آپ نے زبانی ارشاد فرما دیا۔اگر لکھنا ضروری ہوتا تو کبھی بھی آپ لکھنا موقوف نہ کرتے فرض کسی کے روکنے سے رک نہیں سکتا۔بلکہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عرض کے موافق آپ لکھنے سے باز رہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے معاملۂ حجاب واذان اور دیگر امور کی طرح وحی کے مطابق مقبول ہوئی تحفۂ اثناعشریہ میں طعن وجوابِ طعن تفصیل سے مذکور ہے۔

Scanned with CamScanner

نبی اور ذات الجنب: ذات الجنب پسلی کی ایک بیماری کا نام ہے۔ ازواج مطہرات میں سے کسی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات الجنب ہے۔ تو حضرت ام سلمہ و اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما کے مشورے سے آپ کے علاج کے لیے لدُود[1] تجویز کیا گیا۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے دیکھا تھا کہ حبشہ میں لوگ اس مرض کا علاج لدود سے کرتے ہیں۔ (لدود ایک ایسی دوا کو کہتے ہیں جو بیمار کے منہ میں ایک ہی طرف سے ڈالی جاتی ہے) جس وقت منہ میں دوا ڈالی جا رہی تھی آپ نے اشارے سے بہت منع کیا۔ چونکہ مرض کا غلبہ تھا اس لیے آپ بول نہیں سکتے تھے۔ لیکن لوگ نہ مانے اور دہن مبارک میں دوا ڈال دی۔ آپ کے منع فرمانے کو لوگوں نے یہ سمجھا کہ جیسے بیمار کڑوی یا بدمزہ دوا نہیں کھانا چاہتا اسی طرح آپ بھی فرماتے ہوں گے۔ جب افاقہ ہوا اور آپ کو معلوم ہوا کہ ذات الجنب تجویز کر کے دوا منہ میں ڈالی گئی تھی تو آپ نے فرمایا کہ ذات الجنب شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔ اس لیے انبیا کو ایسی بیماری نہیں ہوسکتی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ عباس کے علاوہ گھر میں موجود سارے لوگوں کے منہ میں اسی طرح دوا ڈالی جائے۔ کیوں کہ عباس اس مشورہ میں شریک نہیں تھے۔ آپ کے حکم کے مطابق حضرت عباس کے علاوہ سب کے منہ میں دوا ڈالی گئی یہاں تک کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے منہ میں بھی جب کہ وہ روزہ دار تھیں۔

انصار کی خاطرداری: مرض موت میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ انصار اپنے متعلق ہراساں ہیں۔ آپ مسجد شریف میں تشریف لے گئے۔ اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انصار کی خاطرداری اور ان کی توقیر کی بڑی تاکید فرمائی۔

مسواک کا شوق: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تھوڑی دیر پہلے عبدالرحمٰن بن ابی بکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان کے پاس مسواک تھی۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا چونکہ مسواک کے سلسلے میں مجھے آپ کا شوق معلوم تھا۔ اس لیے میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے واسطے مسواک لے لوں۔ آپ نے اشارہ کیا کہ ہاں لے لو۔ میں نے عبدالرحمٰن سے مسواک لی اور اپنے دانتوں سے نرم کر کے خدمت اقدس میں پیش کی اور آپ نے مسواک کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بطور فخر کہا کرتیں کہ اللہ تعالیٰ نے آخر عمر میں میرا لعاب دہن رسول کائنات کے لعاب دہن سے ملا دیا۔

حدیث میں مسواک کرنے کی بہت ساری خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت مسواک پسند فرمائی ہے اور حدیثوں میں مسواک کرنے کی بہت تاکید بھی آئی ہے۔ یہاں تک آیا ہے کہ ایک رکعت مسواک کر کے پڑھی ہوئی نماز ستر رکعت بغیر مسواک سے پڑھی ہوئی سے بہتر ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشائخ کے تجربہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ جو شخص مسواک کا التزام کرے تو توقع ہے کہ وفات کے وقت کلمہ شہادت اس کی زبان پر جاری ہوگا۔ اور افیون کھانے والے کی زبان پر جاری نہ ہوگا۔

---

[1] لَدُود: بفتح لام و ہر دو دال بروزن فَعول ۱۲ منہ

Scanned with CamScanner

یہود ونصاریٰ پر لعنت: حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے نصرانیوں کے ایک کنیہ (عبادت خانہ) کا ذکر کیا۔ اور اس میں آویزاں کی ہوئی تصویروں کے احوال بیان کئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی یہ عادت تھی کہ جب ان میں کا کوئی مرد صالح مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور تصویریں بناتے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ والنَّصارىٰ اِتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ۔ یہود ونصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجد بناڈالا۔

رفیق اعلیٰ کی جانب: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ انبیا کو وصال سے پہلے اس بات کا اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ چاہیں تو دنیا کی زندگی پسند کریں چاہیں تو آخرت کو اختیار کریں۔ تو میں نے وصال سے پہلے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلىٰ۔ یعنی اے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ سے ملنا پسند ہے۔

اس کلمے سے میں سمجھ گئی کہ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے درمیان رہنا منظور نہیں۔ (بخاری)

نماز کی تاکید: وفات سے پہلے آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے: اَلصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ یعنی نمازوں کی محافظت کرو اور غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

ان کلمات سے نماز کی کمال تاکید متحقق ہوتی ہے کہ بوقت وصال بھی آپ نے نماز کی تاکید فرمائی۔ لونڈیوں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید بھی اس سے ظاہر ہے۔

افسوس کہ اب لوگ نماز میں غفلت کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ تو پڑھتے ہی نہیں اور بہت سے لوگ پڑھتے تو ہیں لیکن نماز کے ضروری امور کی رعایت نہیں کرتے۔ بالخصوص رکوع کے بعد سیدھا کھڑے ہونے اور دونوں سجدوں کے درمیان ٹھیک بیٹھنے کو اکثر لوگ ترک کردیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نماز ناقص ہوتی ہے۔ بعض لوگ تو اس طرح پڑھتے ہیں کہ نماز ہوتی ہی نہیں۔ چاہیے کہ فرمان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال کر کے لوگ اپنی نمازوں کو خوب درست کریں۔

وفات اقدس: بقول مشہور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہویں ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ کو دوپہر ڈھلنے کے بعد وفات پائی۔ نزع کی تکلیف شدت کی تھی۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کے لیے سختیاں ہیں۔ چہرے کا رنگ کبھی سرخ ہوتا کبھی زرد۔ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سینے پر تکیہ لگائے ہوئے تھے اسی حالت میں آپ کی روح مبارک قبض ہوئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فخر سے کہا کرتیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال میری گود میں ہوا۔

آپ کی وفات سے گویا ایک قیامت برپا ہوگئی۔ صحابۂ کرام اور اہل بیت پر ایسا رنج لاحق ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر سکتہ طاری ہوگیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہوش

Scanned with CamScanner

جاتے رہے۔ عقل گم ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی ہے۔اگر کسی نے کہہ دیا کہ آپ کی وفات ہوگئی ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے ہوش وحواس قائم رہے۔

وفات سے پہلے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوگیا تھا اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ سے اجازت لے کر اپنی زوجہ بنت خارجہ کے پاس مقام سَنُح[1] میں چلے گئے تھے۔(سَنُح مدینہ کے کنارے ایک جگہ کا نام ہے) وفات کی خبر پاکر آئے دیکھا کہ عمر فاروق مدہوشانہ تلوار نکالے کھڑے ہیں لوگ ان کے اردگرد جمع ہیں۔اور وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا ہے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے بلالیا ہے۔جیسے موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلایا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر منافقین کے ہاتھ پاؤں کٹوائیں گے۔اور منافقین نے جو آپ کی وفات کی خبر اڑائی ہے سب اس کی سزا پائیں گے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آتے ہوئے کسی کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔سیدھے حجرۂ عائشہ میں تشریف لے گئے جہاں رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔آپ نے رخ انور سے چادر اٹھائی۔ پیشانی مبارک کا بوسہ لیا۔آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جھڑنے لگیں۔اور کہا طِبْتَ حَیّاً وَ مَیْتاً۔یارسول اللہ آپ پاکیزہ ہیں حیات میں بھی اور بعد موت بھی۔آپ پر خدائے تعالیٰ دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا۔جو موت آپ کے لیے مقدر تھی وہ ہوچکی۔پھر آپ باہر تشریف لائے۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی بات سے روکا۔ لوگ حضرت عمر کو چھوڑ کر ان کے پاس آئے انھوں نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا:

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّداً فَاِنَّ مُحَمَّداً قَدْمَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَايَمُوْتُ۔

جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے۔ اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ بھی سن لے کہ بیشک اللہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں۔

اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ الا رَسُوْلٌ ۔ قَدْخَلَتْ من قبلهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ و مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئاً و سَيَجْزِیَ اللّٰهُ الشّٰاكِرِيْنَ۔ (پ٤۔ آل عمران۔ آیت ١٤٤۔ رکوع ٦)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہوچکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔(کنزالایمان)

یہ خطبہ سنتے ہی سب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین ہوگیا۔اور وفات کا انکار کرنے والوں کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھ گیا۔اور آیت کریمہ وما محمد الا رسول سب کی زبان پر جاری ہوگئی۔

[1] سَنُح: بفتح سین مہملہ وسکون نون وحائے حطی ۱۲ منہ

تعزیت: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد فرشتوں نے صحابہ سے تعزیت کی۔ اور کہا:

اِنَّ فِی اللّٰہِ عَزَاءً مِّنْ کُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَخَلَفاً مِّنْ کُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰہِ فَثِقُوْا وَاِیَّاہُ فَارجُوا فَاِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوابَ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ (حصن حصین)

بے شک اللہ کی ذات میں ہر مصیبت سے تسلی اور ہر گئی ہوئی چیز سے بدلہ ہے تو اللہ ہی پر اعتماد کرو اور اسی سے امید رکھو۔ محروم وہی ہے جو ثواب سے محروم رہے۔ اور تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

ایک شخص کھچڑی داڑھی والا موٹا، گوراچٹا وہاں آیا اور لوگوں کو پھلانگ کر اندر گیا۔ رویا اور صحابہ سے متوجہ ہو کر کہا:

اِنَّ فِی اللّٰہِ عَزَاءً مِنْ کُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَ عِوضاً مِنْ کُلِّ فائتٍ وخَلَفاً مِّنْ کُلِّ ھَالِكٍ فالی اللّٰہِ اَنِیبُوا وَاِلَیْہِ فَارْغَبُوا و نَظْرہٗ اِلَیْکُمْ فِی الْبَلَاءِ۔ فَاِنَّ الْمُصَابَ مَنْ لَمْ یُجْبَرْ (حصن حصین)

بے شک اللہ کی ذات میں ہر مصیبت سے تسلی، ہر فوت شدہ کا عوض، اور ہر ہلاک ہونے والے کا بدلہ ہے۔ تو اللہ ہی کی جانب رجوع لاؤ، اسی کی طرف رغبت کرو۔ مصیبت میں اس کی نظر عنایت تمہاری طرف ہوتی ہے۔ بے شک پورا مصیبت زدہ وہ ہے جس کی مصیبت کا بدلہ نہ دیا جائے۔

وہ شخص یہ کہہ کر چلا گیا لوگ پہچان نہ سکے۔ حضرت صدیق اکبر اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔

سقیفۂ بنی ساعدہ: رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور یہ تجویز پیش کی کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین منتخب کر لیا جائے۔ یہ خبر سن کر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح سقیفۂ بنی ساعدہ میں پہنچے۔

سقیفہ پٹے ہوئے مکان کو کہتے ہیں اور بنی ساعدہ انصار کے ایک قبیلہ کا نام ہے اس قبیلہ میں ایک مکان بطور چوپال کے تھا جسے سقیفۂ بنی ساعدہ کہا جاتا تھا۔ وہاں پہنچ کر ان حضرات نے انصار سے اس سلسلہ میں گفتگو کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت اپنے دل میں ایک تقریر تیار کر رکھی تھی۔ میں نے بولنا چاہا مگر ابوبکر صدیق نے مجھے روک دیا۔ اور خود انھوں نے تقریر کی۔ جو باتیں میں نے سوچ رکھی تھیں انھوں نے بڑی خوبی سے بیان فرمائیں۔ انھوں نے انصار کے فضائل ومناقب بیان کئے اور ان کے حقوق بھی تسلیم کئے۔ انصار نے پہلے پوری امارت کا دعویٰ کیا تھا۔ پھر انھوں نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے۔ ان کی گفتگو سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ۔　　بادشاہ اور امیر قریش سے ہوں گے۔

حدیث رسول سن کر انصار خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان دونوں آدمیوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر کی پوری تقریر میں مجھے یہی بات ناپسند ہوئی۔ اگر میری گردن ماردی جاتی تو مجھے گوارا تھا۔ لیکن یہ ہرگز گوارا نہیں کہ میں اس جماعت کا امام اور امیر بنوں جس میں ابوبکر موجود ہوں۔ میں نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے کون امام بن سکتا ہے۔ ہاتھ بڑھایئے، انھوں نے ہاتھ دراز کیا۔ میں نے بیعت کی اور حضرت ابوعبیدہ نے اس کے بعد سارے حاضرین نے بیعت کی۔ صواعق محرقہ میں مسند امام احمد کے حوالے سے ایک معتبر روایت لکھی ہے کہ حضرت صدیق اکبر کے سمجھانے کے بعد حضرت سعد بن عبادہ بھی اسی وقت سمجھ گئے۔ اور صدیق اکبر کی خلافت انھوں نے قبول کر لی۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے ساری عمر بیعت نہیں کی اور اسی وجہ سے وہ مدینہ چھوڑ کر یمن چلے گئے معتبر نہیں ہے۔

غسل: آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے میرے اہل بیت غسل دیں۔ پہلے ایک آواز آئی کہ آپ کو غسل مت دو وہ خود پاک ہیں۔ کہنے والے کو تلاش کیا گیا مگر وہ نہ ملا، پھر ایک آواز آئی کہ آپ کو غسل دو، پہلا کہنے والا شیطان تھا اور میں خضر ہوں۔ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔ اس میں اختلاف ہوا کہ برہنہ غسل دیا جائے یا کپڑوں سمیت پھر سب پر نیند غالب ہوگئی۔ اور گوشۂ خانہ سے آواز آئی کہ کپڑوں سمیت غسل دو۔ حضرت ابوبکر بھی غسل کے وقت حاضر ہوئے۔ انصار نے کہا کہ ہم بھی اس شرف سے حصہ چاہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے انصار میں سے ایک شخص کو پانی دینے اور اسی طرح کے دوسرے کام پر تعینات کر دیا کہ وہ اس طرح سے شرف یاب ہوں۔

نماز جنازہ: رسول اقدس کے حکم کے مطابق نماز کے لیے یہ بات طے پائی کہ لوگ باری باری تنہا نماز پڑھیں۔ مقصد یہ تھا کہ اس شرف سے کوئی محروم نہ رہے۔ اور یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ انبیا کا جسم مبارک وفات کے بعد بھی تغیر پذیر نہیں ہوتا۔ اس لیے تاخیر دفن کا کوئی اندیشہ نہیں کیا گیا۔ حسب الحکم سارے لوگ نماز سے شرف یاب ہوئے۔ اگرچہ اتنی تاخیر ہوئی کہ سہ شنبہ کو بوقت سہ پہر یا شب چہار شنبہ کو آپ کا جسد مبارک سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قبر انور: قبر کے سلسلے میں یہ بات طے پائی کہ آپ کی روح جس جگہ قبض ہوئی اسی جگہ آپ کو دفن کیا جائے۔ اس لیے کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی کہ نبی وہیں دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی روح قبض ہوتی ہے۔

مدینہ میں دو حضرات قبر کھودتے تھے۔ ایک حضرت ابوطلحہ، دوسرے ابوعبیدہ بن جراح۔ ابوطلحہ بغلی قبر کھودتے اور ابوعبیدہ بن جراح سیدھی۔ یہ مشورہ ہوا کہ جو پہلے آئے وہ اپنا کام شروع کر دے ابوطلحہ پہلے آئے اس لیے آپ نے بغلی قبر تیار کی۔

شُقران[1] (۱) نامی ایک آزاد غلام نے آپ کے بچھانے کی چادر آپ کی قبر میں بچھادی اور کہا کہ میرا دل یہ نہیں چاہتا کہ آپ کے بعد کوئی اس پر بیٹھے۔ آپ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں دفن کیا گیا۔

علما نے لکھا ہے کہ جنازہ کی متعدد نمازیں ہونا، بے جماعت ہونا اور گھر میں مدفون ہونا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ہے۔

حضرت عائشہ کا خواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا کہ ان کے حجرے میں تین چاند اترے۔ انھوں نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ انھوں نے تعبیر بتائی کہ تمہارے حجرے میں تین ایسی شخصیتیں مدفون ہوں گی جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوں گی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں مدفون ہوئے تو حضرت صدیق اکبر نے عائشہ صدیقہ سے فرمایا کہ عائشہ یہ تمہارے ایک چاند ہیں۔ اور دو چاند باقی ہیں۔ (یہ دو چاند حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق ہوئے) حجرہ عائشہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ اس سلسلے میں روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں مدفون ہوں گے۔

---

[1] شقران بروزن عثمان ۱۲ منہ

حضرت فاطمہ کا غم: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایسا رنج لاحق ہوا کہ جب تک وہ باحیات رہیں۔ غم کی وجہ سے مطلق نہ ہنسیں۔ آپ سرکار کے وصال کے بعد چھ مہینے باحیات رہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے بعد آپ قبر انور پر آئیں اور صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ اپنے نبی کے اوپر مٹی ڈالو۔ صحابہ نے کہا کہ اے بنت رسول خدا کے حکم سے مجبوری ہے۔ پھر آپ نے قبر اطہر کی تھوڑی سی مٹی ہاتھ میں لے کر سونگھا اور یہ اشعار پڑھے۔

مَاذا عَلیٰ مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدٍ — اَنْ لَا یَشَمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوالِیا

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا — صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیا

جو شخص احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کی مٹی سونگھ لے کیا حرج ہے کہ وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔

مجھ پر اتنی مصیبتیں آن پڑی ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑیں تو رات ہو جائیں۔

طلب مغفرت: ایک اعرابی دفن سے تین دن بعد قبر اطہر پر آیا اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّھُم اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُ كَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَلَھُم الرَّسُوْلُ لَوَجَدُو اللّٰہَ تَوابًا رَّحِیْماً (پ۵۔ النساء۔ آیت ٦٤۔ رکوع٦)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (کنزالایمان)

تو میں نے گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ حضور میں آیا ہوں آپ میرے لیے استغفار کریں تاکہ خدائے تعالیٰ مجھے بخش دے۔ قبر شریف سے آواز آئی۔ قَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَكَ۔ بے شک اللہ نے تجھے بخش دیا۔ (فتح القدیر بروایت دار قطنی)

علمائے مذاہب اربعہ نے جنھوں نے مناسک میں کتابیں لکھی ہیں اپنی کتابوں میں اس روایت کو ذکر کیا اور اسے حسن کہا ہے۔ (جذب القلوب)

فائدہ: قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بڑے ہی اجر وثواب کی چیز ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ وَ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِی فَكَاَنَّہٗ زَارَنِی فِی حَیَاتِی۔ (دار قطنی، فتح القدیر، شرح شفا از ملا علی قاری)

جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔

اور فرمایا:

لَایَدْخُلُ النَّارَ مَنْ رَّاٰنِی۔ وہ شخص دوزخ میں نہیں جائے گا جس نے مجھے دیکھا۔

ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جو شخص قبر رسول کی زیارت کرے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اور حدیث میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَ جَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

سلف سے خلف تک یہ عادت جاری ہے کہ جب لوگ حج کے لیے جاتے ہیں تو بارگاہ رسول میں حاضری کی سعادت بھی حاصل کرتے ہیں پروردگار عالم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنے فیض عمیم سے اس گنہگار تباہ روزگار کو جلد یہ سعادت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔

Scanned with CamScanner

باب سوم:

پہلی فصل:

حلیۂ مبارکہ

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت زیادہ لمبے تھے نہ پستہ قد، بلکہ یہ کہا جائے کہ آپ کا قد لمبائی سے زیادہ قریب تھا۔ آپ جس مجمع میں کھڑے ہوتے سب سے سر بلند معلوم ہوتے۔ رنگ مبارک سرخ وسفید بانمکینی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ زیادہ خوبصورت ہیں یا یوسف علیہ السلام۔ آپ نے فرمایا: اَنَا اَمْلَحُ وَ اَخِی یُوسُفُ اَصْبَحُ۔ میں ملیح یعنی گورا بانمکینی ہوں اور میرے بھائی یوسف خوب گورے تھے۔

نکتہ دانوں نے لکھا ہے کہ آپ کے نمکین ہونے میں یہ نکتہ تھا کہ نمک کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے جیسا بنالیتا ہے۔ ع

ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد۔

یعنی جو چیز نمک کی کان میں جاتی ہے نمک ہو جاتی ہے۔

نمک کھانے کو مزیدار بنا دیتا ہے۔ چونکہ اللہ کو منظور تھا کہ ایک عالم کو آپ کی کیفیت سے مکیّف کرے۔ اور مخلوق کو آپ کے سبب سے ذوقِ معرفت عطا فرمائے۔ اور ظاہر سے باطن کا پتا چلتا ہے۔ اس لیے رنگ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے ملاحت عطا فرمائی۔

سر مبارک: بڑا۔ بال شریف خوب سیاہ نرم، تھوڑے مڑے ہوئے نہ بہت گھونگھر والے تھے اور نہ بہت سیدھے۔ کبھی کندھے تک ہوتے، کبھی کان کی لو تک، آپ بالوں کے درمیان مانگ نکالا کرتے۔

کان: نہ بہت بڑے تھے کہ بدنما معلوم ہوں اور نہ بہت چھوٹے۔

پیشانی: کشادہ کھلی ہوئی اور روشن۔

ابرو: باریک کمان کی طرح ملے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اور واقعتاً ملے ہوئے نہیں تھے۔ دونوں کے درمیان کچھ فرق تھا۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت پھول جاتی تھی۔

آنکھیں: بڑی بڑی سفیدی اور سرخی ملی ہوئی تھیں۔

پتلیاں: خوب سیاہ تھیں۔ بغیر سرمہ لگائے ایسا محسوس ہوتا کہ سرمہ لگا ہے۔

پلک: بڑی اور خوبصورت۔

رخسار: نرم اور پُر گوشت، نہ پھولے ہوئے نہ دبے ہوئے۔

ناک: بلند اور نورانی۔

منہ: بڑا، بہت چوڑا نہیں کہ بدنما معلوم ہو۔

Scanned with CamScanner

لب: بہت خوبصورت۔

دندان: سفید اور چمکدار، جب آپ گفتگو فرماتے تو دانتوں سے نور نکلتا معلوم ہوتا۔ تبسم کے وقت بجلی کی طرح چمک معلوم ہوتی۔ دندان مبارک میں کشادگی تھی۔ اور آگے کے دانتوں میں کھڑکی تھی۔

چہرہ: نہ لمبا اور نہ ایسا گول کہ بدنما معلوم ہو۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں، بلکہ چودھویں رات کا چاند آپ کی خوبصورتی کے آگے ماند تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاندنی رات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو دیکھا۔ تو میں ایک مرتبہ چاند کی طرف دیکھتا اور ایک مرتبہ چہرۂ اقدس کی طرف تو میں بخدا کہتا ہوں کہ آپ کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ خوبصورت تھا۔

داڑھی: بھری ہوئی گھنے بال سینے کو ڈھک لیتے۔

گردن: بہت خوبصورت، صراحی کی طرح اور خوب صاف شفاف۔

کندھا: گوشت سے بھرا ہوا اور خوبصورت، دونوں کندھوں کے درمیان فرق تھا۔

دست مبارک: لمبے، ہاتھوں اور کندھوں کے جوڑ بڑے قوی اور مضبوط۔ بلکہ سارے بدن کے جوڑ ایسے ہی مضبوط تھے۔

ھتھیلی: پر گوشت، کشادہ اور بہت نرم، ریشم کی نرمی بھی اس کے سامنے ماند تھی۔

بغلیں: سفید تھیں۔ ان سے خوشبو پھوٹتی تھی۔ اور ان میں بال بالکل نہ تھے۔ جیسا کہ قرطبی نے ذکر کیا ہے۔

سینہ: چوڑا۔ پشت: گویا چاندی کی ڈھلی ہوئی تھی۔ دست مبارک کی انگلیاں، لمبی اور خوشنما۔ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ یہ کبوتر کے انڈے کی طرح ابھرا ہوا گوشت کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس کے ارد گرد تل اور چھوٹے چھوٹے بال تھے۔

مہر نبوت کے سلسلے میں یہ بات جو مشہور ہے کہ اس میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔ یا تَوَجَّهْ حَيْثُ شِئْتَ فَإِنَّكَ مَنْصُورٌ لکھا ہوا تھا۔ (یعنی تم جدھر جاؤ تمہاری مدد ہوگی) یہ چیز محدثین کے نزدیک ثابت نہیں۔

ملا علی قاری نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھوں، کندھوں، سینہ اور پنڈلیوں پر بال تھے۔ اور سینے سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ جو بہت خوشنما تھا اس کے علاوہ بدن پر بال نہ تھے۔ شکم مبارک ایسا صاف وشفاف اور نرم تھا کہ ایسا معلوم ہوتا کہ خوب سفید اور صاف شفاف کاغذ کے تختے تہ کئے ہوں۔ سینہ اور شکم مبارک برابر تھا یعنی نہ شکم سینہ سے اونچا تھا کہ توند ہو، اور نہ نیچے دبا ہوا تھا کہ بدنما ہو۔ پنڈلیاں صاف ہموار، گول اور ذرا باریکی لیے ہوئے تھیں۔ قدم مبارک میں کف پا پُر گوشت تھے اور بیچ کا حصہ خالی تھا۔ پائے اقدس کی انگلیاں مضبوط اور خوشنما تھیں۔ انگوٹھے کے پاس کی انگلی انگوٹھے سے بڑی تھی۔ غرض کہ ہر وہ خوبی ولطافت جیسی کہ چاہیے بدن مبارک اور دیگر سارے اعضا میں موجود تھی۔ اور دنیا کے سارے حسینوں پر آپ کو ترجیح حاصل تھی۔ گویا کہ سب کا حسن آپ میں جمع کر دیا گیا تھا۔

خوبی وشکل وشمائل، حرکات وسکنات   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

Scanned with CamScanner

پیٹھ کے پیچھے سے بھی آپ کو ایسا ہی نظر آتا تھا جیسا کہ سامنے سے، اس کا راز یہ ہے آپ کا بدن نور تھا۔ جیسے شمع کہ اس کا آگا پچھا یکساں ہوتا ہے اور جو چیز اس کے مقابل ہو چاہے جدھر ہو روشن اور منکشف ہو جاتی ہے، اسی لیے آپ کا سایہ نہ تھا۔ کیوں کہ سایہ جسم کثیف ظلماتی کا ہوتا ہے نہ جسم لطیف نورانی کا۔ ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سایہ نہ ہونے کا نکتہ بڑی خوبی سے تحریر فرمایا ہے۔ قطعہ

پیغمبر ما نہ داشت سایہ تاشک بدل یقیں نیفتد
یعنی ہر شخص کہ پیرو اوست پیدا ست کہ بر زمیں نیفتد

جسم مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ جو آپ سے مصافحہ کرتا تھا پورے دن اس کے ہاتھ سے خوشبو پھوٹتی۔ پسینہ ایسا خوشبو دار کہ بعض بیویوں نے اسے شیشے میں جمع کر رکھا تھا۔ دلہنوں کو عطر کی جگہ لگا دیتیں۔ اس کی خوشبو تمام خوشبوؤں پر غالب رہتی۔ جس کوچے سے آپ گزر جاتے اس سے خوشبو آتی۔ یہاں تک کہ جو کوئی اس کوچے سے گزرتا تو خوشبو سے پہچان لیتا کہ ادھر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔ آپ جہاں قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے وہاں سے خوشبو پھوٹتی۔ اور زمین آپ کے فضلات کو نگل لیتی۔ آپ کے پیشاب میں گندگی اور بدبو نہ تھی۔ رات میں ایک مرتبہ آپ نے برتن میں پیشاب کیا۔ امّ ایمن نے دھوکے سے اسے پانی سمجھ کر پی لیا۔ پیشاب ہونے کا ان کو مطلق احساس نہ ہوا۔ آپ نے سن کر یہ فرمایا کہ تیرے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا۔

لہذا فقہا نے لکھا کہ آپ کا پیشاب پائخانہ نجس نہ تھا۔ چنانچہ علامہ عینی شارح بخاری نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ دنیا کی چیزوں میں آپ کو خوشبو بہت زیادہ پسند تھی۔ اس لیے کہ آپ کی ہم جنس تھی اور عورتیں زیادہ پسند تھیں۔ اس لیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چالیس مردوں کے برابر طاقت عطا فرمائی تھی۔ اور اچھا کھانا۔ راوی حدیث نے کہا ہے کہ دو چیزوں سے آپ نے فائدہ اٹھایا خوشبو سے اور عورتوں سے اور تیسری چیز کھانا تو اس سے نفع اندوز نہ ہوئے۔ بلکہ آپ قصداً بھوکے رہتے۔ یہاں تک کہ شکم مبارک پر پتھر باندھتے۔ اس طرح بھوکے رہنے کے باوجود مباشرت ازواج پر اس طرح قادر ہونا کہ ایک رات میں سب ازواج مطہرات کے پاس ہو آتے معجزات کی قبیل سے ہے۔ دنیا کے کھانے کی احتیاج حصول طاقت کی وجہ سے نہیں تھی۔ بلکہ جسم مبارک کو روحانی طاقت حاصل تھی۔ اس لیے آپ کو طی کا روزہ رکھنا جائز تھا اور امت کو نا جائز (طی کا روزہ جسے عربی میں صوم وصال کہا گیا۔ یعنی ایک روزہ کے بعد رات کو افطار کیے بغیر دوسرا روزہ اس سے ملا دینا۔۱۲)

آپ نے فرمایا کہ تم میں میری طرح کون ہے۔ میں خدائے تعالیٰ کے پاس رات گزارتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ یعنی روحانی غذا کی وجہ سے مجھے دنیاوی کھانے کی حاجت نہیں ہوتی۔ آپ کے بدن پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ اس لیے کہ مکھی نجاست پر بیٹھتی ہے تو ایسے پاک جسم پر کیسے بیٹھے۔ آپ جس جانور پر سوار ہوتے۔ جب تک سوار رہتے وہ پیشاب پائخانہ نہیں کرتا۔ لعاب دہن، کھاری کنویں میں پڑ جاتا تو اس کا پانی میٹھا اور شیریں ہو جاتا۔ کبھی اس کا ایک قطرہ شیر خوار بچے کے منہ میں ڈالتے تو ماں کے دودھ سے زیادہ بہتر اور قوت بخش ہوتا کہ بچے کو دن بھر دودھ پینے کی حاجت نہ ہوتی۔ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا۔ لہذا اس وقت جو آپ کے پاس باتیں کرتا آپ سنتے،

Scanned with CamScanner

سونے سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ سونے میں سانس لینا ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کبھی خراٹا نہیں لیتے تھے۔ اس لیے کہ خراٹا ایک ناپسندیدہ آواز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ساری ناپسندیدہ چیزوں سے آپ کو پاک ومنزہ کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسی دلیل سے آپ کے لیے خراٹے کا نہ ہونا بیان کیا ہے۔ بدن اور کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی تھی۔ اور یہ جو حدیث میں آیا ہے۔ کانَ یَفْلِیْ ثوبَه۔ یعنی اپنے کپڑوں کی جوں دیکھ لیا کرتے تو محدثین نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی اور کی جوں جو آپ کے کپڑے پر چڑھ آتی تھی اسے دور کرنے کے لیے آپ کپڑوں کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور بعض حضرات نے لکھا ہے آپ خس وخاشاک وغیرہ سے صاف کرنے کے لیے کپڑا دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور واقعتاً ایسا ممکن بھی نہ تھا کہ ایسے پاک اور لطیف بدن اور معطر ومعنبر لباس میں جوں پڑے۔ جوں تو بہت گندگی میں پیدا ہوتی ہے اور آپ کو پاکیزگی اور صفائی بہت پسند تھی۔ میلے کچیلے اور بکھرے ہوئے بال والوں کو بہت ناپسند فرماتے۔ بلکہ ایسے شخص کو آپ نے مثل شیطان فرمایا ہے۔ آپ نے بالوں کو دھونے، کنگھی کرنے، اور تیل پھلیل لگانے کا حکم دیا ہے۔ لیکن اس طرح نہیں کہ اکثر اوقات اسی میں مشغول رہے۔ اور عورتوں کی طرح بناؤ سنگار کیا کرے۔

باب سوم:

دوسری فصل:

اخلاق کریمہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (پ۲۹ع۳،آیت۴ القلم) اور بیشک تمہاری خوتو بڑی شان کی ہے (کنزالایمان)

جب خدائے تعالیٰ نے آپ کے خلق کو عظیم اور عمدہ فرمایا تو اسی سے اندازہ لگانا چاہیے کہ اخلاق کریمہ کیسے عمدہ اور بہتر تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آپ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ۔

کان خلقه القرآن۔ آپ کا خلق قرآن تھا۔

یعنی جس طرح قرآن مجید میں آپ کے اخلاق حمیدہ مذکور ہیں آپ ان سب سے متصف تھے۔ آپ کی وضع باوقار تھی جو یکبارگی آپ کو دیکھتا ہیبت زدہ ہو جاتا۔ مگر جب حضوری کا شرف حاصل ہوتا۔ اور بات چیت ہوتی۔ تو آپ کی محبت اس کے دل میں گھر کر جاتی۔ ملاقات کے وقت آپ سلام میں پہل کرتے۔ اس بات کے ہرگز منتظر نہ رہتے کہ سامنے والا سلام کرے۔ ہر ایک سے کشادہ پیشانی اور خندہ روئی سے ملتے۔ آپ کی زبان مبارک فحش گوئی اور سخت کلامی سے محفوظ تھی۔ جو کوئی بھی آپ کو کسی کام کے لیے پکارتا آپ فرماتے لَبَّیک حاضر ہوں۔ صحابہ کرام کے درمیان ہوتے تو کبھی پاؤں نہ پھیلاتے۔ جس مجلس میں تشریف لے جاتے مجلس کے کنارے بیٹھ جاتے۔ قصداً بالانشینی اور محفل کی صدارت نہ چاہتے۔ اگر کوئی شخص آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ نہ چھڑاتے۔ کبھی

Scanned with CamScanner

آپ نے کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا مگر جہاد میں۔ اپنی ذات کے لیے آپ نے کبھی بدلہ نہیں لیا۔ آپ کسی پر غصہ نہیں کرتے تھے۔ مگر جب کوئی شریعت مطرہ کی خلاف ورزی کرتا تو اس وقت آپ خدائے تعالیٰ کے واسطے اس قدر غضبناک ہوتے کہ کوئی تاب نہیں لاسکتا تھا۔ بوڑھی عورتیں آپ کو اگر کسی کام کے لیے لے جاتیں تو آپ ساتھ ہو لیتے اور کام کر دیتے۔

یہودی مسلمان ہو گیا: ایک یہودی کا آپ پر کچھ قرض تھا دَین کی میعاد مقرر تھی۔ مگر یہودی وقتِ موعود سے پہلے ہی آ گیا اور اس نے سختی سے تقاضا کیا۔ وہ جتنی ہی سختی کرتا آپ نرمی فرماتے۔ اس نے کہا تمہارے خاندان میں ایسی ہی نادہندگی چلی آ رہی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے تاب ہو گئے۔ اس یہودی کو بہت زَجر وتوبیخ کیا۔ اور کہا کہ اگر تو اس مجلس شریف میں نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ سرکار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہیں چاہیے تھا کہ مجھ سے قرض کی ادائیگی کے لیے کہتے۔ اور اس سے کہتے کہ تقاضا نرمی کے ساتھ کرو۔ اس کو ڈانٹنا نہیں چاہیے تھا۔ جاؤ اس کا قرض ادا کر دو۔ اور اس سے جھگڑنے کے عوض میں اسے بیس صاع مزید دیدو۔ جب اس یہودی نے یہ صورت حال دیکھی۔ اسی وقت ایمان لایا اور کہا کہ میں نے کتب سابقہ میں دیکھا ہے کہ نبی آخر الزماں کی صفت یہ ہے کہ جوں جوں کوئی ان سے سختی سے پیش آئے گا۔ وہ نرمی سے پیش آئیں گے۔ اپنے اس رویے سے مجھے امتحان لینا مقصود تھا۔ اور ٹھیک میں نے ویسا ہی پایا جیسا کہ میں نے کتاب میں دیکھا۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں۔ آپ کی نرم خوئی یہاں تک تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی یوں تعریف فرمائی۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔(پ ٤۔ع ٨ آیت ١٥٩ / آل عمران)

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے، اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے، اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہوتے (کنز الایمان)

مدینے کی لونڈی، غلام اور خُدّام برتن میں پانی لا کر درخواست کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنا دست مبارک اس برتن میں ڈال دیں تاکہ برکت حاصل ہو۔ آپ ان کی دل جوئی کے لیے برتنوں میں دست مبارک ڈال دیتے، اگرچہ جاڑے کے دن ہوتے۔ حالانکہ سردی کی وجہ سے آپ کو تکلیف بھی ہوتی۔

ظرافت: مجلس میں صحابہ کرام سے بے تکلف رہتے۔ اور صحابہ کرام شریعت کے دائرے میں رہ کر ہر طرح کی باتیں آپ سے کرتے۔ اگرچہ وہ باتیں ظرافت ہی کی ہوں۔ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ذکر کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تو میرے بت نے بہت فائدہ دیا۔ یہ سن کر لوگ متحیر ہوئے۔ انھوں نے کہا کہ سفر میں میں نے پرستش کے لیے ستو کا ایک بت بنا لیا۔ راستہ میں توشہ ختم ہو گیا میں نے اس بت کو توڑ کے کھایا۔ اس وقت مجھے بت نے بہت نفع پہنچایا۔ اس طرح کی ہنسی کی باتیں آپ کی مجلس میں ہو جایا کرتی تھیں۔

Scanned with CamScanner

اورآپ بھی کبھی کبھی صحابہ کرام سے ہنسی کی باتیں فرماتے مگر سچ کے علاوہ کچھ نہ فرماتے ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے سواری مانگی آپ نے فرمایا کہ میں تجھے سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔اس نے کہا کہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔آپ نے فرمایا کہ اونٹ اونٹنی کے بچے نہیں ہوتے تو کس کے ہوتے ہیں۔حقیقتاً یہ بات سچی تھی۔آپ نے بطور ظرافت یہ بات ارشاد فرمائی۔

زاہر نامی ایک صحابی گاؤں میں رہتے تھے۔گاؤں کی چیزیں بطور ہدیہ خدمت اقدس میں لایا کرتے تھے۔اورآپ ان کے لیے شہر کی چیزیں خرید کر دیا کرتے تھے۔آپ نے ایک مرتبہ فرمایا:

زاهِرٌ بَادِ يُنا وَنَحْنُ حاضِرُوہ۔ یعنی زاہر ہمارا گاؤں کا آدمی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔

یعنی وہ گاؤں کی چیزیں ترکاری وغیرہ لے آتے ہیں اور ہم ان کے لیے شہر کی چیزیں خرید دیتے ہیں۔ ایک روز زاہر بازار میں اپنی کچھ چیزیں بیچ رہے تھے۔آپ نے پیچھے جا کر ان کو لپٹا لیا۔انھوں نے دیکھا نہیں تھا۔کہا کون ہے؟ چھوڑ دو پھر جب معلوم ہوا کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو انھوں نے پیٹھ رسول کریم صلی اللہ کے بدن سے خوب چمٹا دی۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے۔زاہر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قیمت تو کم ملے گی۔انھوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ وہ سیاہ فام تھے صورت کے اچھے نہیں تھے۔آپ نے فرمایا لیکن خدائے تعالیٰ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو۔بیش قیمت ہو، اور مقبول خدا ہو۔اور کیسے نہ ہوتے کہ اللہ کے رسول کے محبّ اور مقبول تھے۔اس طرح کی ظرافت کی باتیں آپ مسلمانوں کی دلداری کی خاطر بطور شفقت کیا کرتے تھے۔

آپ اپنا کام خود کرتے:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرلیا کرتے تھے: جیسے اپنا کپڑا سی لینا، بکریوں کا دودھ دوہ لینا اور گھر کا کام کرلینا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ کے خادم تھے وہ کہتے ہیں کہ دس برس میں نے آپ کی خدمت کی۔قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی کہ سفر وحضر میں جتنا میں آپ کا کام کرتا۔اس سے کہیں زیادہ آپ میرا کام کردیا کرتے تھے۔دس برس کے عرصہ میں آپ نے مجھے کبھی جھڑکا نہیں۔اور نہ کبھی اف کہا۔اور نہ کبھی یہ کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں نہیں کیا اور فلاں کام کیوں کیا۔

تواضع:

آپ بہت زیادہ تواضع پسند تھے۔بطور انکسار آپ اونٹ، گھوڑے، خچر اور دراز گوش سب پر سوار ہوا کرتے۔صحابہ کے ساتھ کام میں شریک ہوجایا کرتے تھے۔ایک سفر میں صحابہ نے کھانے کے لیے ایک بکری ذبح کی، اور آپس میں کام تقسیم کرلیا۔ایک نے کہا کہ میں کھال صاف کروں گا، ایک نے کہا کہ میں گوشت بناؤں گا۔ایک نے کہا کہ میں پکاؤں گا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنگل سے لکڑیاں لاؤں گا۔صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کام بھی ہم کرلیں گے۔آپ کیوں تکلیف کریں گے۔آپ نے فرمایا

Scanned with CamScanner

کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ آدمی اپنے احباب میں ممتاز ہو کر بیٹھے اور کام میں شریک نہ ہو۔ آخر کار آپ جا کر جنگل سے لکڑیاں اٹھا لائے۔

مسئلۂ قیام تعظیمی: صحابہ کرام جب آپ کو مسجد میں تشریف لے جاتے دیکھتے تو بیٹھے رہتے، کھڑے نہ ہوتے۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔ (مشکوٰۃ)

آپ کی یہ ناپسندیدگی بطور شفقت تھی۔ اس خیال سے کہ ہر وقت کی آمد و رفت ہے اس لیے میرے صحابہ کو بار بار کھڑے ہونے میں تکلیف ہوگی۔ اس لیے آپ نے اجازت دے رکھی تھی کہ کھڑے نہ ہوا کریں۔ تو صحابہ نے اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ۔ (حکم ادب سے بڑھ کر ہے۔) کے تحت عمل کیا۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تعظیم کے لیے کھڑا ہونا منع ہے۔ اور دوسری حدیثوں سے معظم و مکرم شخص کے لیے براہ محبت و تعظیم قیام کا جواز ثابت ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''البیان فی آداب حملۃ القرآن'' میں اس مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔ اور اس مسئلہ کے بیان میں آپ نے علاحدہ ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔ اور جوازِ قیام تعظیمی کو احادیث کی روشنی میں قوی دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔

خورد نوازی: آپ مسکینوں سے بہت محبت رکھتے۔ ہر غریب، امیر، غلام اور آزاد کی دعوت قبول فرماتے۔ اہل شرف اور عزت دار کی توقیر کرتے۔ حسب مراتب ہر ایک سے پیش آتے۔ اپنے صحابہ سے بہت محبت کرتے۔ بیماروں کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔ کوئی ہدیہ پیش کرتا تو اسے قبول کرتے اور اکثر اس کے بدلے میں اسی کی مقدار یا اس سے زیادہ عنایت فرماتے۔ غمزدوں کے گھر ماتم پرسی کے لیے تشریف لے جاتے۔ اور آپ کی نشست اکثر قبلہ رو ہوتی۔

عبادت: آپ ایک مجلس میں سو سو بار استغفار کرتے۔ نماز لمبی پڑھتے اور خطبہ چھوٹا ارشاد فرماتے۔ کثرت سے نماز پڑھتے۔ اور تہجد میں اتنا طویل قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک ورم کر جاتے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی محنت کیوں کرتے ہیں۔ (جب کہ آپ معصوم ہیں) آپ نے فرمایا ''اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا''، یعنی جب اللہ نے مجھ پر اتنی بڑی مہربانی کی تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اور اس مالک کی نوازش کا شکریہ ادا نہ کروں۔

تبسم اور گفتگو: آپ جب ہنستے تو تبسم فرماتے۔ کبھی آواز سے نہیں ہنستے۔ اور اس طرح گفتگو فرماتے کہ مخاطب اچھی طرح سمجھ لے۔ مخاطب کو سمجھنے کے لیے اکثر تین مرتبہ گفتگو فرماتے۔ اور ہر ایک سے اس کی سمجھ کے مطابق کلام فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جَوَامِعُ الْکَلِمِ عنایت فرمایا۔ یعنی ایسا کلام کہ

Scanned with CamScanner

عبارت تھوڑی ہو اور معنیٰ بہت ہوں۔ جیسے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ" (عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے) یعنی جیسی نیت ہوگی ویسا ہی عمل کا پھل ہوگا۔ اس حدیث سے سیکڑوں دینی اور دنیاوی مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ علمائے محدثین اور فقہائے کاملین نے اس کی شرح میں ایک دفتر تحریر فرمایا ہے۔ ایک حدیث یہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مِنْ حُسْنِ اسلامِ المرء ترکُہ ما لایَعْنیه۔ یعنی آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ جس بات میں کوئی فائدہ نہیں اسے ترک کردے۔

یہ حدیث بھی سیکڑوں دینی اور دنیوی امور میں کارآمد ہے۔ ایسی اور دوسری حدیثیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔

شجاعت اور سخاوت: شجاعت اور سخاوت میں آپ سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ شجاعت کا یہ حال تھا کہ جنگ حنین میں جس وقت لشکر کو ابتدا میں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ آپ نے بغلۂ شہبا کو (جس کا نام دُلدُل تھا) یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھایا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں بلاشبہہ نبی ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

صحابہ کا بیان ہے کہ جنگ میں جو زیادہ خوفناک جگہ ہوتی آپ وہاں تشریف فرماتے اور ہم لوگ وہاں جاکر آپ کی پناہ لیتے۔

اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سائل کو محروم نہیں فرماتے۔ حتی الوسع اس کی ضرورت پوری کرتے۔ اور اگر وسعت نہ ہوتی تو نرمی اور خوش اخلاقی سے جواب دیتے اور اس طرح خرچ کرتے کہ غربت اور ناداری سے نہ ڈرتے۔ یہاں تک کہ بعض کفار آپ کی سخاوت دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔ جیسے صفوان بن امیہ ان کے حق میں آپ کی سخاوت ہی معجزہ ہوگئی۔ صفوان نے کہا کہ غیر نبی سے ایسی سخاوت ممکن نہیں۔

خوردونوش: تمام عادات میں آپ عاجزی اور فروتنی فرماتے، کھانے پینے میں غریبوں کا طریقہ اختیار فرماتے۔ تکیہ لگا کر نہ کھاتے۔ فرماتے میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح کھاتا ہوں۔ کھانے کو کبھی برا نہ کہتے۔ پسند ہوتا تو کھاتے اور پسند نہ ہوتا تو اٹھا دیتے۔ دودھ، شیرینی اور گوشت آپ کو بہت پسند تھے۔ آپ نے مرغی کا گوشت بھی تناول فرمایا جب کھانا کھاتے تو بسم اللہ کر کے کھاتے۔ اور ہر کام کو بسم اللہ سے شروع فرماتے۔ سیدھے ہاتھ سے کھانا کھاتے۔ مگر استنجا، ناک جھاڑنا اور اس طرح کے دوسرے کاموں میں بایاں ہاتھ استعمال فرماتے۔ جس چیز میں ناخوشگوار بو ہوتی۔ جیسے کچا لہسن یا کچی پیاز اسے نہ کھاتے۔ اور نہ پسند فرماتے۔

مسواک: آپ مسواک بہت پسند فرماتے۔ اس لیے کہ وہ صفائی اور نظافت کا بہترین ذریعہ ہے۔

گھوڑا: سواری میں آپ کو گھوڑا بہت پسند تھا۔ آپ اپنا دست مبارک گھوڑے کی پیشانی پر پھیرتے۔ فرمایا کہ گھوڑے کی پیشانی سے برکت بندھی ہوئی ہے۔

Scanned with CamScanner

باب سوم
تیسری فصل

معجزات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے بے شمار معجزات عنایت فرمائے۔ جتنے معجزے ہر پیغمبر کو ملے سب کا مجموعہ آپ کو عنایت ہوا۔ علمائے محدثین اور اہل سیر نے اپنے علم کے مطابق آپ کے معجزات رقم فرمائے ہیں۔ بعض نے تو معجزات کے بیان میں مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جیسے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الخصائص الکبریٰ لکھی اگرچہ راقم الحروف نے یہ کتاب نہیں دیکھی ہے۔ لیکن اہل علم سے سنا ہے کہ اس میں ایک ہزار معجزات مندرج ہیں۔ اور علماے محدثین کی تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ہزار معجزات صادر ہوئے۔ فقیر نے بھی صرف معجزات عالیہ میں ایک رسالہ بنام ''الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین'' تصنیف کیا ہے۔ اور اس بات کا التزام کیا ہے اس میں وہی معجزات درج ہوں جو حدیث کی معتبر کتابوں میں وارد ہیں[1]۔ اس میں کل تین سو معجزات مندرج ہیں۔ اور آیت کریمہ '' وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ [2]'' کی برکت سے اس رسالے کی ایسی نادر و نایاب تمہید اور تقریر و ترتیب پیش کی کہ تمام اہل دین و دانش نے اسے بطیب خاطر قبول کیا۔ امید ہے کہ خداوند کریم اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قبول فرمالیا ہو۔

اس کتاب میں بیان حالات کے دوران بہت سے معجزات ذکر ہو چکے ہیں۔ اس لیے کہ معجزات کی ایسی کثرت تھی کہ بہت کم کوئی ایسا معاملہ ہوتا جو معجزہ سے خالی ہوتا۔ اس جگہ پچاس معجزات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) قرآنِ مجید: قرآن کریم ایک عمدہ ترین معجزہ ہے۔ ایسا معجزہ کسی اور نبی کو نہیں عنایت ہوا۔ انبیاے کرام کے معجزات ایک وقت میں ظاہر ہو کر ختم ہو جاتے۔ اور آپ کا یہ معجزہ ابتدائے نزول سے اب تک باقی ہے۔ یعنی بارہ سو اٹھہتر سال گزرنے کے بعد بھی یہ معجزہ بعینہ باقی ہے اور تا قیامت باقی رہے گا۔ فصحاے عرب فصاحت و بلاغت میں جن کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ فی البدیہ طویل قصیدے اور لمبی لمبی مسجع نثری عبارتیں بے تکلف پیش کیا کرتے۔ وہ بھی قرآن کریم کے مقابلہ میں عاجز و بے بس تھے۔ آپ نے ان سے برملا کہا:

فَاْتُوا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ۔ (بقرہ۔ پ ۱/۳ آیت)

تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ، اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو، اگر تم سچے ہو۔ (کنز الایمان)

اس کلام مبین کے سامنے وہ اتنے عاجز تھے کہ قرآن کی سب سے چھوٹی سورہ اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ کے مقابلے میں کوئی سورہ نہ بنا سکے۔ دشمنان دین جو ہمیشہ تخریب اسلام کی فکر میں رہتے ہیں آج تک قرآن کا مقابل پیش کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔

---

[1] حالات کے ضمن میں انسٹھ معجزات بیان کیے جا چکے ہیں۔ اور پچاس یہاں ذکر ہوئے ہیں۔ اس طرح کل ایک سو گیارہ معجزات ہو گئے۔ اور اعجاز قرآن مجید کے علاوہ قرآن کی چار پیشین گوئیاں مذکور ہیں۔ اس حساب سے کل ایک سو پندرہ معجزات ہوئے۔ منہ۔

[2] : (سورہ انبیاء ۷/۱۷۔ اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے (کنز الایمان)

Scanned with CamScanner

قرآن کریم بہت سی پیشین گوئیوں پر مشتمل ہے کہ اس نے جس طرح آئندہ کی خبر دی تھی ٹھیک اسی طرح ظہور پذیر ہوئی۔ مثلاً قبل ہجرت فارسیوں اور رومیوں کے درمیان عرب سے قریب ایک سرزمین پر جنگ ہوئی۔ جس میں فارسی غالب آئے۔ یہ دیکھ کر مکہ کے کفار خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ فارسی اہل کتاب نہیں ہیں وہ رومیوں پر غالب آئے جو اہل کتاب ہیں۔ اسی طرح ہم (کہ اہل کتاب نہیں ہیں۔) محمدیوں پر (جو کہ اہل کتاب ہیں) جنگ میں غالب آئیں گے۔ چنانچہ اللہ جل جلالہ نے ابتدائے سورہ روم میں خبر دی کہ بروقت تو فارسی رومیوں پر غالب آگئے۔ مگر پھر رومی فارسیوں پر غالب آجائیں گے۔ قرآن کی اس پیشین گوئی کے مطابق نو سال کے اندر اندر رومی فارسیوں پر غالب آگئے۔ بدر میں جس دن کفار پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اسی دن فارسیوں پر رومی غالب آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کر دیا۔

سورہ روم ہی کی اس آیت میں ایک اور پیشین گوئی کا ظہور ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ يَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللّٰهِ۔(پ۲۱ ع۴ آیت روم) اور اس دن ایمان والے خوش ہوں اللہ کی مدد سے (کنز الایمان)

ٹھیک قرآن کریم کے اس فرمان کے مطابق وقوع پذیر ہوا کہ جس دن رومی فارسیوں پر غالب آئے اسی دن مسلمان اور کفار مکہ کے درمیان حق و باطل کی جنگ ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد فرما کر فتح عظیم عطا فرمائی جس کی وجہ سے ان کی طاقت اور بڑھ گئی۔ اس فتح عظیم سے مسلمان بہت خوش ہوئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں یہ خبر دی تھی کہ یہودی کبھی بھی کسی لڑائی میں مسلمانوں پر غالب نہیں ہوں گے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ کبھی بھی یہود مسلمانوں پر غالب نہیں ہوئے۔ بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو قینقاع اور اہل خیبر سب کے سب لڑائی میں مسلمانوں سے مغلوب ہوئے۔ کسی نے مسلمانوں پر غلبہ نہیں پایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ اصحاب رسول علیہ التحیہ والتسلیم کو خلافت راشدہ ملے گی۔ اور ان کے وقت میں دین اسلام کو خوب شوکت و قوت ملے گی۔ اس فرمان کے مطابق صحابۂ کرام میں چار حضرات خلفائے راشدین ہوئے اور ان کے عہد مبارک میں دین اسلام کو خوب طاقت و قوت حاصل ہوئی۔ اسی طرح قرآن مجید میں اور بھی پیشین گوئیاں مذکور ہیں۔ جن کی وضاحت کتب تفسیر وغیرہ سے ہوتی ہے۔ اور رسالہ ''الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین'' میں بھی بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ ان کا ذکر موجود ہے۔

(۲) حجاز کی آگ: صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے ملک حجاز میں ایک آگ نکلے گی جس کی روشنی سے شہر بصرہ کی پہاڑیاں جن کا نام ''اَعْنَاقُ الْاِبِلُ''[1] ہے۔ روشن ہو جائیں گی۔ ۶۵۴ ہجری میں مدینہ طیبہ کے قریب چنگاری کی طرح ایک آگ نکلی اور کچھ دنوں تک رہی پھر ختم ہو گئی۔ اس آگ کا تفصیلی حال جمل الایجاز فی الاعجاز بنار الحجاز میں مذکور ہے۔ جسے قطب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی زمانۂ ظہور میں تصنیف کیا ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل

---

[1] اس حدیث میں جو اعناق الابل واقع ہے۔ اس کی شرح میں اکثر شارحین حدیث نے ''اونٹوں کی گردنیں'' لکھا ہے۔ مگر سید نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اعناق الابل بصرہ کی گھاٹیوں کا نام ہے۔ اور یہ معنیٰ بہت مناسب ہے۔ ۱۲ منہ

کتابوں میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

۱۔ تاریخ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ از۔ سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب از۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین از۔ مؤلف کتاب ہذا۔

(۳) مسلمانانِ بغداد کی تباہی: سنن ابوداؤد میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبل قیامت تُرک مسلمانوں کے ایک ایسے شہر کو گھیریں گے۔ جسے مسلمانوں نے آباد کیا ہوگا۔ اور اس کے بیچ میں دریائے دجلہ جاری ہوگا۔ اس وقت وہاں کے مسلمان تین حصوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔ بعض بادشاہِ ترک کی پناہ میں آجائیں گے۔ وہ ہلاک ہوں گے۔ بعض اپنے مال واسباب اور اہل وعیال کے ساتھ بھاگیں گے۔ وہ بھی ہلاک ہوں گے۔ بعض ہتھیار سنبھالیں گے اور لڑیں گے وہ بھی شہید ہوں گے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کے دور حکومت میں تاتاری ترکوں نے بغداد کو جس کے بیچ میں دریائے دجلہ جاری ہے گھیر لیا۔ جس کی وجہ سے خلیفۂ بغداد اور قاضی وغیرہ پناہ چاہتے ہوئے بادشاہِ اتراک کے پاس حاضر ہوئے۔ اس ظالم نے جب بغداد سے کوچ کیا تو دوسری منزل میں ان سب کو قتل کردیا۔ اور جو لوگ اہل وعیال کے ساتھ بھاگ گئے تھے وہ بھی مارے گئے اور تباہ ہوئے۔ اور ایک جماعت نے جہاد کیا ان کا چہرہ گلگونہ شہادت سے رنگین ہوا۔

(۴) عمّار بن یاسر کی شہادت: عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سرکار نے فرمایا تھا کہ انھیں باغیوں کی جماعت قتل کرے گی۔ ایسا ہی ہوا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

(۵) عثمان غنی کی شہادت: آپ نے خبر دی تھی کہ عثمان غنی بلوے میں شہید ہوں گے اور ایسا ہی ہوا۔

(۶) علی مرتضیٰ کی شہادت: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ نے شہادت کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ قاتل ان کے سر میں تلوار مارے گا اور داڑھی پر خون بہے گا۔ تو ٹھیک اسی طرح ظہور پذیر ہوا۔

(۷) دو گروہوں میں صلح: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ نے فرمایا تھا کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔ اور ٹھیک ایسا ہی ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی۔

(۸) امام حسین کی شہادت: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ وہ کربلا میں شہید ہوں گے۔ تو ایسا ہی ہوا۔

Scanned with CamScanner

(۹) فتح بیت المقدس: آپ نے بیت المقدس کے فتح کی خبر دی تھی، تو فرمان کے مطابق بیت المقدس حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا۔

(۱۰) کسریٰ کا خزانہ: آپ نے فرمایا تھا کہ کسریٰ کے سفید محل میں جو خزانہ ہے مسلمانوں پر تقسیم ہوگا۔ اس فرمان مبارک کا ظہور عہد فاروقی میں اس طور پر ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے شاہ فارس یزدگرد کے دارالسلطنت شہر مداین کو فتح کیا۔ اور محل سفید کا خزانہ جو اسی شہر میں تھا مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

(۱۱) خارجیوں کا قتل: آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ خارجیوں کا ظہور ہوگا۔ اہل حق کے ہاتھوں ان کا قتل ہوگا۔ اور ذُو الثُّدَیّہ[1] ان کے ہمراہ ہوگا اس کا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اس طرح ہوا کہ خارجی ایک اسکیم کے تحت جمع ہوئے۔ ان کا سردار عبداللہ بن وہب تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر لشکرکشی کی اور انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوسعید خدری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ کے فرمان کے مطابق ذُو الثُّدَیّہ انھیں خارجیوں میں پایا گیا۔ اس کو ذُو الثُّدَیّہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح تھا۔

(۱۲) رَوَافِض کا ظہور: آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے رافضیوں کے پیدا ہونے کی خبر دی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ وہ سلف کو برا کہیں گے۔ اور حضرت علی کو فوقیت دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عبداللہ بن سبا کے بہکانے سے فرقۂ روافض پیدا ہوا۔

(۱۳) فتنہ کا سدِّ باب: آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ ان کی وجہ سے فتنہ وفساد بند رہے گا۔ یعنی ان کے عہد خلافت تک دین اسلام کا انتظام بہتر رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۴) کسریٰ کا کنگن: آپ نے خبر دی تھی کہ بادشاہ فارس کسریٰ کے کنگن سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں ملکِ کسریٰ فتح ہوا۔ انھوں نے فارس کے سامان غنیمت میں یزدگرد بادشاہ کے کنگن بارگاہ فاروقی میں بھیجے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں پہنایا۔ وہ کنگن اتنے بڑے تھے کہ سراقہ کے کندھوں تک پہنچ گئے۔

فائدہ: بعض حضرات کو اس مقام پر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ کنگن سونے کے تھے۔ اور مردوں کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے بالخصوص سونے کا۔ پھر حضرت سراقہ نے وہ کنگن کیسے پہنے۔ اور حضرت عمر نے کیسے پہنایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سراقہ ان کنگنوں کو پہنے نہیں رہے۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کو مطابق کرنے کے لیے کنگن سراقہ کے ہاتھوں میں ڈال دیے تھے۔ پھر حضرت سراقہ نے اتار ڈالے۔

---

[1] ذُو الثُّدَیّہ۔ بثائے مثلثہ مضمومہ و فتح دال مہملہ و یائے مشددہ وہا بصیغۂ تصغیر۔ خوارج کے ایک سردار حرقوص بن زہیر کا لقب۔ ۱۲ منہ

(۱۵) فتحِ مِصر: آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ مصر فتح ہوگا۔اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ مصر میں تم دو آدمیوں کو ایک اینٹ کی جگہ جھگڑتے ہوئے دیکھو گے تو وہاں سے چلے آنا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مصر فتح ہوا۔اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک روز عبدالرحمٰن بن شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما اور ان کے بھائی ربیعہ کو ایک اینٹ کے پاس جھگڑتے ہوئے دیکھا اس کے بعد آپ وہاں سے چلے آئے۔

(۱۶) حضرت عمر کی شہادت: آپ نے فرمایا تھا کہ عمر فاروق شہید ہوں گے۔اس کا ظہور اس طرح ہوا کہ ابولولو مجوسی نے انھیں فجر کی نماز کے وقت زخمی کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ شہادت سے مشرف ہوئے۔

(۱۷) اُمْنِ راہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا تھا کہ مذہب اسلام کے حُسنِ انتظام کی وجہ سے راستہ اس طرح مامون ہو جائے گا کہ تم دیکھو گے کہ ایک عورت تنہا اونٹ کے کجاوے پر سوار ہو کر حیرہ[1] سے حج کے لیے آئے گی اور اسے خدا کے علاوہ اور کسی سے کچھ خوف نہیں ہوگا۔ چنانچہ فرمان رسول کے مطابق ہوا اور حضرت عدی بن حاتم نے اس عورت کو دیکھا جو تنہا اونٹ پر سوار ہو کر حج کے لیے آئی تھی۔

(۱۸) اَحْجَارُ الزَّیْت پر خون بہے گا: مدینہ شریف کے ایک گوشے میں کچھ چکنے پتھر ہیں۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان پر تیل چپڑا ہوا ہو۔ جس کی وجہ سے انھیں احجار الزیت کہتے ہیں۔آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ احجار الزیت پر خون بہے گا۔ چنانچہ یزید پلید کے دور حکومت میں واقعۂ حَرَّہ پیش آیا۔جس کے باعث اہل مدینہ اس سے منحرف ہو گئے۔اور اس کے حاکم اور تمام بنی امیہ کو مدینہ سے نکال دیا۔اس کے انتقام میں یزید نے مسرف بن عقبہ کی سرکردگی میں ایک زبردست خونخوار لشکر مدینہ بھیجا۔اس نے جا کر بڑی خونریزی کی۔اور ان کے ساتھ ہر طرح کا ظلم روا رکھا۔اس وقت احجار الزیت پر خون بہا۔حَرَّہ جلی ہوئی پتھریلی زمین کو کہتے ہیں۔ چونکہ لڑائی ایسی ہی جگہ پر ہوئی تھی اس لیے اس کا نام واقعہ حَرَّہ پڑا۔

(۱۹) دریائے شور کا جہاد: آپ نے خبر دی تھی کہ میری امت کے لوگ دریائے شور میں جہاز پر سوار ہو کر جہاد کریں گے۔اور ان میں امّ حرام بنت مِلحان موجود ہوں گی۔ چنانچہ عہد عثمانی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں دریائے شور میں جہاد ہوا۔وہاں ام حرام بھی موجود تھیں۔ بلکہ وہ سواری سے گر گئیں اور وہیں ان کی وفات ہوگئی۔

(۲۰) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال: آپ نے فرمایا تھا کہ ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے وہ مجھ سے ملیں گی جن

---

[1] حیرہ۔عراق کا ایک شہر ہے۔کوفہ سے قریب ہے اور مکہ سے بہت دور ہے وہاں سے ایک مہینے کی مسافت ہے۔۱۲منہ

Scanned with CamScanner

کے ہاتھ لمبے ہیں۔یعنی آپ کے بعد ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے ان بیوی کی وفات ہوگی جو بہت زیادہ سخی ہوں گی۔حدیث شریف میں زیادہ لمبے ہاتھ سے سخاوت کا کنایہ ہے،ازواج مطہرات نے اس ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حقیقی معنی سمجھا۔اس لیے وہ لکڑی لے کر آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ ناپنے لگیں۔وصال رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تب ان لوگوں نے سمجھا کہ لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت تھی۔اس لیے کہ ساری بیویوں میں سب سے زیادہ سخی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔

(۲۱) ثابت بن قیس کی شہادت: حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ ان کی وفات شہادت سے ہوگی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جنگ یمامہ میں انھوں نے جام شہادت نوش فرمایا:

(۲۲) شقّ قمر: ایام منیٰ میں کفار مکہ ابوجہل وغیرہ نے درخواست کی کہ آپ چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔آپ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔اور دونوں ٹکڑوں میں اتنا فاصلہ تھا کہ جبل حراء دونوں کے درمیان نظر آتا تھا۔آپ نے ان سے پکار کر کہا کہ گواہ ہو جاؤ۔سب نے اس معجزے کا مشاہدہ کیا۔لیکن وہ شقاوت ازلی کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔بلکہ یہ کہنے لگے کہ یہ جادوگر ہے۔ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہتا ہے۔اور کہا کہ اس نے ہماری نگاہوں پر جادو کر کے نظر بندی کر دی جس کی وجہ سے ہمیں ایسا دکھائی دیتا ہے۔اس معجزہ کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ (پ۲۷۔ع۸۔القمر)	پاس آئی قیامت اور شق ہوگیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔(کنزالایمان)

اور احادیث کی روایات متواترہ سے بھی یہ معجزہ ثابت ہے۔کفار نے باہم یہ کہا کہ اگر نظر بندی ہے تو باہر کے لوگوں کو اس طرح نہیں دکھائی دے گا۔ان دنوں دور کے شہروں سے جو لوگ مکہ میں آئے ان سے پوچھا گیا تو سب نے بیان دیا کہ حقیقت میں ایسا ہوا تھا۔اور ہم نے بھی چاند کو دو ٹکڑے دیکھا۔اس معجزے پر بے دینوں نے دو اعتراض کیے۔

اول: یہ کہ چاند اور سورج اور تمام اجرام علویہ میں خرق والتیام (پھٹنا اور ملنا) نہیں ہوتا؟

جواب: یہ اعتراض محض بیہودہ ہے۔اہل اسلام، یہود اور انصاریٰ ہرگز اس بات کے قائل نہیں۔حکماء میں صرف مشائین اس بات کے قائل ہیں کہ چاند، سورج اور تمام ستارے قابل خرق والتیام نہیں مگر انھوں نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔چنانچہ صدر شیرازی نے ہدایۃ الحکمۃ کی شرح صدرا میں اسے دو جگہ لکھا ہے۔اور حکمائے انگلستان نے کہ بر وضع فیثاغورس اشراقی ہیئت کو قائم کیا ہے یہی ثابت کیا کہ سارے ستارے زمین کی طرح قابل خرق والتیام ہیں۔

Scanned with CamScanner

دوم: یہ کہ اگر یہ بات حقیقت میں درست ہوتی تو دور دراز شہروں کے لوگ بھی اسے دیکھتے۔ اور یہ واقعہ ان کی تواریخ میں مندرج ہوتا۔؟

جواب: یہ بات بالکل ثبوت کی حد تک پہنچتی ہے کہ بوقت وقوع جب اہل مکہ نے مشاہدہ کیا ٹھیک اسی وقت دور دراز کے شہروں کے لوگوں نے بھی دیکھا۔ جسے لوگوں نے اہل مکہ کے سامنے بیان بھی کیا۔ تواریخ فضلی میں مذکور ہے کہ ہندوستان کے ایک راجہ نے اپنے محل سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس سلسلے میں اس نے اپنے پنڈتوں سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ نبی آخر الزماں کا معجزہ ہوگا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایلچی بھیجا اور مسلمان ہوگیا۔ اور عبداللہ نام رکھا گیا۔ سوانح الحرمین میں بھی یہ قصہ مذکور ہے۔ لکھا ہے کہ وہ شہر ''دھار'' کا راجہ تھا۔ شہر کے کنارے اس کی قبر ہے۔

جس وقت چاند دو ٹکڑے ہوا اس وقت بہت سی جگہ دن رہا ہوگا۔ جیسا کہ قواعد ہیئت سے ثابت ہے۔ اور بیشتر جگہ چاند برف یا ابر میں چھپا ہوگا۔ ایسی جگہوں کے لوگ اس وقت چاند کی حالت پر کیسے مطلع ہو سکتے ہیں۔ اس سے قطع نظر لوگوں کی عادت ہے کہ رات میں کھلے میدان میں رُو بآسمان ہو کر نہیں رہتے بلکہ چھت دار مکانوں کے اندر رہتے ہیں۔ کھلی جگہ ہو تو بھی ہر وقت ہر آدمی کی نظر چاند پر نہیں ہوتی۔ جیسے چاند گہن اور سورج گہن کہ لوگوں کو پہلے سے اس کا انتظار رہتا ہے اس لیے دیکھ لیتے ہیں۔ اور اگر پہلے سے انتظار نہ ہو تو بیشتر لوگ نہ دیکھ سکیں۔ اور پھر یہ کہ یہ معاملہ تھوڑی ہی دیر رہا پھر ختم ہوگیا۔ ان تمام صورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بیشتر افراد کا اس پر مطلع نہ ہونا اور لوگوں کا اپنی تواریخ میں نہ لکھنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہود و نصاریٰ کی توریت متداول میں حضرت یوشع علیہ السلام کے لیے لکھا ہے کہ ان کے لیے آفتاب رک گیا تھا۔ اس واقعہ کو دیگر جگہوں کے لوگوں نے نہیں دیکھا اور نہ کسی نے اپنی تواریخ میں درج کیا۔ حالانکہ وہ قصہ دن کا تھا۔ جس طرح دیگر قوموں کی تواریخ میں اس واقعہ کے درج نہ ہونے کی وجہ سے اس کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ ٹھیک اسی طرح اس واقعے کی بھی تکذیب نہیں ہو سکتی جب کہ یہ واقعہ رات کا تھا۔ رسالہ الکلام المبین میں راقم نے اس مقام پر زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ اور مولوی رفیع الدین صاحب کا ایک رسالہ خاص اسی اعتراض کے جواب میں ہے جو بہت اچھا ہے۔

(۲۳) سورج پلٹ آیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر تکیہ لگائے سو رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی اور آفتاب غروب ہوگیا۔ جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ابھی عصر نہیں پڑھی ہے اور سورج غروب ہوگیا ہے۔ آپ نے دعا مانگی سورج پلٹ آیا۔ اور اس کی دھوپ پہاڑ پر پڑی۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وقت عصر کے اندر نماز پڑھی۔

فائدہ: یہ معجزہ بھی محققین محدثین کے نزدیک طُرُقِ مُعْتَبَرہ سے ثابت ہے۔

(۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا اسلام: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں مدینہ میں ان کے پاس آئی انھوں نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے انکار کیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت برا بھلا کہا۔

Scanned with CamScanner

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس کی وجہ سے بڑی تکلیف ہوئی۔آپ روتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ماں کا پورا حال عرض کیا اور آپ سے ماں کی ہدایت کے لیے دعا چاہی۔آپ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِھْدِ اُمَّ اَبِی ھُرَیْرَہ۔ یعنی اے اللہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گھر گئے۔دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔اور پانی گرنے کی آواز آرہی ہے۔جیسے کوئی نہار ہا ہو۔ابو ہریرہ نے دروازہ کھلوایا۔ماں نے کہا ٹھہرو۔جب نہا چکیں تو ابو ہریرہ کو بلوایا اور کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ۔حضرت ابو ہریرہ بہت خوش ہوئے۔اور مارے خوشی کے ان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔اسی حالت میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ماں کے قبول اسلام کی خوشخبری سنائی۔سبحان اللہ کیا ہی تصرف ہوا آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ حضرت ابو ہریرہ کی ماں ایسی کافرہ تھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت دشمنی رکھتیں اُدھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اسلام کی دعا مانگی ادھر وہ جھٹ پٹ نہا کے مسلمان ہوگئیں۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ حَبِیْبِكَ وَ صَفِیِّكَ وَ اٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

(۲۵) چھوہاروں میں برکت:

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے تھوڑے چھوہاروں میں دعائے برکت کی۔اور فرمایا کہ اپنے توشہ دان میں ڈال لو۔ان چھوہاروں میں ایسی برکت ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قریب تیس سال تک اس سے خرچ کرتے رہے اور اس سے منوں چھوہارے اللہ کی راہ میں خرچ کیے۔اور اس میں کمی نہیں ہوئی۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ توشہ دان کہیں کھو گیا۔اس کا حضرت ابو ہریرہ کو بڑا رنج ہوا۔اس سلسلے میں آپ نے کہا۔

لِلنَّاسِ ھَمٌّ وَلِیْ فِی الْیَوْمِ ھَمَّانِ فَقْدُ الجِرَابِ و قَتْلُ الشَّیخِ عُثْمانِ

یعنی لوگوں کو ایک غم ہے اور آج مجھے دو غم کا سامنا ہے۔ایک توشہ دان کا گم ہو جانا اور دوسرا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل۔

(۲۶) حضرت سلمہ کا زخم:

جنگ خیبر کے موقع سے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں ایسا زخم لگا کہ لوگ کہنے لگے کہ اب سلمہ نہ بچیں گے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم پر اپنا دست مبارک پھیر دیا زخم فوراً اچھا ہو گیا گویا وہاں کبھی زخم تھا ہی نہیں۔

(۲۷) حضرت قتادہ کی آنکھ:

ایک غزوے میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخم کی وجہ سے نکل کر رخسار پر بہہ آئی۔رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ آنکھ اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دی آنکھ فوراً اچھی ہوگئی۔ بلکہ دوسری آنکھ کے مقابلے میں اس میں زیادہ روشنی ہوگئی۔

فائدہ: یہ معجزہ بہت مشہور ہے۔حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی اولاد اس کی وجہ سے فخر کرتی تھی۔حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے خلیفۂ صادق عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے گئے تو انھوں نے یہ اشعار پڑھے۔

Scanned with CamScanner

اَنَا ابْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الخَدِّعَینُہٗ　　فَرُدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَیَّمارَدِّ

فَعَادَتْ کَمَا کَانَتْ بَاَحْسَنِ وجھِھَا　　فَیَاحُسْنَ مَا عَیْنٍ وَیَا حُسْنَ مَا خدٍّ

میں اس شخص کا بیٹا ہوں کہ جس کی آنکھ اس کے رخسارے پر بہہ آئی پھر وہ دست رسول سے لوٹائی گئی تو کیا اچھی واپسی ہے۔وہ خوب اچھی ہوگئی۔کیا ہی عمدہ وہ آنکھ تھی اور کیا ہی خوبصورت چہرہ تھا۔

(۲۸) غدود اچھا ہوگیا: ایک صحابی کے ہاتھوں میں غدود تھا اور اتنا سخت تھا کہ اس کی وجہ سے وہ تلوار نہیں پکڑ سکتے تھے۔آپ نے اس پر دست مبارک رکھ کر دبایا۔اور ایک چکر دیا۔غدود فوراً اچھا ہوگیا۔

(۲۹) حضرت علی کے لیے دعا: آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی تھی کہ انھیں گرمی اور سردی کی تکلیف کبھی نہ پہنچے۔اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ وہ گرمیوں میں جاڑے کے کپڑے پہنتے اور جاڑے میں گرمیوں کے۔اور انھیں گرمی سردی کی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔

(۳۰) حضرت سعد کے لیے دعا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی تھی کہ پروردگار عالم ان کی دعا قبول کرے۔اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو بھی دعا کرتے قبول ہوتی۔

(۳۱) حضرت انس کے لیے دعا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے آپ نے درازی عمر، کثرت اولاد اور برکت کی دعا کی تھی۔اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی۔اور اولاد کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ان کی حیات میں ان کے سو سے زیادہ بیٹے، پوتے ہو چکے تھے۔اور برکت کا یہ حال تھا کہ ان کا باغ سال میں دو بار پھلتا تھا۔

(۳۲) حصول بینائی کے لیے دعا: ایک اندھا شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے درخواست کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھیں اچھی ہو جائیں۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحمدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلیٰ رَبِّکَ لِیَکْشِفَ لِی عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

اے اللہ بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔اور تیرے سامنے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتا ہوں۔جو نبی رحمت ہیں یعنی شفاعت کے لیے۔اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو آپ کے رب کے سامنے پیش کرتا ہوں۔تاکہ میری آنکھیں کھول دے۔اے اللہ تو میرے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما۔

Scanned with CamScanner

اَنَا ابْنُ الَّذِیْ سَالَتْ عَلَی الخَدِّعَینُہٗ فَرُدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطفیٰ ایُّمارَدٍّ

فَعَادَتْ کَمَا کَانَتْ بِاَحْسَنِ وجھِھَا فَیَاحُسْنَ مَا عَیْنٍ وَیَا حُسْنَ مَا خدٍّ

میں اس شخص کا بیٹا ہوں کہ جس کی آنکھ اس کے رخسارے پر بہہ آئی پھر وہ دست رسول سے لوٹائی گئی تو کیا اچھی واپسی ہے۔وہ خوب اچھی ہوگئی۔کیا ہی عمدہ وہ آنکھ تھی اور کیا ہی خوبصورت چہرہ تھا۔

(۲۸) غدود اچھا ہوگیا: ایک صحابی کے ہاتھوں میں غدود تھا اور اتنا سخت تھا کہ اس کی وجہ سے وہ تلوار نہیں پکڑ سکتے تھے۔آپ نے اس پر دست مبارک رکھ کر دبایا۔اور ایک چکر دیا۔غدود فوراً اچھا ہوگیا۔

(۲۹) حضرت علی کے لیے دعا: آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی تھی کہ انھیں گرمی اور سردی کی تکلیف کبھی نہ پہنچے۔اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ وہ گرمیوں میں جاڑے کے کپڑے پہنتے اور جاڑے میں گرمیوں کے۔اور انھیں گرمی سردی کی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔

(۳۰) حضرت سعد کے لیے دعا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی تھی کہ پروردگار عالم ان کی دعا قبول کرے۔اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو بھی دعا کرتے قبول ہوتی۔

(۳۱) حضرت انس کے لیے دعا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے آپ نے درازی عمر، کثرت اولاد اور برکت کی دعا کی تھی۔اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی۔اور اولاد کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ ان کی حیات میں ان کے سو سے زیادہ بیٹے، پوتے ہو چکے تھے۔اور برکت کا یہ حال تھا کہ ان کا باغ سال میں دو بار پھلتا تھا۔

(۳۲) حصول بینائی کے لیے دعا: ایک اندھا شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے درخواست کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھیں اچھی ہو جائیں۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحمدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِكَ اِلیٰ رَبِّكَ لِیَکْشِفَ لِی عَنْ بَصَرِیْ اللّٰھمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

اے اللہ بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔اور تیرے سامنے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتا ہوں۔جو نبی رحمت ہیں یعنی شفاعت کے لیے۔اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو آپ کے رب کے سامنے پیش کرتا ہوں۔تاکہ میری آنکھیں کھول دے۔اے اللہ تو میرے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما۔

Scanned with CamScanner

اس اندھے شخص نے اسی طریقے پر عمل کیا تو اسی وقت اس کی آنکھیں کھل گئیں۔

فائدہ: عثمان بن حنیف نے اس حدیث کی روایت کی۔ یہ طریقہ ''صلوٰۃ الحاجۃ'' کہلاتا ہے۔ یہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے عمل میں تھا۔ وہ اس کا طریقہ لوگوں کو سکھاتے اور ان کی حاجتیں پوری ہوتیں۔ اور حاجتوں میں بجائے لیکشف لی عن بصری کے فی حاجتی ھذہ لِتُقْضٰی لِیْ ہے۔ اور جو مقصد رکھتا ہو دل میں اس کا ارادہ کرے۔

(۳۳) ایک اَعْرابی کا اسلام: ایک اعرابی ایک سوسمار شکار کر کے لیے جا رہا تھا۔ اس نے راستہ میں ایک جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ پیغمبر خدا ہیں۔ وہ قریب گیا اور کہا کہ میں آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاسکتا جب تک کہ یہ سوسمار ایمان نہ لائے۔ اتنا کہہ کر سوسمار آپ کے سامنے ڈال دیا۔ اس سوسمار نے بزبان فصیح آپ کے سوال پر خدائے تعالیٰ کی خدائی اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ وہ اعرابی اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اور جا کر اپنی قوم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس سے متاثر ہو کر وہ سب کے سب مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(۳۴) درخت کی تابعداری: صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں آپ نے میدان میں قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا وہاں کوئی آڑ نہ تھی۔ وہاں سے دور میدان میں دو الگ الگ درخت نظر آئے۔ آپ ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کی ایک شاخ پکڑ کر آپ نے فرمایا کہ میرا فرمانبردار بن جا۔ وہ درخت بحکم خدا آپ کا ایسا تابعدار ہو گیا جیسے اونٹ اپنی مہار پکڑنے والے کا تابعدار ہو جاتا ہے۔ آپ نے اسے دونوں درختوں کی بیچ کی مسافت پر لا کر روک دیا۔ اسی طرح دوسرے درخت کو بھی شاخ پکڑ کر لائے۔ اب آپ نے دونوں درختوں سے فرمایا کہ آپس میں مل جاؤ۔ دونوں مل گئے۔ آپ نے ان کی آڑ میں قضائے حاجت سے فراغت حاصل کی۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میرا خیال کسی اور طرف تھا۔ پھر میں نے دیکھا آپ تشریف لا رہے ہیں۔ اس کے بعد دونوں درخت اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔

(۳۵) ہرنی کی فریاد: آپ ایک جنگ میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک ہرنی نے آپ کو پکارا۔ یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ نے دیکھا کہ ایک اعرابی سو رہا ہے۔ اور ہرنی بندھی ہے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے۔ تو نے کیوں یاد کیا۔ اس نے عرض کیا کہ اس اعرابی نے مجھے شکار کیا ہے۔ اور میرے بچے اس پہاڑ میں ہیں اور بھوکے ہیں۔ میرے تھن دودھ سے بھرے ہیں۔ اگر آپ مجھے کھول دیں تو میں بچوں کو دودھ پلا کر پھر واپس آؤں گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عہد و پیمان لیا۔ اس نے کہا کہ بے شک میں واپس آؤں گی۔ آپ نے ہرنی کو کھول دیا وہ بچوں کو دودھ پلا کر حسب وعدہ آ گئی۔ آپ نے اسے باندھ دیا۔ اسی دوران وہ اعرابی بیدار ہو گیا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ یہاں کیوں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے پورا واقعہ بیان کیا۔ اس کے بعد اس اعرابی نے آپ کی مرضی پر اس ہرنی کو چھوڑ دیا۔ رہائی کے بعد وہ ہرنی چوکڑیاں بھرتی اور لاالٰہ الا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ کا ورد کرتی ہوئی جنگل میں چلی گئی۔

فائدہ: اس روایت کو بعض محدثین نے موضوع (گڑھی ہوئی روایت) کہا ہے۔ مگر محققین محدثین کے نزدیک یہ روایت معتبر ہے۔ اسے موضوع کہنا بیجا ہے۔

(۳۶) ستونِ حنّانہ: مسجد نبوی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ نے منبر بنوایا تو اس پر خطبہ دینے لگے۔ جدائی کی وجہ سے ستون یکبارگی چلا چلا کر اس طرح رونے لگا کہ لگتا تھا کہ ابھی پھٹ جائے گا۔ آپ نے منبر سے اتر کر اسے چمٹا لیا تب وہ آہستہ آہستہ خاموش ہوا۔

فائدہ: حدیث گریہ ستون بھی متواتر ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! ایک لکڑی رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس طرح بے قرار ہوئی تو تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔

(۳۷) منبر تھرتھرا اٹھا: آپ نے ایک مرتبہ منبر پر خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بزرگی بیان فرماتا ہے: اَنَا الْجبَارُ ، اَنَا الْكَبِيْرُ الْمُتَعَال۔ میں جبار ہوں۔ میں بڑا ہوں بہت بلندی والا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس طرح عظمت الٰہی بیان فرمائی تو اس کی تاثیر سے منبر تھرتھرا اٹھا۔

(۳۸) حضرت عباس اور ان کی اولاد کے لیے دعا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اولاد کے ساتھ صبح اپنے مکان پر رہنا، میں آؤں گا۔ صبح آپ وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت عباس اور ان کی اولاد کو آپ نے ایک کپڑا اڑھا دیا۔ اور دعا کی کہ الٰہی! ان کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھ۔ جیسے میں نے اس کپڑے سے ڈھک لیا ہے۔ اس دعا پر مکان کی چوکھٹ اور بازو نے آمین آمین کہا۔

(۳۹) اونٹنی گم ہوگئی: ایک سفر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہوگئی۔ ایک منافق نے ایک صحابی کی قیامگاہ پر آکر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی خبریں بتاتے ہیں اور انھیں یہ معلوم ہی نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔ اللہ جل جلالہ نے اسی وقت منافق کے اس قول کی خبر آپ کو دیدی اور یہ بھی بتا دیا کہ فلاں جگہ درخت میں اونٹنی کی مہار الجھ گئی ہے۔ وہ وہیں ہے۔ آپ نے اپنے خیمے میں ان صحابی کے سامنے جن کی قیامگاہ پر منافق نے یہ طعنہ زنی کی تھی ارشاد فرمایا کہ ابھی ایک منافق نے یہ طعنہ دیا ہے تو سن لو کہ میں تو یہ ہرگز دعویٰ نہیں کرتا کہ بغیر اللہ کے بتائے ہوئے مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ اونٹنی کی مہار فلاں جگہ ایک درخت میں الجھ گئی ہے۔ لوگ وہاں گئے اور اسی جگہ اسی حالت میں اونٹنی کو پایا۔ جیسا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ان صحابی نے اپنے ڈیرے میں جا کر جب اس واقعہ کا ذکر کیا تب معلوم ہوا کہ منافق نے انھیں کے ڈیرے میں یہ بات کہی تھی۔ اس منافق کا نام زید بن لُصیب تھا (بہ لام وصاد مہملہ)۔

Scanned with CamScanner

(۴۰) لکڑی تلوار بن گئی: حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار غزوۂ احد میں ٹوٹ گئی۔آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک لکڑی عنایت فرمائی کہ لواس سے دشمن کا مقابلہ کرو، وہ لکڑی مکمل طور پر تلوار کا کام دیتی۔اور تاحیات ان کے پاس رہی۔

(۴۱) حضرت جابر کے لیے دعا: جابر بن عبداللہ بجلی[1] رضی اللہ عنہ گھوڑے کی پشت پر ٹھہر نہیں پاتے تھے انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کیفیت کا ذکر کیا۔آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اوران کے لیے دعا کی کہ اے اللہ یہ گھوڑے پر ثابت رہیں نہ گریں۔اس دعا کے بعد وہ کبھی گھوڑے سے نہیں گرے۔

(۴۲) گھوڑا تیز رفتار ہو گیا: حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا ایک گھوڑا بہت سست رفتار تھا۔ایک مرتبہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے وہ ایسا تیز رفتار ہو گیا جیسے دریا کا پانی تیزی سے چلتا ہے۔

(۴۳) بکریوں نے سجدہ کیا: آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں کچھ بکریاں تھیں۔سب نے آپ کو سجدہ کیا۔

(۴۴) اونٹ نے سجدہ کیا: ایک اونٹ نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔اور اپنا حال عرض کیا اس نے آپ سے خوراک کی قلت اور کام کی کثرت کی شکایت کی۔
آپ نے اس کے مالکوں سے اس کی سفارش میں فرمایا کہ خوراک میں کمی نہ کی جائے اور کام کم لیا جائے۔

فائدہ: محدثین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ کا سجدہ کرنا بہت سے طریقوں سے ثابت ہے۔

(۴۵) رُکانہ سے کشتی: مکہ میں رکانہ نامی ایک بہت بڑا پہلوان تھا۔کسی نے اس کی پیٹھ زمین پر نہیں لگائی تھی۔ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں تشریف لے گئے اوراس جگہ پہنچے جہاں رکانہ بکریاں چرا رہا تھا۔اس نے کہا محمد! تم ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو۔آج بڑے موقع سے اکیلے ملے ہو۔آپ نے اس سے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ۔اس نے کہا تم مجھ سے کشتی لڑو اگر مجھے پچھاڑ دوگے تو دس بکریاں دوں گا۔کشتی ہوئی آپ نے اسے زمین پر دے مارا۔اس نے کہا کہ میرے لات وعزیٰ نے میری مدد نہیں کی۔اور تمہارا رب غالب آ گیا۔آج تک میری پیٹھ کسی نے نہیں لگائی۔پھر لڑو اگر پچھاڑ دوگے تو دس بکریاں اور دوں گا۔آپ نے اسے پھر پچھاڑ دیا اس نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ میرے لات وعزیٰ نے میری مدد نہیں کی۔تیسری بار کشتی ہوئی اس مرتبہ بھی آپ نے اسے چت کر دیا۔اس نے کہا اے محمد! میری ان بکریوں میں سے اپنی پسند کی تیس بکریاں لے لو۔آپ نے بکریاں نہ لیں۔اور فرمایا کہ میری خوشی اس میں ہے کہ تو مسلمان ہو جاتا کہ درزخ سے نجات پا جائے۔اس نے آپ سے معجزہ طلب کیا۔وہیں سمرہ (ببول) کا ایک

---

[1] بجلی۔ بفتحتین بجیلہ کی طرف منسوب ہے۔ جیسے حنفی حنیفہ کی طرف، بجیلہ ایک قبیلے کا نام ہے۔۱۲منہ

Scanned with CamScanner

درخت تھا۔آپ نے اسے بلایا۔وہ درخت پھٹ کر دو ہو گیا۔ان میں سے ایک چل کر آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور رکانہ پہلوان کے درمیان کھڑا ہو گیا۔رکانہ نے کہا کہ آپ نے معجزہ تو خوب دکھایا۔اب اس سے کہہ دو کہ چلا جائے۔آپ نے فرمایا کہ پہلے یہ عہد کرو کہ اگر وہ چلا جائے تو تو مسلمان ہو جائے گا؟اس نے کہاہاں۔ آپ نے حکم دیا وہ چلا گیا۔اور دونوں آپس میں مل گئے۔آپ نے رکانہ سے کہا کہ اب مسلمان ہو جا۔رکانہ نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مکہ کی عورتیں کہیں گی کہ رکانہ مارے ڈر کے مسلمان ہو گیا۔رکانہ اس وقت تو مسلمان نہیں ہوا۔لیکن فتح مکہ میں مسلمان ہو گیا۔

(۴۶)خشک سالی کی شکایت: ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔خشک سالی کی شکایت کی اور عرض کیا کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے لڑکے۔ بچے اور چوپائے مرے جا رہے ہیں۔یارسول اللہ!بارش کے لیے دعا فرمائیں۔آپ نے بارش کے لیے دعا فرمائی اسی وقت بارش شروع ہو گئی۔اور دوسرے جمعہ تک اتنی موسلا دھار بارش ہوئی کہ لوگ گھبرا گئے۔اسی اعرابی نے یا کسی اور نے پھر آ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ!اب بارش کی کثرت سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا الٰہی!ہمارے اردگرد برسے،ہم پر نہ برسے۔آپ نے جس طرف اشارہ کیا بارش ادھر کھل گئی۔اور مدینے کے اردگرد برسات ہوتی رہی۔

(۴۷)نَجَاشی کے انتقال کی خبر: نجاشی بادشاہِ حبشہ کا جس وقت انتقال ہوا۔آپ نے اسی وقت مدینہ میں اس کے انتقال کی خبر دی۔اور غائبانہ اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ غائب پر نماز جنازہ جائز ہے۔ اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اس وقت نجاشی کا جنازہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا۔آپ نے غائب پر نماز نہیں پڑھی۔

(۴۸) تبلیغ کرنے والا بھیڑیا: ایک یہودی مدینے کے قریب بکریاں چرا رہا تھا۔ایک بھیڑیا اس کی بکری پکڑ لے گیا۔ چرواہے نے جھپٹ کر بھیڑیا سے بکری چھین لی۔بھیڑیا ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا۔اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا تھا تو نے چھین لیا۔ چرواہا حیران ہو گیا اور کہنے لگا کہ بھیڑیا آدمی کی طرح باتیں کرتا ہے۔بھیڑیے نے کہا کہ اس پر تعجب کرتے ہو اس سے زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان یعنی مدینہ میں ایک نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو گذشتہ اور آئندہ کی باتیں بتاتے ہیں۔اس یہودی نے اسی وقت خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پوری کیفیت بیان کی اور مشرف بہ اسلام ہوا۔

Scanned with CamScanner

(۴۹) ابوجہل ڈر کے بھاگا: ایک مرتبہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مٹی میں منہ ملتے یعنی سجدہ کرتے دیکھوں گا تو اپنے لات سے ان کی گردن دبا دوں گا۔ آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لائے اور نماز میں مشغول ہوگئے۔ جب آپ سجدے میں گئے تو وہ ملعون اپنے اسی ناپاک ارادے سے آپ کی طرف بڑھا۔ اور پاس پہنچنے سے پہلے بے تحاشا بھاگا۔ لوگوں نے کہا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ایک آگ کی خندق ہے۔ اور میں نے فرشتوں کے پر بھی دیکھے۔ اس کی وجہ سے مجھ پر خوف طاری ہوا اور میں بھاگ پڑا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ آگے بڑھتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی چور کر دیتے۔

(۵۰) حضرت جبرئیل کا دیدار: ایک مرتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے حضرت جبرئیل کو دکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم تاب نہ لا سکو گے۔ انھوں نے بہت اصرار کیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ کی طرف دیکھو۔ انھوں نے کعبہ شریف کی چھت پر حضرت جبرئیل کو دیکھا۔ ان کے پر زبرجد کے تھے۔ جو نہایت درخشاں تھے۔ اس کی چمک سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ اور وہ غش کھا کر گر پڑے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام غائب ہوگئے۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوش میں آئے۔

خاتمہ

شفاعت کبریٰ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم سے اشرف وافضل بنایا۔ اور انھیں خاص اپنی محبوبیت سے سرفراز فرمایا اس کا اظہار اس وقت ہوگا جب آپ بروز قیامت مقام محمود میں جلوہ افروز ہوں گے۔ اور شفاعت کبریٰ کا تاج زریں آپ کے سر ہوگا۔ اس دنیا سے جو آخری چیز آپ سے متعلق ہے وہ شفاعت کبریٰ ہے۔ اس لیے میں نے اپنی کتاب تواریخ حبیب الٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان شفاعتِ کبریٰ پر ختم کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ اور اس میں نیک فالی بھی ہے جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء العلوم'' کو وسعتِ رحمتِ الٰہی کے بیان پر ختم کیا اور اس میں نیک فالی اس طرح قائم فرمائی کہ جس طرح کتاب کا خاتمہ بیانِ وسعت رحمت الٰہی پر ہوا خدائے تعالیٰ مؤلف کا خاتمہ بھی ایسا ہی کرنے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بیکراں اس کے شامل ہو۔ ایسے ہی اس گنہگار فقیر کو اس کتاب کے اختتام میں شفاعت کبریٰ کے بیان سے اس طرح نیک فالی کی امید ہے کہ جیسے اس کتاب کا خاتمہ شفاعت کبریٰ پر ہوا۔ خدائے قدیر مؤلف حقیر کا خاتمہ بھی ایسا ہی کرے کہ اسے جناب حبیب الٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔

بیان شفاعتِ کبریٰ: صحیح بخاری اور حدیث کی دیگر معتبر کتابوں میں وارد ہے کہ قیامت کے دن آفتاب بہت قریب ہوگا۔ زمین نہایت گرم ہوگی۔ مشہور ہے کہ زمین تانبے کی ہوگی۔ لوگوں کے عمل کے حساب سے ان کے بدن پر پسینہ جاری ہوگا۔ کسی کے ٹخنوں تک کسی کے زانوؤں تک اور

Scanned with CamScanner

کسی کو اس سے بھی زیادہ اور کافروں کے منہ تک ہوگا جو لگام کی طرح ہوگا۔ کچھ کو اونٹ، بیل، گائے، مینڈھے او ربکریاں زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے پچھاڑے ہوں گے۔ بکریاں سینگوں سے مارتی ہوں گی اور پاؤں سے روندتی ہوں گی۔ اس کے علاوہ اور بھی طرح طرح کی تکلیفیں ہوں گی۔ خدائے تعالیٰ کمال غضب میں ہوگا۔ اور حساب کی طرف متوجہ نہ ہوگا۔ اس دن کی درازی اور شدت تکالیف سے لوگ بہت گھبرائیں گے اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ کہیں گے اللہ تعالیٰ جلدی فیصلہ فرمادے چاہے جہنم ہی کا فیصلہ فرمائے۔ ناپرسانی سے تو نجات ملے، آپس میں مشورہ کریں گے کہ شفیع اور سفارشی منتخب کرنا چاہیے کہ بارگاہ رب العالمین میں سفارش کرکے ہم لوگوں کو اس بلا اور مصیبت سے نجات دلائے۔ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا ہے۔ اور آپ سارے انسانوں کے باپ ہیں۔ آپ بارگاہ خداوندی میں ہماری شفاعت کریں تاکہ ہم مصیبت سے نجات پائیں۔ آپ کہیں گے لَسْتُ هُنَاكُمْ میرا مرتبہ یہ نہیں ہے۔ آج اللہ تعالیٰ اتنا غضب میں ہے کہ اتنا کبھی نہیں تھا۔ میں نے جنت میں حکم الٰہی کے خلاف گیہوں کھالیا تھا۔ اس لیے میری جرأت نہیں کہ میں شفاعت کروں۔ تم لوگ نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کہ وہ لمبی تبلیغ اور بڑی دعوت کرنے والے پہلے پیغمبر ہیں۔ لوگ نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ ان کی تعریف وتوصیف بیان کرنے کے بعد ان سے اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کے لیے عرض کریں گے۔ وہ بھی فرمائیں گے لَسْتُ هُنَاكُمْ میں اس کام کے لیے نہیں ہوں۔ میں نے مرضی مولا کے خلاف اپنے کافر بیٹے کے لیے غرق سے نجات کی دعا کی تھی۔ مجھے اس گناہ کا ڈر ہے۔ تم لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ اور ان کی تعریف وتوصیف کے بعد شفاعت کے خواستگار ہوں گے۔ وہ بھی فرمائیں گے۔ لَسْتُ هُنَاكُمْ میں اس کام کے لیے نہیں۔ اور وہ یہ عذر پیش کریں گے کہ میں نے اپنی عمر میں تین جھوٹ بولے تھے۔ مجھے ان کے مواخذہ کا ڈر ہے۔ اس لیے تم موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا ہے اور ان پر توریت نازل فرمائی ہے۔ تین باتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ فرمایا جو ظاہراً جھوٹ معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن حقیقت میں وہ جھوٹ نہ تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب کفار میلے میں جارہے تھے اور آپ کو ساتھ لے جانا چاہتے تھے تو آپ نے ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں بیمار ہوں۔ مقصد یہ تھا کہ ان کے ساتھ نہ جائیں۔ اور بیماری سے مراد روحانی الم تھا۔ کہ وہ ان کی بتوں سے قربت اور حرکات شرک کے سبب رنج اور تکلیف میں تھے۔ ظاہر میں آپ نے ستاروں کی طرف دیکھ کر یہ بات کہی تاکہ کفار کے ذہن میں یہ بات جاگزیں ہوجائے کہ آپ نے ستاروں کی گردش سے اپنا آئندہ بیمار ہونا دریافت کیا ہے۔ کیوں کہ وہ ستاروں کے معتقد تھے۔ اس لیے آپ کو چھوڑ گئے۔ دوسری یہ کہ کفار کے میلے میں چلے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے تبر (کلہاڑی) سے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ اور تبر کو بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ جب کفار نے پوچھا کہ بتوں کو کس نے توڑا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اس بڑے بت نے توڑا۔ اگر وہ بول سکیں تو ان سے پوچھ لو۔ یہاں بھی حقیقت کلام مراد نہیں تھی بلکہ مقصد یہ تھا کہ کفار کی زبان سے اس بات کا اقرار کرا کر کہ بت ایسا کام نہیں

Scanned with CamScanner

کر سکتے۔ان پر الزام قائم کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔تیسری بات یہ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وطن سے ہجرت کر کے مصر میں وارد ہوئے تو دیکھا کہ وہاں ایک ظالم بادشاہ ہے جو خوبصورت عورتوں کو چھین لیتا ہے۔ اور ان کے شوہر کو مار ڈالتا ہے۔اس سفر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حضرت بی بی سارہ تھیں۔ یہ بڑی خوبصورت اور حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بادشاہ کے کارندوں سے کہا کہ یہ میری بہن ہے۔آپ نے بہن کہہ کر دینی بہن مراد لیا تھا۔اگر چہ یہ تینوں باتیں جھوٹ اور قابل مواخذہ نہیں تھیں مگر انبیائے کرام کا مقام بہت ہی اعلیٰ ہوتا ہے۔اور بارگاہ رب العالمین سے جس قدر قرب زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی خوف زیادہ ہوتا ہے۔ان باتوں کے پیش نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف ہوگا اور وہ شفاعت سے عذر پیش کریں گے۔لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ان کی تعریف وتوصیف کے بعد ان سے شفاعت کی خواہش کریں گے۔وہ بھی کہیں گے کہ میرے بس کی بات نہیں۔ میرے ہاتھ سے ایک قبطی مارا گیا تھا۔ مجھے اس کا ڈر ہے۔قبطی کا واقعہ سورہ قصص میں اس طرح مذکور ہے کہ ایک قبطی ایک اسرائیلی کو بیگار میں پکڑے لیے جا رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ادھر سے گزرے۔اسرائیلی نے ان سے فریاد کی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو ایک گھونسا مارا وہ مرگیا جب کہ آپ کو کفار کے قتل کا حکم نہیں ہوا تھا۔لہذا وہ نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں بخش دیا۔ معافی کے باوجود شان جلال الٰہی اور قیامت کے ہولناک دن کی طرف نظر کرتے ہوئے خوف خدا دامن گیر ہوگا اور شفاعت کے لیے عذر کریں گے۔وہ کہیں گے کہ تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔خدائے تعالیٰ نے انھیں اپنے کلمۂ کن سے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے۔لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لیے نہیں۔ میرے بعد نصاریٰ نے مجھے معبود قرار دیا۔ مجھے اس بات کے مواخذے کا ڈر ہے۔لیکن تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔آج وہی ایسے ہیں جن کے اگلے پچھلے کسی معاملہ پر رب کا مؤاخذہ نہیں۔لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے۔آپ اس وقت نہایت مستعدی کے ساتھ فرمائیں گے۔ اِنِّی لَهَا۔ بے شک میں اس کام کے لیے ہوں۔آپ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو کر سجدہ کریں گے اور سجدے میں اس کی حمد بیکراں بیان کریں گے۔آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت ایسے محامد الٰہی بیان کروں گا جو کہ اِس وقت میرے ذہن میں نہیں ہیں۔خدائے تعالیٰ اُسی وقت میرے دل میں ڈالے گا۔اور اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہے گا میں سجدہ میں رہوں گا۔ پھر پروردگار فرمائے گا۔یا مُحَمَّدُ اِرفع رَاسَکَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ جو مانگو گے ملے گا۔جس کی شفاعت کرو گے قبول ہوگی۔ سبحان اللہ کیا رتبہ ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ایسے وقت میں جب کہ اللہ جل جلالہ غضب ناک ہوگا۔ اور سارے اولوالعزم انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خوف سے کانپتے ہوں گے۔اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلمہ ارشاد فرمائے گا جیسا کہ کمال خوشی اور رضا مندی کے اوقات میں بادشاہ اپنے متبعین اور مقربین سے کہتے ہیں ''مانگ کیا مانگتا ہے'' اس کا سبب یہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اس وقت اولین وآخرین کے مجمع میں آپ کی شان محبوبیت کا ظہور ہوگا۔آپ سر اٹھائیں گے اور کہیں گے۔ یَارَبِّ اُمَّتِی اُمَّتِی (اے اللہ میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے) قربان جاؤ ایسے رؤف و رحیم پیغمبر

پر کہ ایسے وقت میں جب کہ اولوالعزم انبیاء نفسی نفسی کہیں گے اور اپنی امت کے لیے مغفرت کی درخواست کریں گے۔ اللھم صل علیٰ الرسول الکریم بالمؤمنین رؤف رحیم۔

آپ مقام شفاعت میں تشریف فرما ہوں گے۔ مخلوق کو محشر کی ہولناکیوں سے چھڑائیں گے۔ لوگوں کو دوزخ سے نجات دلائیں گے۔ آپ کے مقام محمود میں کھڑے ہونے کا یہی مطلب ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر اس طرح ہے:

عَسىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوداً۔ (پ ۱۵ ع ۹/ بنی اسرائیل) قریب ہے کہ تمھیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب و کتاب کے بعد انھیں جنت اور دوزخ کا حکم جاری فرمائے گا۔ اس کے بعد مقامات محشر یعنی پل صراط وغیرہ طے ہوں گے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی بھلائی اور آرام کے لیے ہر جگہ موجود ہوں گے۔ فضل الٰہی آپ کی امت کے شامل حال ہوگا۔ جو لوگ شامت اعمال کی وجہ سے دوزخ میں داخل کر دیے گئے ہوں گے۔ ان کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں جَو برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لے جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ پر تشریف لے جائیں گے اور فرمان الٰہی کے مطابق لوگوں کو دوزخ سے نکلوا کر جنت میں داخل کریں گے۔ پھر آپ اللہ جل جلالہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ سجدہ کریں گے۔ اپنی زبان مبارک سے محامد الٰہی ادا فرمائیں گے۔ اور جتنی دیر تک اللہ تعالیٰ چاہے گا سجدہ میں رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یَا مُحمد اِرْفَعْ رَاْسَکَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ جو کچھ مانگو گے پاؤ گے اور جس کی سفارش کرو گے قبول ہوگی۔ آپ سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کریں گے۔ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔ اے اللہ میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لے جاؤ۔ آپ دوزخ پر جائیں گے اور قید مذکور کے ساتھ لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔ پھر آپ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ اور حسب سابق حمد الٰہی بجا لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ جو مانگو گے پاؤ گے اور جس کی سفارش کرو گے قبول ہوگی۔ آپ سر اٹھائیں گے اور عرض کریں گے۔ یَارَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔ اے میرے رب میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اسے نکال لے جاؤ۔ آپ دوزخ پر جائیں گے۔ اور فرمان الٰہی کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کریں گے۔ آخر کار کوئی جہنم میں نہیں رہ جائے گا۔ مگر وہی لوگ جنھیں قرآن نے روک لیا ہے۔ یعنی جن کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔ رب کریم کی رحمت اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے سارے مسلمان جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

صلی اللہ علیٰ النبی الامی والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃً وسلاماً علیك یا رسول اللہ۔

الحمد للہ کہ یہ رسالہ ختم ہوا۔ اسے پروردگار عالم قبول فرمائے۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل گنہ گار مؤلف کا خاتمہ بخیر کر کے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ اور مکارہ دنیوی سے جلد نجات دے کر اپنے اور اپنے حبیب کے آستانے پر پہنچا دے۔ اور اس کتاب کی تالیف کے محرک مشفقی و محسنی محمد

Scanned with CamScanner

امیر خاں صاحب کو اپنے مرضیات کی توفیق دے۔ اور ان کی ساری دینی اور دنیاوی مرادیں پوری فرمائے۔ تمام مخلص احباب اور محسن کرم فرما کی عاقبت بخیر فرمائے۔ اور سب کو ہر طرح کی دنیاوی عافیت عطا فرمائے۔

فقیر نے یہ رسالہ بغیر کسی کتاب کی مراجعت کے صرف حافظے کے زور پر لکھا تھا۔ پھر جزیرۂ انڈمین سے وطن واپسی کے بعد کتب حدیث اور سِیَر معتبرہ سے حرف بحرف مطابقت کر لی۔

الحمد للہ یہ سیرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں بڑا معتبر رسالہ ہے۔ اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب نہیں۔ میلا د رسول انام صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں جو رسالے دستیاب ہیں ان میں اکثر صحیح روایات پر مشتمل نہیں۔ غیر معتبر تاریخی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ اور جہاں سے چاہا بے تحقیق افسانے اور غلط باتیں لکھ ماری ہیں۔ مثلاً رسالۂ میلا د جو فی الحال بنگال میں بہت مروج ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ثُویبہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حلیمہ سعدیہ کے بعد دودھ پلایا تھا۔ یا صلح حدیبیہ کے قصہ کو اس طرح لکھا ہے کہ حج کی فرضیت کے بعد جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے گئے۔ تب واقعہ حدیبیہ پیش آیا۔ یہ روایتیں یقیناً غلط ہیں۔ اور کتب احادیث اور سیر معتبرہ کے مخالف ہیں۔ مزید برآں مؤلف رسالہ نے یہ قیامت ڈھائی کہ لکھا ہے کہ میں نے یہ رسالہ مولوی کرامت علی صاحب کو سنا دیا اور اب اس میں مندرجہ روایات ان کی رائے کے موافق ہوگئی ہیں۔ مولوی کرامت علی صاحب جو ایک معتبر فاضل ہیں۔ ایسی روایتوں کو انھوں نے کبھی معتبر نہیں بتایا ہوگا۔

اسی طرح قصۂ معراج اور وفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں بہت سے رسالے موجود ہیں۔ بعض کتابوں میں بہت سی غیر معتبر روایتیں لکھی ہیں۔ اور انھیں کو رسائل میلاد شریف میں نقل کر دیا ہے۔

فقیر نے اس رسالہ میں جو روایتیں بیان کی ہیں ان میں سے بیشتر وہ ہیں جو صحیح بخاری اور دیگر معتبر کتب احادیث کے موافق ہیں۔

اس رسالہ کا مطالعہ کرنے والے اس بات کا لحاظ رکھیں کہ جس طرح لوگ اردو میں افسانہ کی کتابوں کو دلچسپی کے لیے اور اردو سیکھنے کی خاطر سیر و سیاحت میں ساتھ رکھتے ہیں اگر اس رسالے کو مطالعہ میں رکھیں تو اس میں دل لگی بھی ہے اور قصوں سے واقفیت بھی۔ روزمرہ کے مطابق فصیح اردو زبان بھی استعمال کی گئی ہے۔ اور اس کے پڑھنے میں ثواب بھی ہے۔ اور دنیاوی امور کے انتظام کی عقل بھی حاصل ہوگی۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سارے معاملات و تدبیرات عقل صحیح کے عین مطابق ہوتے تھے۔ لہٰذا اس رسالہ کو ضرور مطالعہ میں رکھیں۔ اور اپنے خویش و اقارب، احباب اور عورتوں کو سنائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین. والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہ سید المرسلین والہٖ واصحابہ وعلماء امتہٖ و اولیائہ اجمعین.

تمام شد خاتمۂ کتاب از حضرت مصنف مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تمام شد تسہیل کتاب:

از: اختر حسین فیضی مصباحی
مدرس دار العلوم غوثیہ سلیم پور۔ دیوریا

۲۵ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ
۴ر ستمبر ۲۰۰۲ء چہار شنبہ

Scanned with CamScanner

فہرست

مضمون	صفحہ
پیش لفظ .... از: مرتب	۲
حالات مصنف ...... از پروفیسر آفتاب احمد	۴
مقدمہ اور سبب تالیف .... از مصنف	۱۳
باب اول .... پہلی فصل	۱۴
نور مبارک، ولادت باسعادت	//
اصحاب فیل کا واقعہ اور حضور ﷺ کے دادا کی تعظیم	//
چاہ زمزم کا سراغ اور حضرت عبداللہ کی قربانی	//
برکات نبوت	۱۶
ب ا .... دوسری فصل	۱۷
حالات ولادت	//
محفل میلاد	//
ب ا .... تیسری فصل	۱۸
ایام رضاعت اور زمانہ طفولیت	//
محمد عربی ﷺ حلیمہ کی گود میں	۱۹
شق صدر	//
حضرت آمنہ اور عبدالمطلب کا انتقال	۲۰
سرکار کے وسیلے سے بارش	//
ب ا .... چوتھی فصل	۲۱
ایام جوانی کے حالات	//
تجارتی سفر اور خدیجہ سے شادی	//
لاجواب فیصلہ	//
ب ا .... پانچویں فصل	۲۲
حالات نبوت	//
نزول سورۂ فاتحہ	۲۳
سب سے پہلے اسلام سے کون سرفراز ہوا	//
علانیہ دعوت اسلام اور حضرت ابوبکر کا کارنامہ	//

مضمون	صفحہ
فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۲۴
سورہ تبت یدا کا نزول	//
ابولہب کے بیٹے کا انجام	۲۵
ہجرت حبشہ	//
حضرت ابوبکر اور مالک بن دُغُنَّہ	۲۶
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	//
شِعب بنی ہاشم	۲۸
وفات ابوطالب	۲۹
سفر طائف	۳۰
ب ا .... چھٹی فصل	۳۱
بیان معراج	//
دیدار الٰہی اور التحیات	۳۳
ایک شبہ کا ازالہ	۳۴
فرضیت نماز پنجگانہ	//
مشاہدۂ عجائبات	۳۵
معراج میں کتنا وقت لگا	۳۷
معراج اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	//
کافروں کا امتحان	//
باب دوم .... پہلی فصل	۳۸
ہجرت اور اس کے اسباب	//
قریش کی سازش	۳۹
کاشانۂ نبوت کا محاصرہ	۴۰
آغاز ہجرت	//
فضیلت صدیق و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۴۱
اُمِ مَعْبَد کی بکری	۴۲
سُراقہ کا تعاقب	۴۳
حبیب و کلیم کے معجزات میں یکسانیت	۴۴

Scanned with CamScanner

مضمون	صفحہ
بُریدہ اسلمی کا جھنڈا	۴۵
اہلِ مدینہ کا اندازِ استقبال	//
ثنیات الوداع کی تحقیق	//
ب۲ .... دوسری فصل	۴۶
رسول اکرم ﷺ کی مدینہ میں جلوہ گری	//
مدینہ سے تُبّع حِمیری کا گزر	//
مسجد نبوی کی تعمیر	۴۷
عبداللہ بن سلام کا اسلام	//
سلمان فارسی کا اسلام	۴۸
نبی آخر الزماں سے یہودیوں کی ملاقات	۴۹
بیرِ رُومہ کی خریداری	//
ب۲ .... تیسری فصل	۵۰
غزوۂ بدر	//
غیب کی خبر	۵۱
دعائے کریم کا اثر	//
انصار کی جاں نثاری	//
بارگاہ خداوندی میں رسول اکرم کی گریہ وزاری	//
مقام عبدیت کی بلندی	۵۲
رحمت کی برسات	۵۳
آغاز جنگ	//
اُمیہ بن خَلَف کا قتل	//
ابوجہل کا قتل	۵۴
فرشتوں کی مدد	۵۵
دفعتاً منہ پھر گیا	//
ابوجہل کا حشر	۵۶
قتل امیہ کی کیفیت	//

مضمون	صفحہ
کفار کی لاشوں سے گفتگو	۵۶
حضرت رُقیّہ کا انتقال	۵۷
قیدیوں کے ساتھ رحم دلی	//
صحابۂ کرام سے مشورہ	//
حضرت عباس کا اسلام	۵۹
زینب بنت رسول کا ہار	//
شرکائے بدر کی فضیلت	//
ب۲ .... چوتھی فصل	۶۰
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح	//
ب۲ .... پانچویں فصل	۶۲
غزوۂ احد	//
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	۶۳
حضرت یمان کی شہادت	۶۴
اُبی بن خلف کا قتل	//
حضرت علی کی کیفیت	//
میدان جنگ سے چلے جانے والے	//
کفار اور مسلمانوں کے درمیان مکالمہ	۶۵
رسول اکرم ﷺ مدینے کی طرف	//
فضیلت شہدائے احد	۶۶
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۶۷
غزوۂ حمراء الاسد	//
ب۲ .... چھٹی فصل	۶۸
غزوۂ بدر ثانی	//
ب۲ .... ساتویں فصل	۶۸
سریۂ رجیع	//
دیگر شرکا کا حال	۶۹
حضرت خُبیب کی نعش کیسے ملی	۷۱
سفیان بن خالد کا قتل	//

Scanned with CamScanner

مضمون	صفحہ
باب۲ .... آٹھویں فصل	۷۲
قصۂ بیر معونہ	//
شہادت مفت ملتی ہے	۷۳
عامر بن فُہیرہ کا قتل اور عامر بن طفیل کی موت	//
غزوۂ بنی نضیر کا سبب	//
باب۲ .... نویں فصل	۷۴
غزوۂ بنی نضیر	//
محبوب درخت	//
بنونضیر کی جلاوطنی	۷۵
باب۲ .... دسویں فصل	۷۶
غزوۂ خندق	//
حضرت جابر کی دعوت	//
بنوقریظہ کی شمولیت	۷۷
ایک نوجوان صحابی کا عجیب وغریب واقعہ	۷۸
جنگ کی ابتدا	//
عَمرو بن عبدوُد کا قتل	۷۹
غطفان اور فَزارہ سے مصالحت کی گفتگو	۸۰
قریش اور بنوقریظہ کے درمیان اختلاف	//
لشکر قریش کی تباہی اور واپسی	۸۱
باب۲ .... گیارہویں فصل	۸۲
غزوۂ بنی قریظہ	//
ابولبابہ کی توبہ	//
ایک یہودیہ کا قتل	۸۳
بنوقریظہ کا قتل	//
باب۲ .... بارہویں فصل	۸۴
کعب بن اشرف کا قتل	//
باب۲ .... تیرہویں فصل	۸۵
ابورافع یہودی کا قتل	//

مضمون	صفحہ
باب۲ .... چودہویں فصل	۸۶
قصۂ اِفک	//
باب۲ .... پندرہویں فصل	۸۹
آیت تیمم	//
باب۲ .... سولہویں فصل	۹۰
صلح حدیبیہ	//
پانی ابل پڑا	//
صلح کی پیش رفت	۹۱
حضرت عثمان کی بیعت	۹۲
صلح کی دفعات اور صحابہ کی بے چینی۔	۹۳
ابوجندل کی آزمائش	۹۴
ہدی کے جانوروں کی قربانی	//
فتح مبین کی بشارت	//
ابوبصیر کا واقعہ	۹۵
باب۲ .... سترہویں فصل	۹۶
غزوۂ خیبر	//
لشکر اسلام خیبر میں۔	//
قلعہ قَموص فتح ہوگیا	۹۷
اہل خیبر کی جلاوطنی	//
حضرت صفیہ کا نکاح	//
حضرت جعفر طیار کی حبشہ سے آمد	۹۸
رسول اکرم ﷺ کو زہر دیا گیا	//
گدھے کے گوشت اور متعہ کی حرمت۔	//
باب۲ .... اٹھارہویں فصل	۹۹
عمرۃ القضا	//
باب۲ .... انیسویں فصل	۹۹
خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ کا اسلام	//

Scanned with CamScanner

مضمون	صفحہ
ب۲ .... بیسویں فصل	۱۰۰
امراء اور بادشاہوں کے نام خطوط	//
ہرقل کے نام خط	//
ہرقل ایمان نہ لایا	۱۰۲
ایک نصرانی عالم کا اسلام	۱۰۳
نجاشی کے نام خط	//
مقوقس کے نام خط	۱۰۴
پرویز کے نام خط	//
ب۲ .... اکیسویں فصل	۱۰۵
سریۂ حضرت ابوعبیدہ	//
ب۲ .... بائیسویں فصل	//
غزوۂ موتہ	//
ب۲ .... تیئسویں فصل	۱۰۷
فتح مکہ	//
ابوسفیان کی کوشش	//
حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خط	۱۰۸
مکہ پر لشکر کشی	۱۰۹
قاتل اور مقتول دونوں جنت میں	۱۱۱
اہل مکہ کا قتل	//
سجدۂ شکر	//
رسول اکرم ﷺ ام ہانی کے گھر	۱۱۲
حسن سلوک	//
حق آیا اور باطل مٹ گیا	//
خون مباح	۱۱۳
عبدالعزیٰ بن خطل	//
مقیس بن صبابہ	۱۱۴
حارث بن طلیطلہ۔ حویرث بن نقید	//
عکرمہ بن ابی جہل	//

مضمون	صفحہ
صفوان بن امیہ	۱۱۴
وحشی	۱۱۵
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح	//
کعب بن زہیر	//
ہبار بن اسود	۱۱۶
ہندہ —— قرتنا	۱۱۷
قُرَیبہ —— ارنب	//
سارہ —— ام سعد	//
کعبہ کی کنجی	//
ب۲ .... چوبیسویں فصل	۱۱۸
غزوۂ حنین	
جنگ اوطاس اور محاصرۂ طائف	۱۱۹
حنین کا مال غنیمت	//
ب۲ .... پچیسویں فصل	۱۲۰
وفود کی آمد	//
وفد بنی حنیفہ	۱۲۱
ب۲ .... چھبیسویں فصل	۱۲۲
غزوۂ تبوک	//
کار خیر میں پیش قدمی	//
حضرت علی کی نیابت	۱۲۳
لشکر اسلام تبوک میں	//
ابوذر غفاری تبوک کی طرف	//
تبوک سے واپسی	۱۲۴
مسجد ضرار	//

Scanned with CamScanner

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے والے	۱۲۵	یہود ونصاریٰ پر لعنت	۱۴۰
ب۲ .... ستائیسویں فصل	۱۲۷	رفیق اعلیٰ کی جانب	//
صدیق اکبر کا حج	//	نماز کی تاکید	//
ب۲ .... اٹھائیسویں فصل	۱۲۸	وفات اقدس	//
مباہلہ	//	تعزیت	۱۴۲
ب۲ .... انتیسویں فصل	۱۲۹	سقیفۂ بنی ساعدہ	//
حجۃ الوداع	//	غسل	۱۴۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا احرام	۱۳۰	نماز جنازہ	//
حضرت صدیقہ کا حج	۱۳۱	قبر انور	//
تکمیل دین	//	حضرت عائشہ کا خواب	//
خطبۂ غدیر خم	//	حضرت فاطمہ کا غم	۱۴۴
ب۲ .... تیسویں فصل	۱۳۲	طلب مغفرت	//
وفات شریف	//	باب سوم .... پہلی فصل	۱۴۵
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو پسند کیا	//	حلیہ مبارکہ	//
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی	۱۳۳	ب۳ .... دوسری فصل	۱۴۸
زہر کا اثر	//	اخلاق کریمہ	//
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت	۱۳۴	یہودی مسلمان ہوگیا	۱۴۹
حضرت صدیق اکبر کی امامت	۱۳۵	ظرافت	//
خوش قسمت امت	//	آپ اپنا کام خود کرتے	۱۵۰
آپ نے دو صحابی کے پیچھے نماز پڑھی	۱۳۶	تواضع	//
جیش اسامہ	۱۳۷	مسئلہ قیام تعظیمی	۱۵۱
خلافت صدیق اکبر	//	خورد نوازی	//
آخری وصیت	۱۳۸	عبادت	//
شیعوں کا شبہہ اور اس کا ازالہ	//	تبسم اور گفتگو	//
نبی اور ذات الجنب	۱۳۹	شجاعت اور سخاوت	۱۵۲
انصار کی خاطرداری	//	خورد ونوش	//
مسواک کا شوق	//	مسواک	//
		گھوڑا	//

Scanned with CamScanner

مضمون	صفحہ
باب ۳ .... تیسری فصل	١٥٣
معجزات	//
قرآن مجید	//
حجاز کی آگ	١٥٤
مسلمانان بغداد کی تباہی	١٥٥
عمار بن یاسر کی شہادت	//
عثمان غنی کی شہادت	//
علی مرتضیٰ کی شہادت	//
دوگرہوں میں صلح	//
امام حسین کی شہادت	//
فتح بیت المقدس	١٥٦
کسریٰ کا خزانہ	//
خارجیوں کا قتل	//
روافض کا ظہور	//
فتنہ کا سدِّ باب	//
کسریٰ کا کنگن	//
فتح مصر	١٥٧
حضرت عمر کی شہادت	//
امن راہ	//
احجار الزیت پر خون بہے گا	//
دریائے شور کا جہاد	//
حضرت زینب کا انتقال	//
ثابت بن قیس کی شہادت	١٥٨
شق قمر	//
سورج پلٹ آیا	١٥٩
حضرت ابوہریرہ کی ماں کا اسلام	//
چھوہاروں میں برکت	١٦٠
حضرت سلمہ کا زخم	//

مضمون	صفحہ
حضرت قتادہ کی آنکھ	١٦٠
غدود اچھا ہوگیا	//
حضرت علی کے لیے دعا	//
حضرت سعد کے لیے دعا	//
حضرت انس کے لیے دعا	//
حصول بینائی کے لیے دعا	//
ایک اعرابی کا اسلام	١٦٢
درخت کی تابعداری	//
ہرنی کی فریاد	//
ستون حنانہ	١٦٣
منبر تھرتھرا اٹھا	//
حضرت عباس اور ان کی اولاد کے لیے دعا	//
اونٹنی گم ہوگئی	//
لکڑی تلوار بن گئی	١٦٤
حضرت جابر کے لیے دعا	//
گھوڑا تیز رفتار ہوگیا	//
بکریوں نے سجدہ کیا	//
اونٹ نے سجدہ کیا	//
رکانہ سے کشتی	//
خشک سالی کی شکایت	١٦٥
نجاشی کے انتقال کی خبر	//
تبلیغ کرنے والا بھیڑیا	//
ابوجہل ڈر کے بھاگا	١٦٦
حضرت جبرئیل کا دیدار	//
خاتمہ	١٦٦
شفاعت کبریٰ	//
بیان شفاعت کبریٰ	//
فہرست کتاب	١٧١

مطبع .... بھارت آفسٹ، دہلی-٦

Scanned with CamScanner

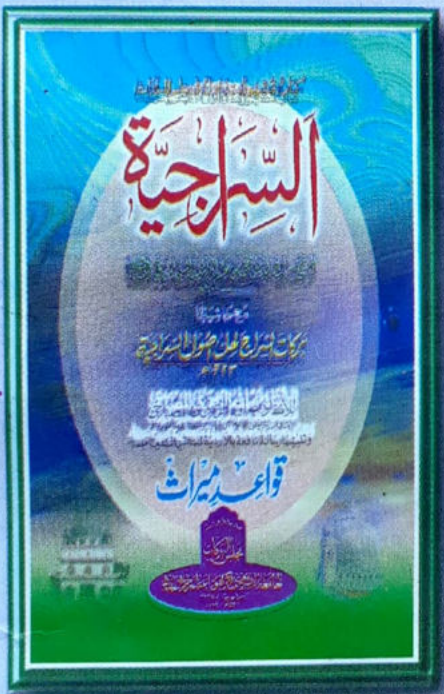

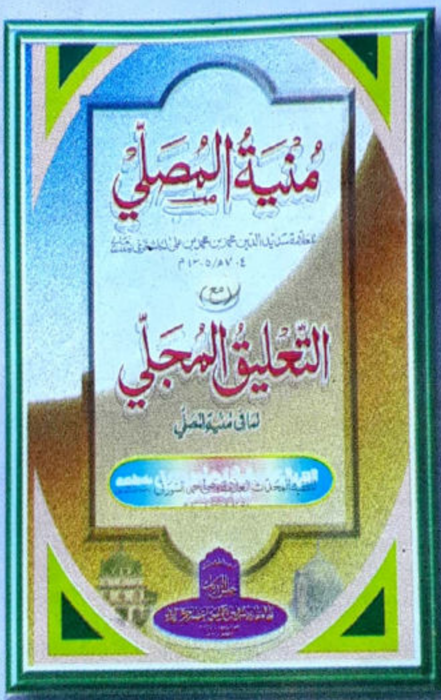

MAJLIS-E-BARAKAT JAMIA ASHRAFIA MUBARAKPUR

DIST. AZAMGARH (U.P.) 2764040

Ph : (05462) 250092, 250148, 250149, Fax : 251448

http://www.al-jamiatulashrafia.org

Email : aljamiatul_ashrafia@rediffmail.com

Scanned with CamScanner